تذکرہ اولیائے کرام

سرزمینِ اولیاء میانوالی

مرتّب

سید طارق مسعود شاہ کاظمی

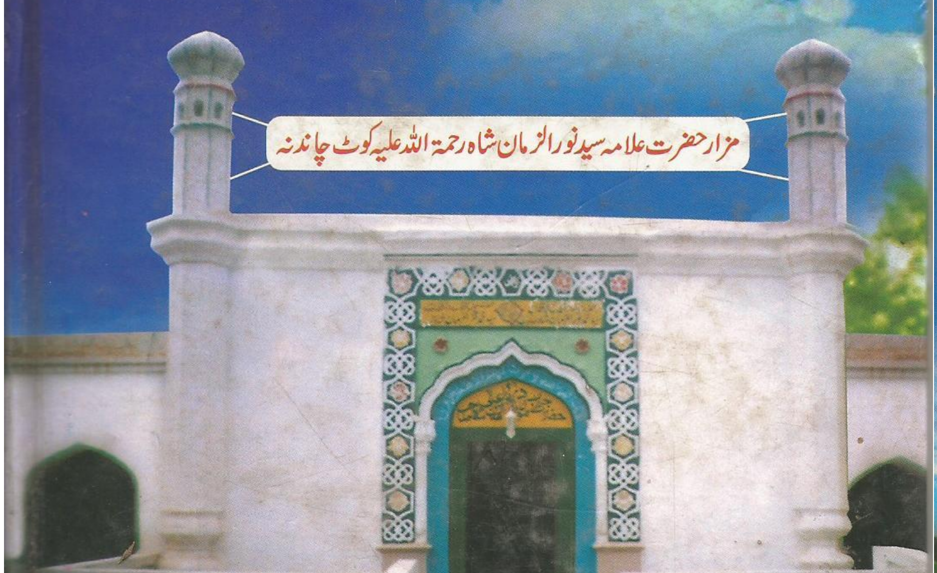

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب نام	سرزمینِ اولیاءِ میانوالی
مرتب	سید طارق مسعود شاہ کاظمی
پروف ریڈنگ	محمد عبدالرحمان خالد۔ محمد جنید ہاشم
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر (لاہور) 0345-4653373
کمپوزنگ	محمد عبداللہ عطاری (مدنی کمپوزنگ سنٹر میانوالی)
سن اشاعت	مئی 2008
تعداد	1100
	یو اینڈ می پرنٹرز' لاہور
قیمت	

ملنے کا پتہ

- مکتبہ سیدی قطب مدینہ مسلم بازار میانوالی
- سید محمد اصغر شاہ صاحب

زراعت آفیسر محکمہ سائل اینڈ واٹر ٹیسٹنگ لیبارٹری نزد تحصیل آفس میانوالی

فہرست

نمبر شمار	نام	جائے مدفن	صفحہ نمبر
1	انتساب		11
2	دعا		15
3	نعت شریف		17
4	ابتدائیہ		18
5	تاثرات		22
6	احمد دین گانگوی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	میانوالی	37
7	احمد خان خواجہ میروی ثانی (علیہ الرحمہ)	میرا شریف (ضلع اٹک)	42
8	احمد خان مولوی کھولہ (علیہ الرحمہ)	خانقاہ سراجیہ	50
9	احمد خان روکھڑی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	روکھڑی	61
10	اللہ یار میاں حضرت (علیہ الرحمہ)	بوری خیل	63
11	امیر علی شاہ حاجی (علیہ الرحمہ)	میانوالی	64
12	پلہ میاں (علیہ الرحمہ)	سوانس	65
13	تور شیخ (علیہ الرحمہ)	نالہ گھمبیر (ڈھوک محمد خان)	66

14	تلیئر بابا حضرت (علیہ الرحمہ)	ہرنولی	70
15	جمال الدین شاہ کاظمی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	خواجہ آباد شریف	71
16	جلال سید کاظمی (علیہ الرحمہ)	کالاباغ	72
17	جہانگیر خان صوفی (علیہ الرحمہ)	میانوالی	73
18	خاصہ بابا (علیہ الرحمہ)	ملاخیل	76
19	خاکی شاہ حضرت (علیہ الرحمہ)	نمل قبرستان	77
20	دوست محمد شاہ کاظمی دادا (علیہ الرحمہ)	دلے والی	78
21	سلطان زکریا حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	میانوالی	84
22	سلطان اکبر حضرت میاں	بالا شریف	88
23	سلطان اعظم مولانا	موسیٰ والی	91
24	شفاء اللہ خان سیالوی ڈاکٹر علامہ (علیہ الرحمہ)	میانوالی	96
25	شاہ عالم شاہ حافظ پیر (علیہ الرحمہ)	میانوالی	99
26	شیر محمد غازی دادا حضرت (علیہ الرحمہ)	موچھ	101
27	شیر دل خان حضرت خواجہ (علیہ الرحمہ)	ڈب بلوچاں	102
28	شاہ زمان حضرت گیلانی (علیہ الرحمہ)	درہ تنگ	111
29	شاہ جمال حضرت (علیہ الرحمہ)	کمر مشانی	111
30	عبدالغفور شاہ دبک والا پیر (علیہ الرحمہ)	سوانس	112

31	عبدالغفور باہی حضرت (علیہ الرحمہ)	مٹھہ خٹک	113
32	عطا محمد قریشی ہاشمی حضرت مولانا (علیہ الرحمہ)	گھنڈی	116
33	عنایت اللہ چشتی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	چکڑالہ	120
34	عبدالرحمن شاہ دادا میاں قاضی (علیہ الرحمہ)	سوانس	127
35	علاؤالدین شاہ حضرت دادا (علیہ الرحمہ)	موچھ	129
36	عبدالوہاب حضرت شاہ (علیہ الرحمہ)	کالاباغ	130
37	عادل حضرت پیر سید (علیہ الرحمہ)	عیسیٰ خیل	134
38	علی نور حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	موسیٰ خیل	135
39	عالم خاتون دادی فقیرنی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا)	موسیٰ خیل	136
40	علی محمد ہاشمی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	گھنڈی	138
41	علی حضرت میاں (علیہ الرحمہ) بانی میانوالی	میانوالی	141
42	عبدالرحمن حضرت شاہ (علیہ الرحمہ)	مٹھہ خٹک	145
43	عبدالباری قادری حضرت خواجہ (علیہ الرحمہ)	تری خیل	147
44	علی احمد حافظ میاں (علیہ الرحمہ)	میانوالی	149
45	علی محمد کاظمی حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	سوانس	151
46	علی محمد حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	میانوالی	152
47	علی محمد شاہ کاظمی حضرت مولانا (علیہ الرحمہ)	دلے والی	154

48	غائب پیر حضرت (علیہ الرحمہ)	واں بھچراں	155
49	غلام حبیب حافظ (علیہ الرحمہ)	ڈھرنکہ	157
50	غلام جیلانی حضرت علامہ مولانا (علیہ الرحمہ)	میانوالی	159
51	غلام خلیل مولانا (علیہ الرحمہ)	کندیاں	162
52	غلام محمود حضرت علامہ	پپلاں	164
53	غلام فخر الدین گانگوی علامہ (علیہ الرحمہ)	میانوالی	167
54	غلام محمد اویسی حضرت (علیہ الرحمہ)	کوچھ شریف رکھی موڑ	173
55	غلام دستگیر شاہ گیلانی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	وڑچھ شریف (ضلع خوشاب)	178
56	غلام زین الدین حضرت علامہ خواجہ (علیہ الرحمہ)	ترگ	181
57	غلام محمد حضوری حضرت بکھڑوی (علیہ الرحمہ)	ڈنگ کھولہ	192
58	غوث علی میاں جانڈلو فقیر (علیہ الرحمہ)	ڈنگ کھولہ	203
59	غوث علی شاہ کاظمی میاں (علیہ الرحمہ)	دلے والی	204
60	غلام نصیر الدین شاہ کاظمی حضرت پیر سید (علیہ الرحمہ)	خواجہ آباد شریف	207
61	غلام فرید شاہ کاظمی خواجہ (علیہ الرحمہ)	خواجہ آباد شریف	219
62	فتح محمد بھوروی حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	بھور شریف	221
63	فتح محمد قریشی ہاشمی کاظمی حضرت (علیہ الرحمہ)	دلے والی	230

64	فتح محمد گیلانی حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	میانوالی	234
65	فضل احمد گیلانی حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	میانوالی	237
66	قمر الدین قاضی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	چکڑالہ	239
67	گل محمد ہاشمی حضرت (علیہ الرحمہ)	عیسیٰ خیل	241
68	گوانڈی بابا حضرت (علیہ الرحمہ)	سوانس	242
69	گل محمد حافظ (علیہ الرحمہ)	پپلاں	244
70	لعل خان حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	میانوالی	247
71	موسیٰ حضرت شیخ (علیہ الرحمہ)	درہ تنگ	248
72	محمد اکرم حضرت میاں دادا محمد اکبر (علیہ الرحمہ)	موچھ	252
73	محمد فخر الزمان حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	کوٹ چاندنہ	254
74	محمد سعید شیخ حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	ماڑی انڈس	256
75	محمد اکبر علی حضرت خواجہ (علیہ الرحمہ)	میانوالی	260
76	محمد اکبر شاہ حضرت پیر گھنڈوالے (علیہ الرحمہ)	میانوالی	267
77	محمد حسین شوق حضرت علامہ مفتی (علیہ الرحمہ)	پپلاں	271
78	محمد پیر بخش شاہ کاظمی حضرت خواجہ (علیہ الرحمہ)	خواجہ آباد شریف	276
79	محمد شاہ کاظمی حضرت خواجہ سید (علیہ الرحمہ)	مواز والا	280
80	محمد اللہ بخش حضرت مولانا (علیہ الرحمہ)	واں بھچراں	285

81	محمد سدید الدین حضرت سید جندوڈا شاہ (علیہ الرحمہ)	وڑچھ شریف (ضلع خوشاب)	288
82	محمد نواز مفتی (علیہ الرحمہ)	جال	297
83	محمد حفیظ اللہ ہاشمی حضرت علامہ قاضی (علیہ الرحمہ)	عیسیٰ خیل	298
84	محمد ہاشمی حضرت علامہ قاضی (علیہ الرحمہ)	عیسیٰ خیل	303
85	محمد یوسف شاہ اجمیری حضرت پیر سید (علیہ الرحمہ)	شہباز خیل	306
86	محمد عبدالستار خان نیازی حضرت مولانا (علیہ الرحمہ)	روکھڑی	310
87	میاں محمد ورالی حضرت دادا (علیہ الرحمہ)	پائی خیل	315
88	محمد عیسیٰ حضرت حافظ (علیہ الرحمہ)	موسیٰ خیل	319
89	محمد حیات مولوی (علیہ الرحمہ)	مندہ خیل	324
90	مظفر خان حضرت حافظ (علیہ الرحمہ)	حافظ والا	327
91	محمد عظیم وٹے پٹ حضرت حافظ (علیہ الرحمہ)	نمل	329
92	محمود باہی حضرت شیخ (علیہ الرحمہ)	موسیٰ خیل	337
93	مراد علی شاہ کاظمی حضرت پیر سید (علیہ الرحمہ)	بھور شریف	340
94	محمد رمضان حضرت علامہ میاں (علیہ الرحمہ)	کلور شریف	345
95	محمد مظفر شاہ چپ شاہ حضرت حافظ (علیہ الرحمہ)	کالاباغ	350
96	محمد امین چشتی حضرت حافظ (علیہ الرحمہ)	شادیہ	355
97	ملوک علی حضرت مولانا (علیہ الرحمہ)	کلور شریف	358

98	محمد اکرم شاہ کاظمی حضرت پیر میاں (علیہ الرحمہ)	دلے والی	360
99	محمد امیر شاہ کاظمی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	موچھ	363
100	محبت شاہ کاظمی حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	دلے والی	366
101	مراد علی میاں مرادوند حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	میانوالی	368
102	مبارک شاہ کاظمی حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	دلے والی	378
103	ملوک علی چانڈراں حضرت میاں (علیہ الرحمہ)	کنڈل	380
104	مسافر شاہ (علیہ الرحمہ)	تری خیل	385
105	محمد ایوب خان چغتائی صوفی	میانوالی	386
106	نورالزمان شاہ کاظمی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	کوٹ چاندنہ	390
107	نوری ناگ سلطان حضرت (علیہ الرحمہ)	موسیٰ خیل	397
108	نور کمال حضرت علامہ قاضی (علیہ الرحمہ)	عیسیٰ خیل	400
109	نور محمد ہاشمی حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	کندیاں	404
110	نور خان حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	چکڑالہ	409
111	نیکا حضرت دادا (علیہ الرحمہ)	ملاخیل	412
112	نور محمد کھنجیرہ حضرت پیر (علیہ الرحمہ)	ڈنگ کھولہ	413
113	نور حسین میاں حضرت علامہ (علیہ الرحمہ)	ڈنگ کھولہ	417
114	ندان شاہ حضرت (علیہ الرحمہ)	دلے والی	418

115	ولی اللہ شاہ ہمدانی حضرت (علیہ الرحمہ)	دین والا نزد وال بھچراں	419
116	میانوالی میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے مزارات		420
117	میانوالی میں نوگزے، بیس گزے اور چالیس گزے مزارات		425
118	سرکپ کے مزارات		427
119	پاک بیبیاں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا)	تری خیل	429
120	بزرگان دین		430
121	شکریہ		431
122	کتابیات		434

پہلا انتساب

حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام جن کے واسطے یہ کائنات سجائی گئی۔ جو رحمۃ العلمین بن کر تشریف لائے اور روز قیامت ہم گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔

دوسرا انتساب

اس کائنات میں موجود تمام اولیاء اللہ کے نام کہ جن کی یہ ولایت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ سے ہے۔

تیسرا انتساب

میرے پیرومرشد اور اس دور کے ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے نام جنہوں نے سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کا درس دیا اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی زندگیوں کو سنت کے مطابق بنادیا۔

چوتھا انتساب

میرے والد محترم محمد رفیع اللہ شاہ (مرحوم)

اور والدہ محترمہ (مرحومہ) کے نام کہ

جنہوں نے مجھے دین کی محبت سکھائی۔

رب العزت کی بارگاہ میں دعا

حضرت خواجہ محمد فخر الدین بیر بلوی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) بیر بل شریف ضلع سرگودھا

اے قدیمے قبلۂ اربابِ عشق

اے کریمے کعبۂ اصحابِ عشق

اے وہ ذاتِ کریم! جو ازل سے اہل عشق کی قبلہ گاہ اور کعبہ ہے۔

اے رحیمے ذوالجلال و مہرباں

جانِ من برتو فدا ہم خانماں

اے رحیم و مہربان اور صاحب جلال ذات میری جان تجھ پر قربان ہے اور گھر بار بھی

دائم المعروف ستار العیوب

ذات پاکِ تُست علام الغیوب

تو ہمیشہ سے عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا مشہور ہے۔ تیری ذات غیبوں کو خوب جاننے والی ہے۔

انت ربی انت لی نعم الوکیل

انت حسبی انت کافی یا جلیل

تو میرا پروردگار ہے۔ تو ہی میرا بہترین کارساز ہے اور اے عظیم ذات تو میرے لئے کافی ہے۔

انت مقصودی الیک وجھتی

انت مطلوبی لقاک منیتی

تو ہی میرا مقصود ہے۔میں نے اپنا رخ تیری جانب کرلیا ہے۔تو ہی میرا مطلوب ہے
۔تیری دید میری آرزو ہے۔

یا کریم یا رحیم یا شفیق
یا رفیق نجنی من کل ضیق

اے کریم، رحیم اور شفیق ذات۔اے مہربان! مجھے ہر تنگی سے نجات عطا فرما۔

عشق ذاتِ خویش مارا کن عطا
از طفیلِ حضرت احمد مصطفیٰ

اپنی ذات اقدس کا عشق ہمیں بھی حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے طفیل عطا فرما۔

عشق ذاتت مونسِ جانم بود
در پناہت دین وایمانم بود

تیرا عشق ہی میری جان کا مونس بن جائے اور میرا دین وایمان تیری پناہ میں آجائے۔
آمین بجاہ النبی الامین۔

☆☆☆☆☆

گلدستۂ عقیدت بحضور سرور کائنات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

از: پیر طریقت حضرت علامہ ابوالرضا اللہ بخش نیّر نقشبندی چشتی قادری سہروردی ھوت والا شریف نزد جمن شاہ ضلع لیہ

کیا پوچھتے ہو ہم سے اس شکل میں کیا دیکھا
صورت میں محمد کی ہم نے تو خدا دیکھا

یہ عبد تو ہے لیکن معبود کا مظہر ہے
محبوب کی صورت میں حق جلوہ نما دیکھا

قرآن ملا ہم کو بزبان محمد ہے
ہر قول محمد کو فرمانِ خدا دیکھا

نہ خدا، نہ جدا ہے اس سے پھر کون ہے بے سایہ
بے سایہ کے جلوؤں میں مقصود چھپا دیکھا

مرا قبلہ و دل واللہ محبوب کی صورت ہے
دل جھک گیا قدموں میں جب پہلی نگاہ دیکھا

اللہ سے ملنے کا محبوب وسیلہ ہے
وہ دور رہا رب سے جس نے ہے جدا دیکھا

تکیہ ہے غریبوں کا محبوب کا میخانہ
جبریل امین کو بھی اس در پہ جھکا دیکھا

شاہوں سے بڑا شاہ ہوں نیّر مجھے کہتے ہیں
دنیا نے مجھے ہر دم اس در کا گدا دیکھا

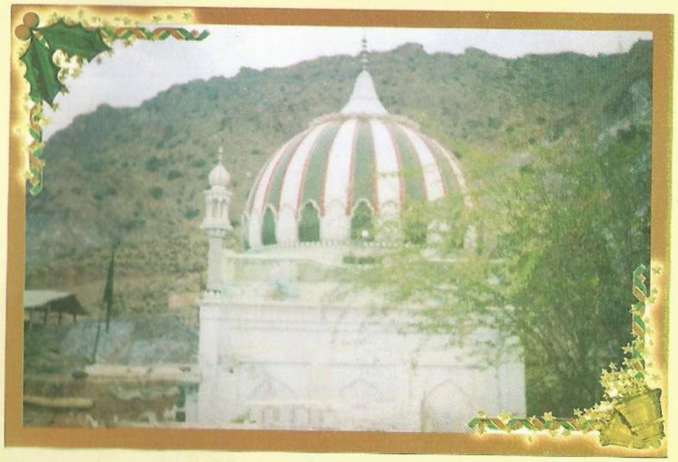

مزار حضرت شاہ عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ گکڑانوالہ وانڈھا کالاباغ

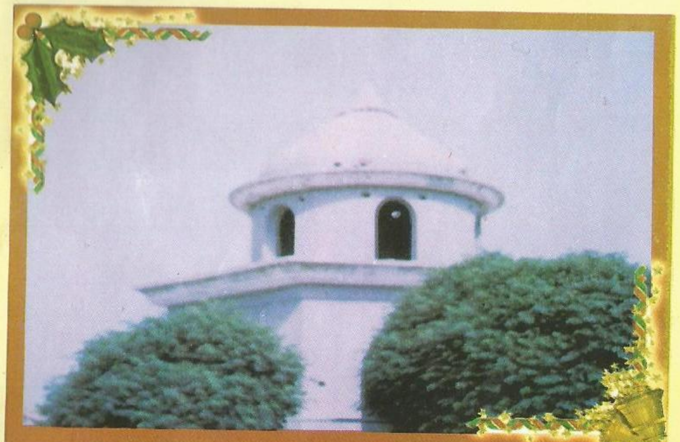

مزار حضرت پیر پتنگ رحمتہ اللہ علیہ ۔ ہمت شاہ نزد میانوالی شہر

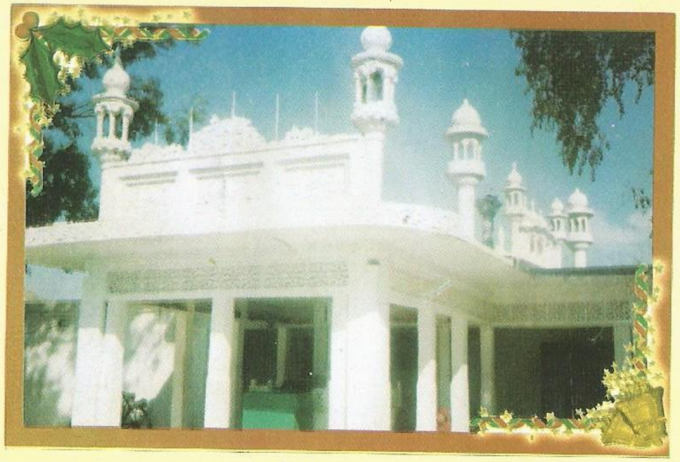

حضرت حافظ محمد عظیم رحمتہ اللہ علیہ نمل شریف

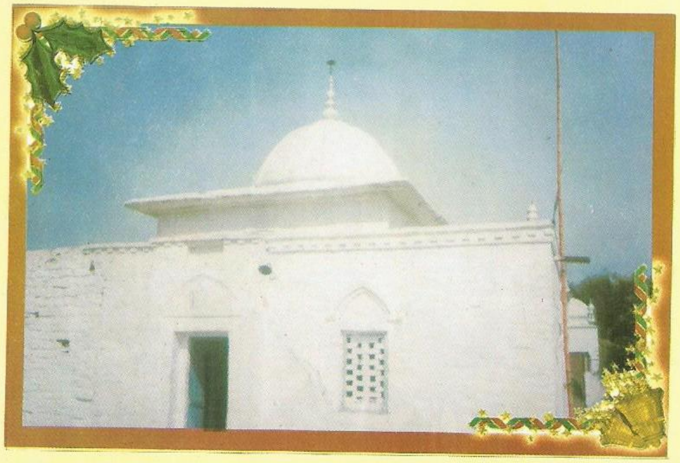

حضرت غلام محمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ کوچھ شریف نزد رکھی موڑ

خوبصورت مزار حضرت خواجہ حمید اللہ خان چشتی شیخ محمود والہ علیٰ عیسیٰ خیل

حضرت خاصہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نوگز لمبا مزار ملاخیل

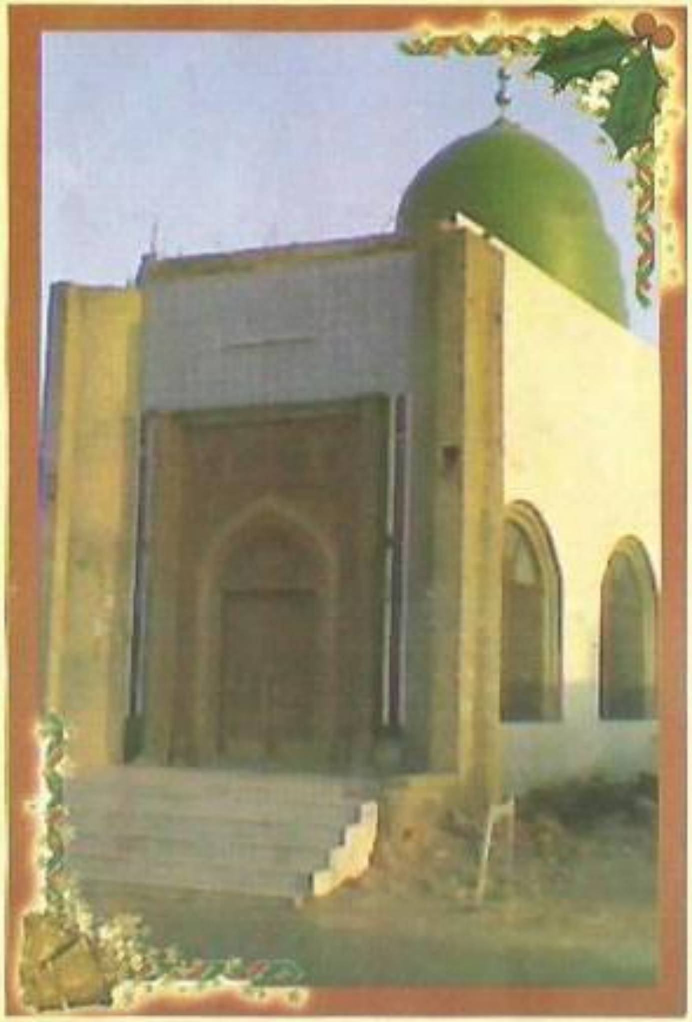

مزار حضرت سلطان ذکریا رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت میاں علی رحمۃ اللہ علیہ بانی میانوالی شہر

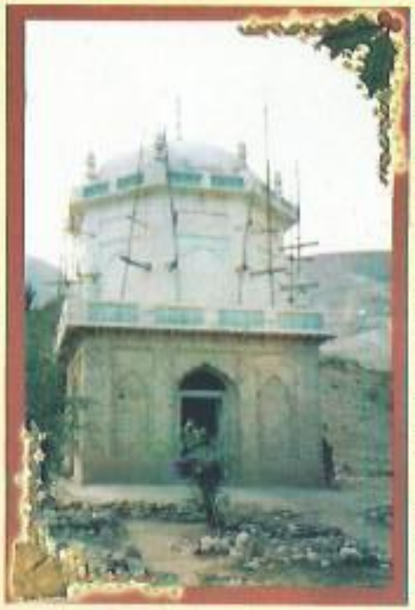

مزار
شیخ حضرت عبدالغفور باگھی رحمۃ اللہ علیہ
مٹھ خٹک تحصیل عیسیٰ خیل

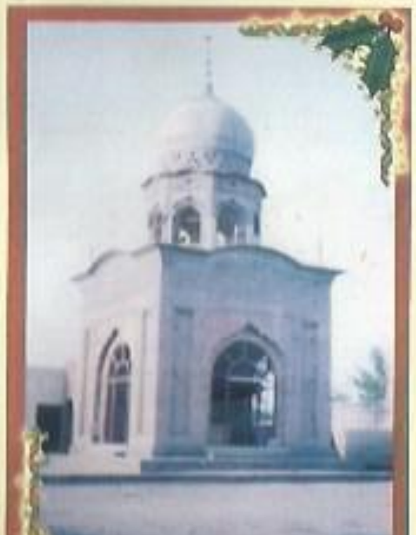

مزار
حضرت حافظ محمد امین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
شادیہ

مزار حضرت نوری ناگ سلطان رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ خیل

حضرت حافظ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موسیٰ خیل

ابتدائیہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاشبہ میانوالی کی سرزمین اس بات کی مستحق ہے کہ اسے سرزمین اولیاء کہا جائے۔ نہ جانے اس سرزمین میں کیا کشش تھی کہ یہاں بے شمار اولیاء اللہ نہ صرف تشریف لائے بلکہ یہاں کے لوگوں کے درمیان رہنا پسند فرمایا پھر یہیں وصال فرما کر مدفون ہوگئے اس شہر کی خوش قسمتی کہ اس کی بنیاد بھی اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت سید میاں علی صاحب گیلانی علیہ الرحمہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور میانوالی کا نام بھی انہی کے نام کے ساتھ منسوب ہوگیا یقیناً یہ محبان اولیائے عظام میانوالی کی بے مثال عقیدت و محبت کا اظہار ہے کہ کہ شہر کے بیشتر محلے انہی بزرگان دین کے نام سے منسوب ہیں کوئی محلہ پیر عادل ہے تو کوئی محلہ پیر صاحب گھنڈ والوں کے نام سے منسوب ہے کوئی محلّہ حافظ میاں علی احمد ہے تو کوئی محلہ میانہ (میانہ سادات) سے اپنی محبتوں کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

ضلع میانوالی کے جس گاؤں، شہر یا قریہ میں چلے جائیں وہاں پر شہداء، اولیا، اور علماء کرام کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ بندہ کو بھی اولیائے عظام کی عقیدت اور محبت کھینچ کھینچ کر ان کے مزارات پر لے جاتی رہی لیکن جب حالات زندگی کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو معلومات بہت کمزور اور نہ ہونے کے برابر ملتی تھیں چنانچہ تشفی نہ ہوتی تھی عوام الناس کی معلومات تو یہیں تک محدود تھیں کہ اُن کے مزار پر شیر آتا تھا انہوں نے دیوار کو سواری بنا کر چلا دکھایا تھا یا جنات ان کے پاس پڑھا کرتے تھے

وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ضرورت محسوس کی گئی کہ ان تمام بزرگ ہستیوں کے حالات زندگی مجتمع کئے جائیں اور کتابی شکل میں دستیاب ہوں تاکہ عام لوگ بھی ان پارسا بندوں کے اعلیٰ کارناموں اوران کی تعلیمات سے مستفید ہوسکیں اس سلسلہ میں علمائے کرام ،سجادہ نشین حضرات اور چیدہ چیدہ بزرگوں سے ملاقاتیں کر کے ان سے معلومات حاصل کی گئیں۔ مختلف کتب سے ملنے والا مواد اکٹھا کیا گیا اس طرح یہ کتاب ایک ابتدائی کوشش کے طور پر آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔ اس کوشش کو آپ کسی عالیشان عمارت کی پہلی اینٹ سمجھ سکتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی آنے والا اس عمارت کی تکمیل کردے۔

یقیناً سوانح نگاری بھی تاریخ کا ایک حصہ ہے لیکن یہ راستہ بہت کٹھن شمار کیا جاتا ہے اس لئے کہ مکمل غیر جانبداری کے ساتھ کسی شخصیت کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے اس سے بھی بڑھ کر مشکلات اس وقت پیش آتی ہیں جب اللہ کے نیک بندوں یعنی اولیائے کرام کا تذکرہ مقصود ہوتا ہے یہاں افراط وتفریط سے پہلو بچانا پڑتا ہے تاکہ ان بے مثال و بے نظیر شخصیات کی شان میں کہیں بے ادبی سرزد نہ ہوجائے یا پھر کوئی غلط بات منسوب نہ ہوجائے اس سلسلہ میں اپنی طرف سے تو بے حد احتیاط کی گئی ہے۔

بہرحال نادانستہ غلطی قابل معافی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک بندوں کے صدقے غلطی اور بے ادبی سے محفوظ فرمائے آمین۔ تاہم محترم قارئین کی جانب سے کسی غلطی کی نشاندہی کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ولی اللہ شاید وہی ہوتا ہے کہ جس سے کرامات سرزد ہوں یا عام طور پر اولیاء کے تذکروں میں کرامات پر بے حد زور دیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں کرامات کا ذکر بھی موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان اولیائے کرام کے اخلاق

حسنہ کے روشن ترین پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے خصوصاً انسانی فلاح و بہبود کے پہلوؤں کو مزید اجاگر کیا گیا ہے۔ان اولیائے کرام میں انسانی خدمت کے حوالے سے سب سے بڑھ کر جو شخصیت سامنے آئی ہے وہ حضرت حافظ محمد عظیم نملوی علیہ الرحمہ (نمل والے) کی ہے جنہوں نے راستے تعمیر کئے اور پانی پینے کے تالاب بنا کر لوگوں کی فلاح و بہبود اور خدمت کرنے کی عظیم مثال پیش کی ہے۔اعلیٰ ترین انسانی کردار کے یہی وہ روشن پہلو تھے جن سے یہاں کا معاشرہ نہ صرف متاثر ہوا کہ بلکہ یہاں کے لوگوں نے ایمان کی دولت حاصل اور دین اسلام کی ترویج ہوئی۔

میانوالی کی تاریخ میں ایک بات سامنے آتی ہے کہ تحریری مواد بہت کم دستیاب ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ کہ تمام بڑے بڑے شہر دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھے لیکن اس دریا نے کبھی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔یہ شہر کتنی بار دریا نے مٹا دیئے لیکن پھر نئے جوش کے ساتھ نئی جگہ آباد ہو گئے۔سب مال و متاع لٹ گیا لیکن لوگوں نے ہمت نہ ہاری اور نئی جگہ شہر آباد کر لیا۔دوسری وجہ شمال مغربی سمت سے آنے والے لشکر تھے جن کی گزرگاہ ہمارا ضلع ہی رہا۔یہ علاقے بار بار آنے والی فوجوں کے ہاتھوں بار بار تاخت و تاراج ہوئے۔رہی سہی کسر آخری دنوں میں سکھوں کی لوٹ مار نے پوری کر دی لیکن انہی شمال مغربی جانب سے آنے والے لشکروں کے ساتھ ایسے ایسے اللہ کے برگزیدہ بندے بھی تھے جو مجاہدین بن کر آئے اور یہاں کے کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور پھر یہاں ہی دفن کر دیئے گئے یا پھر یہ اولیائے کرام تبلیغ دین کی خاطر ان علاقوں میں کفار کے گڑھ میں رہائش پذیر ہو گئے۔یہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی اور پھر یہیں وصال فرما کر مدفون ہوئے۔اسی لئے یہاں کے اکثر مزارات گمنام شہداء کے ہیں یا پھر ایسے اللہ کے بندوں کے جن کے نام بھی معلوم نہیں

ہیں اور عرف عام جو معروف نام ہیں یہ ان کے اصل نام نہیں ہیں۔ان کے اصل ناموں اور خاندانوں کے متعلق کچھ علم نہیں اور یہی عظمت ان شہداء اور اولیائے کرام کی ہے کہ جنہوں نے اپنے گھر بار مال و اولاد و خاندان سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر چھوڑ دیا اور ایک نامعلوم مقام پر وصال فرما کر اپنے خالق و مالک کی طرف لوٹ گئے اور یقیناً یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔اسی لئے ان کے مزارات زندہ ہیں۔نہ ان کے نام معلوم ہیں نہ خاندان لیکن ان مزارات سے ہزار ہا لوگ فیض کے خزانے لوٹ رہے ہیں۔یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتاب کی فہرست کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے جو نام فہرست میں پہلے آئے ہیں ان کی فوقیت کی وجہ صرف حروف تہجی ہے۔

آخر میں میرے تمام دوستوں کا شکریہ جنہوں نے اس کام میں بے حد تعاون کیا۔ پہاڑوں، جنگلوں، دریاؤں میں سفر کے دوران میرے ہمسفر بنے۔میرے ہمراہ سفر کی تکالیف کو برداشت کیا اور اس سلسلہ تحقیق کو مکمل کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔

والسلام

سید طارق مسعود کاظمی
اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر
ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس میانوالی
مکان نمبر E/60-20/7-B گلی نمبر 12
وانڈھی گھنڈوالی میانوالی شہر
0333-9831855

تاثرات

گل بیگ خان قادری

تاریخ نویسی انتہائی مشکل اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ مؤرخ دراصل اسلاف کی امانت اخلاف تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اپنے اسلاف کی تاریخ سے ہی قومیں اپنی راہیں متعین کرتی ہیں۔ دریائے نیلاب (سندھ) کے کنارے آباد میانوالی کا علاقہ (جو تاریخ میں کچھی کے نام سے جانا جاتا ہے) کی تاریخ پرتہہ درتہہ پردے پڑے ہوئے ہیں اور اس کی دو بڑی وجوہ ہیں (۱) شمال مغرب سے آنے والے حملہ آوروں کا راستہ ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ بارہا تاراج و برباد ہوا نیز یہی علاقہ چونکہ پٹھانوں کے لئے اگلی چوکی کا کام دیتا تھا اس لئے پٹھانوں کی کامیابی سے آباد اور ناکامی کی صورت میں بربادی اس کا مقدر بن جاتی (۲) دریائے سندھ جیسے مہیب اور انتہائی تیز بہاؤ والے دریا کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے اکثر دریائی کٹاؤ کا شکار ہوتا رہا۔

ڈاکٹر لیاقت علی نیازی صاحب کی تشکیل کردہ نیلاب اکیڈمی سے امید بندھ چلی تھی کہ شاید ضلع میانوالی کی گم شدہ تاریخی کڑیاں اندھیروں سے تحقیق کے اجالوں میں آجائیں مگر ابھی تک شاید اس نہج پر کام نہیں ہوسکا جس کی امید کی جارہی تھی۔ اسی طرح محترم پروفیسر سلیم احسن سیفی نقشبندی صاحب نے بھی کچھ کام کیا ہے مگر تاحال ادھورا۔ پڑھے لکھے اور تحقیقی کام کرنے والے فرزندانِ میانوالی پر میانوالی کا یہ قرض ہنوز باقی ہے۔

گو سیرت و سوانح کو تاریخ سے الگ نام دیا گیا ہے مگر یہ تاریخ کا شعبہ ہے حق یہ ہے کہ بہت اہم شعبہ ہے۔ خدا بھلا کرے ہمارے محترم دوست سید طارق مسعود شاہ کاظمی مدظلہ العالی کا کہ آج سے کوئی دو ڈھائی سال قبل انہوں نے اسی شعبے پر کام کا آغاز کیا اور میانوالی کے علماء و مشائخ کی سوانح مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کام میں انہیں جو مشکلات پیش آئیں اس کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس قسم کے تحقیقی کام کا تجربہ رکھتے ہیں۔ ہم تو اس عرصہ میں ان کی بے قراریوں اور جگر کاویوں کے چشم دید گواہ ہیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی انہیں اسی جستجو میں منہمک پایا، گھر گئے تو کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جہاں کہیں بھی کسی مزار کا پتہ چلا وہاں تک ضرور پہنچے۔ وہاں کے مقامی لوگوں سے معلومات اکٹھی کیں۔ صاحبِ مزار کے متعلق پرنٹ مواد ملا تو اس پر تحقیق کی۔ مجھے بھی چند اسفار میں ان کا ساتھ دینے کا اتفاق ہوا نہ موسم کی شدت آڑے آئی نہ بھوک پیاس سدِ راہ ہوئی، نہ پیدل چلنے کی گھبراہٹ محسوس کی۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ جو کام شروع کیا ہے یہ احسن طور پر مکمل کر کے دم لیں گے۔ مسودے مکمل ہونے پر مجھے پڑھنے کا موقع ملا تو شاہ صاحب کی اس محنت کا کامل ادراک ہوا مؤلف کی یہ کوشش قابل صد تحسین ہے کہ کئی بزرگوں کے نام تک سے ہم نا آشنا تھے ان کے حالات زندگی ہمارے سامنے آگئے۔ کئی چھپے گوشے وا ہوئے۔

گو کہ بعض بزرگوں کے حالات زندگی انتہائی مختصر ہیں اور کچھ کے صرف نام ہی معلوم ہو سکے ہیں لیکن یہ بھی غنیمت ہے کہ میانوالی پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اس سے کئی راہیں روشن ہوں گی۔

ضلع میانوالی نے کئی شہسوارانِ قلم وقرطاس پیدا کیئے ہیں یہ کتاب ان کے راہوار قلم کے لئے مہمیز کا کام دے گی۔اس سلسلہ میں اہلیان میانوالی کی عموماً اور وابستگانِ سلاسل تصوف کو خصوصاً شاہ صاحب کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے۔

کاش کہ میانوالی کے صاحبِ ثروت احباب اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری قبول فرمالیں تاکہ ہماری آئندہ نسلیں ان بزرگوں سے متعارف ہوسکیں۔جنہوں نے دین کی خدمت واشاعت کے لئے اپنی عمر عزیز کو وقف کیئے رکھا۔

میرے جیسے کم علم اور مزدور پیشہ آدمی کا یہ مقام ہرگز نہیں کہ کسی تحقیقی کتاب پر اظہارِ رائے کرسکے الامر فوق الادب شاہ صاحب کے حکم کی تعمیل میں چند سطور لکھنے کی جسارت کی ہے ورنہ..... ایاز قدرخود راشناس.....

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

الاحقر گل بیگ خان قادری سکنہ وانڈھا سلیم خیل (کھباڑانوالہ) یوسی شہباز خیل تحصیل وضلع میانوالی

☆☆☆☆☆

تاثرات

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید خدائے عظیم وبرتر کی مقدس کتاب ہے۔اولیائے کرام کے ذکر خیر سے شروع اور انہی نفوس قدسیہ کے ذکر عظیم پر ختم۔محبوبانِ خدا کا ذکر کرنا، پڑھنا، سننا بہت بڑی سعادت وبرکت کا باعث ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفین کے دیدار جمال سے بہرور ہو جائے تو ان بزرگوں کے احوال سے باخبر رہنا بھی تاریکیوں کو دور کرتا ہے ان کے حالات و واقعات سے آگاہی میں وہی اثر انگیزی ہے جو ان کی صحبت اختیار کرنے سے ملتی ہے

حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ **ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الاولیاء کفارۃ**۔انبیائے کرام کا ذکر عبادت ہے اور اولیائے کرام کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں بزرگوں کے اخلاق و عادات کو ضبطِ تحریر میں لاکر محفوظ کرلیا جاتا ہے اس سے طمانیت، روحانی تسکین، عبرت اور نصیحت کے علاوہ بے حد و بے شمار فوائد وفضائل حاصل ہوتے ہیں۔اہل اللہ کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور زندہ دلوں کو مزید روشن و منور کرتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں بھی یہی جذبہ کارفرما ہے۔یہ کتاب کیا ہے ایک محبت

صادق کی صدائے ''محبت'' ہے۔ کتاب کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف نے ایسی بے مثل شخصیات کے حالات وواقعات کی جستجو میں سعی عظیم اور جہد مسلسل سے کام لیا۔ اس پر طرہ یہ کہ ان تمام معاملات میں ان کا خلوص شامل ہے اسی وجہ سے تاثیر وفوائد سے بھر پور ہے۔

حقیقتاً یہ مشاہدات وواقعات کے گلہائے رنگارنگ کا ایک حسین گلدستہ ہے جسے برادرم محترم سید طارق مسعود شاہ کاظمی نے ''اولیائے میانوالی'' کے نامِ اقدس سے سجا کر اہل محبت کو پیش کیا۔

محترم شاہ صاحب کو اپنے گلدستہ کے کسی گل کی خوشبو کا جھونکا جہاں کہیں سے بھی ملا، جس انداز سے میسر آیا ان سے ہمارے مشام جان کو معطر کیا۔ وہ عظیم ہستیاں جن کے حالات پر زمانہ کا کثیف حجاب پڑا ہوا تھا اپنی سعی عظیم وجہد مسلسل سے ان کو صرف آشکار ہی نہیں کیا بلکہ اس حسین انداز سے متعارف کرایا کہ ان کے نقوش ذہن پر کندہ ہو گئے۔

یہ بھی قابل تحسین ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بنفس نفیس تمام مصروفیات سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہر ہر مقام، خانقاہ، آستانہ اور مزار پر حاضر ہو کر حالات و واقعات کا بنظرِ غائر مشاہدہ کیا۔ تاریخ وسوانح کی خوب تحقیق کی اور کئی پوشیدہ حقائق سے پردہ بھی منکشف کیا۔

حقیقتاً یہ موجودہ اور آئندہ نسلوں پر ایک عظیم احسان ہے جو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی جنبش قلم سے نکلے الفاظ نے ہمارے آباؤ واجداد کی سفری تاریخ وعظیم سوانح کو شگفتہ گلاب کی طرح تروتازہ کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس مخلصانہ ومحبانہ کوشش کو قبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کو اولیائے کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

(پروفیسر صاحبزادہ) سید محمد علم الدین شاہ الازہری

ایم۔اے، ایم۔او۔ایل۔ فاضل جامعۃ الازہر (مصر)

پرنسپل جامعۃ القمر (طلباء وطالبات) متصل جامع مسجد مصطفیٰ سیکٹر 4/H بسم اللہ چوک نئی آبادی سعید آباد بلدیہ ٹاؤن کراچی۔

منتظم اعلیٰ اسلامک یونیورسٹی (خواتین) گلشن اقبال کراچی۔

نائب سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف (ضلع میانوالی) فون 0459-380836

☆☆☆☆☆

قرطاس سپاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم امابعد قرآن کریم فرقان عظیم ایک ایسی کتاب مستطاب ہے جو ہر ایک کے ایمان کا ذریعہ ہے اور اسی سے مسلمان اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو ڈھالنے کی سعی کرتا ہے۔اسی قرآن پاک میں اولیاء اللہ کی کرامات ملتی ہیں انہی نفوس قدسیہ کے بارے میں رب العزت کا ارشاد گرامی ہے **الا ان اولیا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا و کانو ایتقون البشری فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلك ھو الفوز العظیم** اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے **ھم قوم تحابوا فی اللہ علی غیرا رحام بینم ولا اموال یتعاطونھافو اللہ ان وجوھھم لنوروانھم لعلی منابر من نور لا یخانون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد کی تشریح یوں کی کہ دنیا میں اللہ والوں کو غم نہ ہوگا اور نہ اولاد کا اور نہ اگلے جہاں کا ڈر۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اولیاء اللہ کی پہچان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجائے، یہ حضرات قیامت کے روز نور کے منبروں پر فائز ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت مریم رضوان اللہ علیہا کا واقعہ رکرامت بیان فرمائی قولہ تعالیٰ **کلما دخل علیھا ذکریا المحراب** الی آخر۔ جب کبھی حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محراب میں تشریف لاتے تو بے موسم پھل پاتے تو آپ (ذکریا علیہ السلام) ان (حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پوچھتے یہ کہاں سے آئے؟ تو فرماتی عنداللہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔تو بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ولیہ تھیں اور یہ ان کی کرامت قرآن سے ثابت ہے۔

(۳) اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہے اور یہ حضرت خضر علیہ السلام کی کرامات تھیں۔

(۴) سورہ الکھف میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الکھف کا ذکر فرمایا یہ بھی اولیاء اللہ تھے۔900 برس غار کے اندر سوتے رہے حتیٰ کہ ان کے کتے نے بھی ان پر پہرہ دیا اور پھر جب انہوں نے رحلت فرمائی تو ان کی قبور پر مقبرہ بنایا گیا اور اسی سے ان کی کرامت بالقرآن ثابت ہے اور یہی اولیاء اللہ کے مزارات پر مقبرہ کا بھی ثبوت ہے۔

(۵) اسی طرح ذی القرنین کا قصہ بھی قرآن سے ثابت ہے۔

(۶) قرآن مجید فرقان مجید میں آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بھی موجود ہے جس نے آنکھ جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا۔

(۷) صحیح بخاری ومسلم میں جریج راہب کی مشہور حدیث ہے کہ بچے نے پنگھوڑے میں کلام کیا جب اس سے پوچھا گیا کہ اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ تو کہا

فلاں راعی۔

(۸) اسی طرح اصحاب غار کی حدیث بھی ہے کہ جب وہ غار کے داخل ہوئے تو ایک چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا اور وہ اندر پھنس گئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی نیکی کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخشی۔

(۹) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور کرامت بیان ہوئی کہ آپ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے دورانِ خطبہ آپ نے فرمایا اے ساریہ! پہاڑ کی طرف۔ ساریہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے کمانڈر بنا کر نہاوند بھیجا تھا اور فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی یوں آپ رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو مدینہ منورہ میں دیکھا اور ساریہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت دی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دیکھنا اور ساریہ و دیگر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سننا۔ یہ سب کرامات تھیں (رضوان اللہ عنہم)

(۱۰) حضرت العلا ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک غزوہ (جنگ) کے لئے بھیجا۔ غزوہ والی جگہ کے درمیان ایک دریا تھا۔ حضرت العلا رضی اللہ عنہ نے اسم اعظم پڑھا اور دیگر لشکر کے ہمراہ دریا کے اوپر چلنے لگ گئے یہ بھی ایک کرامت ہے **تلك كاملة عشرة**۔ اسی طرح کی اور کرامات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

جناب سید طارق مسعود کاظمی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے انتہائی جانفشانی، عرق ریزی، گرمی و سردی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ضلع میانوالی کے دور افتادہ قریہ قریہ امصار امصار تشریف لے گئے۔ اپنا زر کثیر اور قیمتی وقت کو صرف کر کے اولیاء ضلع میانوالی کے حالات سے واقفیت حاصل کی اور پھر اسے ضبط

تحریر میں لائے۔ واقعی یہ ایک کٹھن کام تھا مگر اولیاء اللہ کے فیضان سے وہ اپنے مقصد علیا میں کامیاب و کامران ہوئے۔ بقول علامہ محمد اقبال (علیہ الرحمہ)

یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

میں نے کتاب مستطاب کا مطالعہ کیا۔ تحریر کو اعلیٰ سستہ زبان اور عام فہم پایا۔ موجودہ دور جو کہ مادی دور کہلاتا ہے روشن خیالی کا نام بھی اسے دیا جاتا ہے اور اولیا اللہ اور ان کی کرامات کا انکار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ کرامات اور وجود مسعود اولیاء قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اسی بنا پر میں نے آغاز میں آیات بینات قرآن اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حوالہ جات تحریر کئے ہیں نیز عقائد نسفی میں ہے کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب مذہب ہے ''کرامات اولیاء حق'' کرامات اولیاء حق ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ طارق مسعود کاظمی کی یہ سعی جمیلہ و جلیلہ بطفیل سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور کاظمی صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اولیاء اللہ کی فیوض و برکات سے انہیں ہمکنار فرمائے آمین بجاہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

احقر البرایا **محمد خلیل الرحمن ہاشمی** غفرلہ

(پروفیسر گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل)

4ربیع الاول1429ھ بمطابق12مارچ2008ء

☆☆☆☆☆

تاثرات عبدالکریم قاسم

محترم طارق مسعود شاہ کاظمی اکاؤنٹس آفس میں آفیسر ہیں۔ لیکن پڑھنے لکھنے کا شغف ان کی اضافی خوبی ہے یہی شوق اور لگن انہیں مہمیز عطا کرتا ہے انہوں نے بزرگانِ دین وعلمائے کرام کا تذکرہ لکھنے کا کام عرصے سے شروع کر رکھا تھا اور وہ ناچیز سے مشاورت بھی کر لیتے تھے۔ تاریخی و تحقیقی نوعیت کے کام بڑے کٹھن اور طویل المیعاد ہوتے ہیں۔ مذکورہ تذکرے کی پہلی جلد منظر عام پر آ رہی ہے جس میں ضلع میانوالی اور مضافات کے اضلاع سے آئے ہوئے بزرگانِ دین وعلمائے کرام کے حالات زندگی، ان کے علمی و دینی کارنامے، روحانی فیوض اور کرامات کا تذکرہ استناد کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ان برگزیدہ ہستیوں پر لکھتے ہوئے طارق شاہ کاظمی کی عقیدت اور خلوص کے ساتھ تحقیقی انداز، مستند معلومات کی جستجو کی عکاسی بھی ہوتی ہے، وقت کی گرد میں معدوم ہونے والے کئی اکابر اب نئی زندگی پائیں گے جب تک کاغذ وقلم اور علم کی روشنی دوسروں تک پھیلانے کا سلسلہ جاری رہے گا طارق شاہ کاظمی کا یہ کارنامہ آئندہ نسلوں کے اذہان وقلوب کو منور کرتا رہے گا۔ اس تاریخی، تحقیقی، علمی و دینی اور روحانی تالیف پر محترم شاہ صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عبدالکریم قاسم

پرنسپل گورنمنٹ کالج لیاقت آباد پپلاں (ضلع میانوالی)

18 مارچ 2008ء

تقریظ

از: صاحبزادہ ابوالبرکات محمد ارشد سبحانی نیری اویسی قادری (بزم فیضان سبحانیہ)

الحمد لله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ بالله من الشطین الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

حضرات گرامی! خالق کائنات عزوجل نے اس عالم رنگ وبو کو امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے لئے پیدا فرمایا البتہ پیدا فرمانے کے بعد انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پہلے ابوالبشر حضرت سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہو کر امام الاولین والاخرین نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک یکے بعد دیگرے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اس لئے ہر شہر، قریہ، علاقہ اور قوم کی جانب نبی آتے رہے اور اصلاح امت فرماتے۔ آخر میں امام الانبیاء علت کائنات حضرت سیدنا ومرشدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر عالم دنیا میں مبعوث فرمایا اب جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کسی نبی کی آمد ممکن ہی نہ رہی۔ مخلوق تو صبح ابد تک آتی رہے گی۔ اب ان کی رشد وہدایت اور اصلاح کے لئے خداوند کریم جل مجدہ الکریم نے اولیاء کرام کی مقدس جماعت کو ولی، اوتاد، اغیاث، اقطاب، ابدال، اخیار، ابرار اور علماء ربانیین کی شکل میں دنیا میں محل رشد وہدایت قرار دیا اور قرآن مجید و

حدیث شریف کی نصوص سے کہیں دلالت مطابقی۔ کہیں تضمنی، کہیں التزامی سے ان کی شان کو اجاگر کیا تاکہ مخلوق ان سے روحانی فیضان، اصلاح احوال و اعمال کر سکے۔ جن روایات میں ان کی عظمت بیان کی گئی ہے ان میں ایک بحوالہ ابوداؤد شریف ملاحظہ ہو

عن عمر قال رسول الله تعالیٰ علیه واله وسلم ان من عباد الله لانا سا ما هم بانبیاء ولا شهداء عغبطهم الانبیاو الشهداء یوم القیمة بمکا نهم من الله تعالیٰ قالوا یار سول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم تخبرنا من هم قال هم قوم تحابو الی الله من غیر ارحام بینهم و اموال یتعالو نها فو الله ان وجوهم لنور وانهم لعلی نور لا یخافونهم اذاخاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرء هذه الایة الاان اولیاء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون (**ترجمہ**) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ (عزوجل) کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں نہ شہید ہیں اور پیغمبر اور شہید قیامت کے روز ان پر ان کے ایک خاص رتبہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ (عزوجل) کے نزدیک ان کو حاصل ہوگا، رشک کریں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم کو خبر دیجئے کہ وہ لوگ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں کہ محض حق تعالیٰ (عزوجل) کے تعلق سے ان میں باہم محبت ہے نہ کچھ آپس

میں رشتہ ناطہ ہے اور نہ کچھ روپیہ پیسہ کا لین دین ہے۔ بخدا (عزوجل) <u>ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور (کے مکانات) پر جلوہ گر ہوں گے۔</u> جب لوگ مبتلائے خوف ہوں گے وہ خائف نہ ہوں گے اور جب لوگ مغموم ہوں گے وہ مغموم نہ ہوں گے اور یہ آیت پڑھی الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

خط کشیدہ الفاظ سے آپ اندازہ لگالیں کہ چہروں کا نورانی ہونا اور نورانی محلات پر جلوہ گر ہونا اور پھر شہداء اور انبیاء کرام علیھم السلام ان پر رشک کریں گے۔ اس سے بڑھ کر عظمت اور فضیلت اور تفوق کیا چاہیے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! یہ مقدس جماعت جس کی عظمتوں پر قرآنی آیات اور احادیث رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم گواہ ہیں۔ ہم مسلمانوں میں قیامت تک آتی رہے گی۔ امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کا جناب حضرت سیدنا عمر فاروق و حضرت سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو امام العاشقین سہیل یمنی حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج کر ان سے اپنی امت کی بخشش کے لئے دعا کا کہلوانا بتاتا ہے کہ غالباً اشارۂ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھا کہ دنیا والو ہم دنیا سے بظاہر چلے جائیں گے صحابہ کرام علیھم الرضوان نیز ظاہراً روپوش ہو جائیں گے لہٰذا اس وقت اپنی مشکلات کے حل کے لئے دعاؤں کا مرکز اولیاء کرام، ان کے آستانے، ان کے مقابر، ان کی چلہ گاہیں قرار دیئے رکھنا۔ اس لئے ان سے تعلق برقرار رکھنے کی صورت میں خداوند قدوس جل مجدہ الکریم تمہاری مشکلات کو بھی آسان فرمائیں گے اور تمہیں سکون واطمینان کی دولت ان کی معیت اور ذکری سے بھی میسر آسکے گی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو ترمذی نے نقل کی ہے کہ سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ

بندگان خدا ایسے بھی ہیں کہ "**لو اقسم علی اللہ لابرہ**" کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ (عزوجل) ان کی قسم سچی کر دیں۔

حضرات گرامی! درجنوں آیتیں اور سینکڑوں حدیثیں اس مضمون پر شاہد عادل ہیں۔ زیر نظر کتاب سرزمین اولیاء میانوالی، بھی انہی اولیاء کا تذکرہ ہے اس میں بہت محنت اور تحقیق سے علماء کرام ومشائخ عظام کے حالات، کرامات، واقعات مرتب کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ عزیز مکرم حضرت قبلہ سید طارق مسعود شاہ کاظمی عطاری نیری القادری مدظلہ کی اس عظیم کاوش کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کی منشاء یزدی کے مطابق اولیاء کرام کے دروں سے وابستگی اور ان سے اکتساب فیض کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین

اس دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری (حضرت علامہ مولانا) ابوالبرکات

محمد ارشد سبحانی نیری اویسی القادری غفرلہ

تلوکر انوالہ شریف (فاضل) ضلع بھکر

۲ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بروز بدھ

فاضل متبحر حضرت علامہ احمد دین گانگوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (گانگی شریف میانوالی):

آپ مولانا غلام علی صاحب کے گھر 1843 میں ایک چھوٹی سی بستی گانگی میں پیدا ہوئے۔

گانگی شریف: یہ چھوٹا سا قصبہ دریائے سندھ کے کچہ میں آباد تھا اور بقول پروفیسر محمد فیروز شاہ صاحب، جہاں آج کل چشمہ بیراج کی جھیل کا وسیع وعریض پانی پھیلا ہوا ہے۔ یہاں گانگی کا چھوٹا سا قصبہ بھی آباد تھا۔ مٹی اور سرکنڈوں سے بنائے گئے گھر ہر سال نئے بنانے پڑتے تھے کیونکہ سیلاب آتا تو یہ کچے مکان بھی اس کی زد میں آجاتے تھے۔ یہاں کی زبان میں سیلاب آتا تو لوگ کہتے کانگ آگئی ہے۔ کانگ سے متاثرہ گاؤں کا نام کانگی پڑا جو بالآخر کثرت استعمال سے گانگی بن گیا۔

خاندان: آپ خاندان سادات کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے جد امجد میاں علی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی میانوالی ہیں۔ آپ ان کے فرزند شاہ محمد اسحاق کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ محمد اسحاق حضرت سلطان زکریا کے بھائی ہیں۔ حضرت شاہ محمد اسحاق کی اولاد سے بہت بڑے بڑے عالم ہوگزرے ہیں لیکن افسوس کہ اکثر کے حالات زندگی موجود نہیں ہیں۔ اس خاندان کی روایت تھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قطعہ تحریری شکل میں نسل در نسل منتقل ہوا (**ترجمہ**) **ہم خدائے جبار کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم اور جاہلوں کو مال دیا ہے۔ مال عنقریب فنا ہونے والا**

ہے لیکن علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے۔ ہر مرنے والا باپ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے یہی تحریر دیتا آیا ہے اسی وجہ سے اس خاندان میں بے شمار علماء وفضلاء ہوگزرے ہیں۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔اس کے بعد مولانا علی محمد ہاشمی کے درس واقع سیلواں میں حاضر ہوئے اور وہاں پڑھتے رہے۔اس وقت سیلواں کا یہ مدرسہ بہت مشہور تھا اس کے بعد ضلع مظفر گڑھ مولوی غلام رسول سے جا کر علم حاصل کیا۔ ملتان میں مولانا عبدالرحمن کی قدم بوسی کر کے دین سیکھا۔اس کے علاوہ لکھنو کے علماء کی خدمت کرتے رہے اور ان سے علم کے موتی چنے۔آخر کار 1865 میں دہلی سے سند تکمیل حاصل کی۔والد صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے تدریس تبلیغ اور افتاء کا فریضہ سنبھالا اور 63 سال تک اس فریضے کو سر انجام دیتے رہے۔

تذکرہ اکابر اہل سنت میں آپ کا ذکر خیر: حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے آپ کا ذکر خیر یوں فرمایا ہے۔'' آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے لیکن حضرت ثانی خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بہت جلد صاحب کمال بن گئے۔ حضرت ثالث خواجہ محمد ضیا الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے فضل وکمال کے پیش نظر آپ کو آستانہ عالیہ سیال شریف کا مفتی اعظم مقرر فرمایا تھا اس عہدے کے فرائض کو آپ نے بڑی محنت اور قابلیت سے انجام دیا۔آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور حق تحقیق ادا کیا مثلاً عشر وزکوٰۃ کے

موضوع پر اسلامی بیت المال اور مسئلہ سماع (قوالی) پر ضیائے شمس الانوار تالیف کیں جو طبع ہوگئی ہیں۔ان کے علاوہ مسئلہ علم غیب، حاضر وناظر، استغاثہ بحضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، تین طلاقیں بیک لفظ دینے اور دیگر موضوعات پر آپ کی تصانیف تا ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں۔حضرت مولانا احمد دین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح معنوں میں علمائے سلف کی یادگار تھے۔کبھی خوف ولالچ آپ کو اظہار حق سے باز نہ رکھ سکا۔125 سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے خود چل کر مسجد میں تشریف لاتے۔عالم جوانی سے آخر عمر تک نماز تہجد، اشراق اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے معمولات اہتمام سے ادا کرتے رہے۔آپ فی الواقع صاحب کرامت بزرگ اور علمی اعتبار سے مرجع خلائق تھے۔

آستانہ عالیہ سیال شریف سے محبت و عقیدت:

آپ فرمایا کرتے تھے سیال شریف میں ''رنگن'' چڑھی ہوئی ہے (بڑا برتن جس میں کپڑوں کو رنگا جاتا ہے) جو بھی سیال شریف کا غلام بنتا ہے اس کو رنگ لگ جاتے ہیں اور پیر سیال کی غلامی دائمی خوش بختی کا رنگ لگا دیتی ہے۔جس سے دین ودنیا کی فلاح نصیب ہوتی ہے۔

انوار قمریہ میں آپ کا ذکر خیر: مولانا احمد دین گانگی والے کے صاحبزادہ کی شادی پر میرے حضرت غریب نواز تشریف لے گئے تو اس وقت مولوی صاحب کا صرف ایک (کوٹھا) کمرہ تھا جس میں رات کو حضور کو ٹھہرایا اور خود کچھ کانے (سرکنڈے) وغیرہ کے گٹھوں کو آس پاس جمع کر کے درمیان میں بال بچوں کو رات بھر سلا دیا۔سردی کی رات اس حالت میں گزار دی صبح کو جب حضرت صاحب

نے استفسار فرمایا کہ مولوی صاحب تمہارے بال بچوں نے رات کہاں گزاری ہے؟ تو عرض کی یہیں آپ کے پڑوس میں ۔ دوبارہ پوچھا کہ اور مکان تو تھا نہیں کہاں رات گزاری؟ تو عرض کیا کہ بال بچوں کے ارد گرد کانوں (سرکنڈوں) کے گٹھے اکٹھے کر دیئے تھے چونکہ آپ نے مولوی صاحب کو نوازنا تھا اس لیے رات کو کچھ نہ فرمایا صبح ان کی زبانی سننے پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ 1926 کا ہے کیونکہ حضرت صاحب غریب نواز نے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ 1927 آنے والا ہے۔ جب دوسرے تیسرے سال ہم تونسہ شریف عرس سے واپس ہوئے تو اس وقت مولوی صاحب مذکورہ کے مکانات کا ایک محلہ بن چکا تھا۔ پختہ مکانات اعلیٰ پیمانہ پر تعمیرات کا مکمل محلہ بن گیا تھا۔ یہ صرف خاموشی ہی میں میرے حضرت غریب نواز نے نظر کرم سے نوازا۔

دینی علوم کی تدریس اور آپ کے تلامذہ: آپ کی خدمت میں دور دور سے طالب علم آتے اور علم دین سیکھتے۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے نامی علمائے کرام شامل ہیں کچھ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میانوالی

مولانا نورالزمان شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوٹ چاندنہ

مولانا فقیر محمد کابلی

مولانا نور محمد لائل پوری

مولانا دولت خان کابلی

مولانا محمد زاہد دریا خان

آپ کا وصال مبارک: آپ نے زندگی کے آخری چالیس روز میں کھانا، پینا بالکل بند کر دیا تھا۔ کھانے کے اوقات میں آسمان کی طرف ہاتھ بلند فرماتے اور ہاتھ کو منہ کی طرف لے جاتے جیسے کچھ تناول فرما رہے ہوں۔ اس بارے میں آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ غلام فخرالدین صاحب گانگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ کا کھانا دربار الٰہی سے آتا ہے جسے آپ تناول فرماتے ہیں۔ 4 رجب 1388ھ بمطابق 28 اکتوبر 1968 بروز ہفتہ ایک بجے دن اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی روح انور اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ آپ کے وصال سے اہل سنت و جماعت ایک فاضل کامل صاحب دل ولی اللہ سے بظاہر محروم ہو گئی۔ آپ کے جنازہ میں کثیر تعداد میں دور دور سے لوگ شرکت کرنے آئے۔ آپ کو جامع مسجد و مدرسہ شمس العلوم گانگوی محلہ مولوی گانگوی صاحب میانوالی شہر میں دفن کیا گیا۔ آپ کے فرزند حضرت علامہ غلام فخرالدین صاحب گانگوی جو کہ بہت بلند پایہ عالم باعمل تھے۔

حوالہ جات:

۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت

۲۔ تحریر وانٹرویو پروفیسر محمد فیروز شاہ

۳۔ تحریر حضرت صاحبزادہ نعیم الدین شاہ گانگوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ گانگویہ جامع مسجد گانگوی میانوالی

۴۔ انوار قمریہ

۵۔ تحریر خیر محمد ہاشمی سلطان خیل

۶۔ رسالہ بادبان میانوالی نمبر

حضرت علامہ مولانا خواجہ احمد خان ثانی میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میرا شریف ضلع اٹک):

اگرچہ آپ کا مدفن میرا شریف میں ہے لیکن میں نے ضروری سمجھا کہ اس بزرگ ہستی کا تذکرہ بھی اولیائے میانوالی کے ساتھ کیا جائے کیونکہ آپ اسی ضلع کے رہنے والے تھے۔ دوسری وجہ ایک بہت خوبصورت کتاب فیضانِ میروی کا دستیاب ہونا تھا۔ جو کہ اصل تصنیف فخر الاولیا خواجہ محمد فخر الدین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اور پروفیسر محمد نصر اللہ معینی صاحب نے ترجمہ کی ہے اور پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین زیب آستانہ بیربل شریف ضلع سرگودھا نے شائع کرائی ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت میروی خواجہ احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات کے ساتھ ساتھ ثانی خواجہ احمد خان میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون اسی کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔

ابتدائی حالات: خواجہ احمد خان ثانی میروی 1287ھ میں چکڑالہ (ضلع میانوالی) کی مردم خیز سرزمین میں ایک مرد صالح محمد پناہ کے ہاں پیدا ہوئے آپ نے قرآن پاک کی تعلیم مولانا عبداللہ سے حاصل کی جو کہ حضرت میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور ان کے اوصاف حمیدہ کی باتیں سن کر میرا شریف جا پہنچے اور بیعت کرلی۔ حضرت صاحب کے حکم پر قرآن پاک کی تعلیم مکمل کی اور دوبارہ آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ اعلیٰ حضرت میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مزید تعلیم کے لئے نصیحت کی اور راہبری فرمائی۔ آپ نے مکھڈ شریف، بلکسر کے علاوہ کئی جگہوں سے علم حاصل کیا اس کے ساتھ ساتھ علم طب بھی سیکھا۔ آخر کار حضرت میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دست مبارک سے 1308ھ میں آپ کی دستار بندی فرمائی۔ کچھ

عرصہ چکڑالہ میں حکمت کرتے رہے پھر سب کچھ چھوڑ کر میرا شریف جا پہنچے اور راہ طریقت کے مسافر بن گئے۔ اب اپنے مرشد سے اتنا قرب بڑھا کہ کسی لمحے کی جدائی منظور نہ تھی آپ کی صلاحیتوں اور خدمت کے انداز کو دیکھتے ہوئے آپ کو لنگر اور امور خانہ کا نگران بنا دیا گیا۔

انگریز دشمنی: آپ نے لوگوں کو انگریزوں کی حکومت میں نوکریاں کرنے سے منع فرمایا اور ان کی فوج میں بھرتی نہ ہونے پر اصرار کیا۔ حکومتی ارکان نے باہمی سازش کر کے قاصد بھیجا کہ حکومت کو بیگار کے لئے اونٹوں کی ضرورت ہے لہذا خانقاہ کے لنگر کے اونٹ دیئے جائیں۔ آپ اس دن لنگر خانے میں موجود نہ تھے دوسرے منتظم نے قاصد کو اونٹوں کے محافظ کی طرف رقعہ لکھ کر دے دیا راستے میں حضرت صاحب سے ملاقات ہوگئی اس نے رقعہ دکھایا تو آپ نے غصے میں آکر پھاڑ دیا کہ لنگر کے اونٹ حضرت اعلیٰ کے خادم ہیں انگریز کے خادم نہیں۔ قاصد نے درشتگی کے ساتھ کہا میں ڈپٹی کمشنر کو شکایت کروں گا اور دیکھنا تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ وہ دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا۔ اس نے راستے میں دریائے سوان سے گزرنا تھا۔ اس میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک سیلابی ریلا اس کو بہا کر لے گیا اور وہ غیرت فقیر کا شکار ہوگیا۔

سادگی: آپ انتہائی سادگی سے رہنا پسند کرتے تھے۔ آپ کا لباس سفید کرتا، تہبند اور کپڑے کی ٹوپی ہوتی تھی۔ آپ کے پاس ایک ہی کرتا تھا۔ فتح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کرتا میلا ہو جاتا تو آپ چادر لپیٹ لیتے میں کرتا دھو دیتا اور پھر سکھا کر اسی کو استعمال کرتے۔ میں نے عرض کیا دوسرا کرتا بنوا لیتے ہیں فرمایا کہ وقت گزر

جائے گا کیوں اسراف کرتے ہو۔

خانقاہ کی تعمیرات: آپ کے دور میں خانقاہ نے بے حد ترقی کی مہمان خانے، کنویں، تالاب تعمیر کرائے گئے اور حضرت اعلیٰ کا عالی شان روضہ آپ ہی نے بنوایا۔ آپ 20 سال تک حضرت اعلیٰ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔

حضرت میاں محمد کھڑی شریف سے ملاقات:

دوران حصول تعلیم آپ ایک مرتبہ کھڑی شریف جا پہنچے ان دنوں حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کا شہرہ تھا۔ آپ کے دل میں ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اتفاقاً ایک بزرگ وہیں مل گئے جنہوں نے بتایا کہ میں ان کا استاد ہوں اور میاں محمد صاحب نے مجھ سے کریما اور گلستان پڑھی ہے۔ خواجہ احمد خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ علم کے بغیر کیا درویشی ہوگی۔ بہر حال ان سے ملنے کے لئے حاضر ہوا مجھے گلے لگایا اور پوچھا مولوی صاحب! بغل میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی ''شرح ملا'' فرمایا کہ ذرہ سبق تو سناؤ میں نے دل میں سوچا کہ گلستان پوری پڑھی نہیں اور پوچھتے ہیں کہ ملا شرح کا سبق سناؤ۔ خیر میں نے سبق سنانا شروع کر دیا تو آپ نے کسی زبردست عالم کی طرح نحوی اعتراضات کئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ آپ تو زبردست عالم ہیں۔ اس بابا جی نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ فوراً میرے دل کے خیال سے آگاہ ہوئے اور بولے بابا جی نے سچ کہا ہے لیکن مولوی صاحب جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو علم الاولین والآخرین اس پر منکشف فرما دیتے ہیں پھر.....................!

دِس اندر بھولے بھالے وچوں آب حیاتی ہو

کے مصداق بن جاتے ہیں پھر مجھے کھانا کھلایا اور فرمایا تم یہاں ٹھہر جاؤ میں تمہیں اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنا کر رکھوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ میرا شریف والی سرکار کی انگوٹھی میں لگ چکا ہے اور پھر ان کے احوال آپ کو سنائے اور اجازت کا طلب گار ہو کر وہاں سے آگے کی طرف گیا۔

استاد کی خدمت کا صلہ: حضرت اعلیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق آپ ایک دور دراز جگہ پر ایک استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں استاد صاحب کے مکان کے علاوہ ایک دو مکان تھے آپ سبق پڑھنے کے بعد قریب کی بستی میں جا کر رہائش رکھتے تھے۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ بارشیں شروع ہو گئیں اور استاد صاحب کا مکان گر گیا آپ پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو استاد صاحب کو انتہائی غمگین حالت میں پایا کیونکہ بارشوں سے ان کا مکان گر گیا تھا اور استاد صاحب غربت کی وجہ سے مکان بنانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس لئے انتہائی پریشان بیٹھے تھے آپ نے استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو تسلی دی کہ آپ اطمینان رکھیں بندہ یہ کام کرنا جانتا ہے آپ کا مکان از سر نو بنا دیا جائے گا۔ آپ فوراً مکان کے کام میں جُت گئے۔ پہلے دن سارا ملبہ صاف کیا اور اگلے دن دیواریں بنا کر مکان کی چھت ڈال دی۔ تین چار روز کی شدید محنت کے بعد مکان تیار کر کے استاد کا سامان اندر رکھا پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور میروی کی بارگاہ میں حاضر ہوں جو آپ کو کہہ رہے ہیں کہ آپ میرا شریف کی جنوبی سرحد پر پہنچیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سواری آ رہی ہے آپ فوراً اس طرف چلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آگے آگے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا گھوڑا تھا اور پیچھے چار

اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سوار آ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے طلائی لباس پہنا ہوا ہے۔ آپ فوراً قدم بوس ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دست شفقت آپ کے شانے پر رکھا اور اسی حالت میں میرا شریف کی طرف چلے۔ حضور میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی استقبال کے لئے باہر تشریف لے آئے اور کچھ دیر کے لئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دربار میں رونق افروز ہوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم واپس ہونے کے لئے سوار ہوئے تو حضور میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شمالی سرحد تک حاضری دو۔ آپ اس جگہ پر پہنچے تو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بکمال شفقت آپ کو رخصت کیا۔ آپ واپس حضرت میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کی خدمتِ استاد صاحب مقبول ہوئی صبح اجازت لے کر فلاں مقام پر پہنچو۔ فرماتے ہیں کہ میں صبح استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت کا طالب ہوا تو استاد محترم رونے لگے کہ مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ لیکن میں نے اپنی معذوری کا واقعہ سنایا تو بادل نخواستہ اجازت فرمائی اور میرے لئے دعا بھی فرمائی۔

﴿☆﴾ یہ فارسی نظم حضرت علامہ محمد فخر الدین چشتی میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب فیضانِ میروی سے لی گئی ہے جو آپ نے حضرت احمد خان ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت گزاری اور جاں نثاری کی تعریف میں مثنوی سفر معرفت میں لکھی ہے۔

شیرِ یزداں صاحبِ سجادۂ   در محبت خواجہ بس دلدادۂ

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے شیر حضرت سجادہ نشین صاحب (میرے) خواجہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ازخود رفتہ ہیں۔

فاضلے تبحرے علامہ   در فنون علم طب فہامہ

﴿ترجمہ﴾ آپ ایک فاضل اور متبحر عالم ہیں اور علم طب میں بھی بڑے ماہر ہیں۔

سبق عشق از پیشوائے عاشقاں   خواند چوں بگذاشت اول خانماں

﴿ترجمہ﴾ آپ نے اہل عشق کے پیشوا حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے عشق کا سبق پڑھا جب پہلے اپنے گھربار سے دست بردار ہو گئے۔

پاک شست از سینہ قانون رئیس   پس شفائے جست زاں خاک نفیس

﴿ترجمہ﴾ انہوں نے طب کی کتاب ''قانونِ رئیس'' اپنے قلب سے دھو ڈالی۔ پھر اس خاک پاک سے شفا ڈھونڈی

در محبت شیخ خود گردید چست   خواند تکبیرے بہر چیزے کہ ہست

﴿ترجمہ﴾ وہ شیخ کی محبت میں بڑے سرگرم ہو گئے اور انہوں نے اپنی ہر موجود چیز پر تکبیر پڑھ دی (یعنی اس سے دست بردار ہو گئے)

خدمتے نگذاشت کو آنرا نکرد   بارِ محنت مثلِ عشاقاں بہ برد

﴿ترجمہ﴾ کوئی خدمت ایسی نہ ہوگی جو انہوں نے نہ کی ہو۔ انہوں نے عشاق کی طرح ہر مشقت برداشت کی۔

در طریق عشق رسوائی گزید   پیشِ اسپ خواجۂ خود می دوید

﴿ترجمہ﴾ راہِ محبت میں انہوں نے رسوائی برداشت کی۔ وہ اپنے خواجہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھوڑے کے آگے آگے دوڑتے رہے۔

آفتابہ داشت اندر دستِ خویش   در جنابش بیخود آمد عشق کیش

﴿ترجمہ﴾ وہ اپنے ہاتھ میں کوزہ (لوٹا) لئے حضور کی خدمت گزاری میں لگے رہتے

اور بیخودی کے عالم میں سراپا عشق بن کر حاضر ہوتے تھے۔

بود درویش وز خدمت شہ شد   پرتو از خورشید بر دو ماہ شد

﴿ترجمہ﴾ وہ ایک درویش انسان تھے مگر خدمت کی وجہ سے بادشاہ بن گئے۔ سورج کے عکس سے وہ چاند بن گئے۔

بر دلم مثل نقش مرقوم شد   ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

﴿ترجمہ﴾ میرے دل پر یہ بات نقش ہوگئی ہے کہ جس نے خدمت کی وہ مخدوم بن گیا۔

نکتہ گفتہ پر ز معنیٰ معنوی   صاحب اسرار حقیقت مولوی

﴿ترجمہ﴾ یہ معنیٰ سے لبریز نکتہ (مثنوی کے مصنف) صاحب اسرار حقیقت حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

ہیچ کس از خود بخود چیزے نشد   ہیچ آہن خنجرے تیزے نشد

﴿ترجمہ﴾ کوئی بھی خود بخود کچھ نہیں بن جاتا۔ کوئی لوہا (خود بخود) تیز دھار خنجر نہیں بن سکتا۔

ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار   تا کہ شاگردے شکر ریزے نشد

﴿ترجمہ﴾ کوئی حلوائی ماہر فن نہیں بن سکتا جب تک کسی شکر ریز (حلوائی) کا شاگرد نہ بنے۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم   تا غلامِ شمس تبریزے نہ شد

﴿ترجمہ﴾ مولانا روم اس وقت تک مولوی (خدا والے) نہ بن سکے جب تک وہ (حضرت) شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غلام نہ بنے۔

کوائف وصال: حضرت احمد خان ثانی علیہ الرحمہ کا جسم وظیفہ انفاس کی وجہ سے

کمزور ہوگیا تھا کیونکہ وظیفہ انفاس آخر دم تک آپ کا معمول رہا۔ آپ نے عمر کا آخری ایک مہینہ مکمل حالت استغراق میں گزارا لیکن اس حال میں بھی آپ کو چارپائی پر ڈال کر مسجد میں نماز با جماعت کے لئے لایا جاتا۔ آپ نماز ادا فرماتے اور پھر استغراق میں چلے جاتے۔ آخر کار 21 صفر 1350ھ بمطابق 1931ء دارفنا سے دار بقاء کی جانب کوچ فرما گئے۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ کے پہلو میں موجود ہے۔

حوالہ جات:

فیضان میروی
جمال فقر

حضرت علامہ ابوالسعد احمد خان قدس سرہ (خانقاہ سراجیہ کھولہ شریف):

تھل کے تپتے ہوئے صحراؤں میں انتہائی گرم ہوا لو بن کر چلتی ہے تو سامنے آنے والی ہر چیز کو جھلسا دیتی ہے۔ انسان حیوان چرند پرند نباتات سب اس تپتے صحرا کی گرم لو کے تھپیڑے برداشت کرتے ہیں لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس لق ودق صحرا سے ایک ایسا نامور پیدا ہوگا جس کے علم اور زہد وتقویٰ سے صحرا کی تپتی ریت ٹھنڈی ہو جائے گی اور باد سحری کی مانند ہوا کے خوشگوار جھونکے اس ریگزار کو جنت نشان بنا دیں گے۔ اسی صحرا میں ایک چھوٹی سی بستی بکھڑا تھی جس میں حضرت والا شان مولانا احمد خان قدس سرہ راجپوت تلوکر خاندان کے ملک مستی خان کے ہاں 1878ء میں پیدا ہوئے۔

اللہ کے ولی باذن اللہ غیب کا علم رکھتے ہیں:

ہاں ایک شخصیت تھی جس کو معلوم تھا کہ یہاں ایک اللہ کا برگزیدہ بندہ پیدا ہوگا۔ آپ کی پیدائش سے قبل ایک اللہ کے ولی کا کشف ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں ایک بہت بلند پایہ بزرگ اور اللہ کے ولی حضرت غلام محمد بکھڑوی جو آپ کی پیدائش کے وقت حیات تھے لیکن بے حد ضعیف ہو چکے تھے۔ لوگ محبت وعقیدت کے پیش نظر آپ کو پنگھوڑے میں ڈال کر ادھر اُدھر لے جاتے تھے۔ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی ملک مستی خان یہاں سے گزریں تو مجھے ان کے راستے پر لے جایا کرو۔ آپ بڑی محبت سے ان کو ملتے احوال پوچھتے۔ آخر ایک دن مریدین نے سوال کیا یا حضرت! اس کی وجہ؟ یہ دنیادار آدمی ہے آپ اتنے ضعیف ہونے کے باوجود

بڑے اہتمام سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ میں اس ولی کا احترام کرتا ہوں جو اس ملک مستی خان کی پشت میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی پشت میں موجود اولاد کے متعلق بھی جان لیتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آنے والا کتنے بڑے رتبے کا حامل ہوگا۔

اللہ کے ولی کی خدمت میں حاضری برائے حصول برکت: آپ کے والدین اللہ کے برگزیدہ بندوں کے عاشق تھے۔ حضرت غلام محمد بکھڑوی علیہ الرحمہ سے تو ان کو خاص محبت وعقیدت تھی چنانچہ آپ کے والدین آپ کو اور آپ کے بھائی کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بچے یعنی حضرت احمد خان کو علم دین سکھانا اور دوسرے بھائی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عزت و وقار حاصل کرے گا لیکن جلد زوال پذیر ہوگا۔ آپ کی پیشن گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ حضرت احمد خان نے دین کا علم سیکھا اور عزت حاصل کی جبکہ دوسرا بھائی دنیاوی عزت و وقار اور رتبے کا حامل ٹھہرا اور تحصیل دار بنا لیکن کسی وجہ سے نوکری سے محروم ہو گیا اور ایک برگزیدہ بندے کی بات سچ ثابت ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم کا آغاز بکھڑا شریف کی جامع مسجد سے ہوا جہاں آپ نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو مزید علم دین سیکھنے کا شوق ہوا چنانچہ بغیر کسی کو بتائے حضرت علامہ عطا محمد قریشی سیلواں (خلیفہ حضرت سراج الدین موسیٰ زئی شریف) کی خدمت میں پہنچ کر علم دین سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت علامہ نے آپ کا نام وخاندان پوچھا تو دل میں سوچا کہ یہ ملک زادہ ہے اور اچھی خاصی زمیندار فیملی ہے یہ کہاں پڑھے گا۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ بیٹے اگر آپ پڑھنا چاہتے

ہیں تو پھر آپ کو یہ بال کٹوانا پڑیں گے۔ پہلے جاؤ اور سر کے بالوں کو صاف کرا دو (اس زمانے کے دستور کے مطابق ملک زادے ایک خاص قسم کے بال رکھتے تھے جو بڑے بڑے ہوتے تھے اور انہیں "پٹے" کہتے تھے) ان کا خیال تھا کہ یہ اپنی روایت نہ چھوڑے گا اور یوں یہ بلا سر سے ٹل جائے گی۔ لیکن آپ فوراً گئے اور بال کٹوا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اب استاد کو یقین آ گیا کہ واقعی یہ بچہ پڑھنے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ بڑی تندہی سے آپ کو پڑھانا شروع کر دیا۔

حصول علم دین کی راہ میں مشکلات: تحفہ سعدیہ میں لکھا ہے کہ جو کھانا (نانِ جویں) طلباء کو دیا جاتا تھا وہ آپ کو بھی ملنے لگا اور آپ ذوق وشوق سے پڑھنے لگے گھر والوں کو کسی قسم کی اطلاع بہم نہ پہنچائی۔ خیال تھا کہ اگر انہیں میری اقامت کا پتہ چل گیا تو یہاں سے گھر واپس لے جائیں گے اور سلسلۂ تعلیم منقطع ہو جائے گا غرض آپ نے عربی صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولانا عطا محمد قریشی کے درس میں پڑھیں۔ پھر بندیال ضلع خوشاب چلے گئے یہاں ایک مدرسہ میں داخل ہوئے جہاں حضرت مولانا نامی درس دیا کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ اب بھی گھر والوں کو اطلاع نہ دی اور نہ ہی ان سے خرچ مانگا۔ مولانا کے لنگر سے جو کچھ کھانے کو مل جاتا صبر وقناعت سے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے بڑے انہماک سے درس ومطالعہ میں مشغول رہتے۔ خود بیان کیا کرتے تھے کہ بندیال میں تعلیم کے دوران کھانا اکثر وبیشتر ایک دن ناغہ کے بعد ملتا تھا وہ بھی جو کی ایک روٹی۔ لیکن تشنگی علم ایسی چیز ہے کہ ظاہری اسباب اور دنیوی ساز وسامان کا فقدان اس کے سامنے حقیقت نہیں رکھتا۔ صبر وشکر سے اسی تیسرے روز ملنے والی جو کی ایک روٹی پر گزارہ

کرتے۔ دینی علوم کے مطالعہ میں شب وروز ایسے منہمک رہتے کہ اشتہائے شکم کا دھیان تک نہ آتا۔ فرماتے تھے کہ اس درجہ انہماک رہتا تھا کہ مجھے گرد وپیش کی چیزوں کا احساس نہ ہوتا تھا۔

انہماک مطالعہ کی ایک مثال: فرمایا کہ جب والدین کو میرے بندیال میں تعلیم حاصل کرنے کا علم ہو گیا تو والد صاحب نے بھائی ملک محمد خان کو خیریت احوال معلوم کرنے کے لئے وہاں بھیجا۔ وہ گھوڑے پر سوار بکھڑے سے بندیال پہنچے۔ مدرسہ میں استاد گرامی سے دریافت کیا احمد خان کہاں ہے؟ استاد محترم نے فرمایا کہ باہر جنگل میں کسی درخت کے نیچے بیٹھا مطالعہ کر رہا ہوگا۔ چنانچہ بھائی صاحب گھوڑے پر سوار میرے قریب آ کر دیر تک کھڑے رہے اور مجھے مطالعہ میں محو ہونے کی وجہ سے کچھ خبر نہ ہوئی۔ وہ آدھ گھنٹہ اسی انتظار میں کھڑے رہے کہ میں کتاب سے نظر ہٹاؤں تو وہ مجھ سے بات کریں بعد میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ آدھ گھنٹہ سے تمہارے پاس کھڑا انتظار کرتا رہا کہ تمہیں اپنی طرف متوجہ پاؤں تو گفتگو کروں۔

تحصیل علم کے لئے ہندوستان کا سفر: بندیال میں آپ عربی کی متوسطات پڑھنے کے بعد تکمیل علم کے لئے ہندوستان چلے گئے۔ پہلے مراد آباد پہنچے وہاں کچھ عرصہ مدرسۂ شاہی میں پڑھا۔ پھر وہاں سے کانپور تشریف لے گئے یہاں مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا عبید اللہ بکھروی تعلیم فقہ وحدیث دیتے تھے ان حضرات سے آپ نے تکمیل دورہ حدیث کیا۔

راہ سلوک کا سفر: بندیال شریف میں زمانہ طالب علمی ہی میں آپ

حضرت پیر سید لعل شاہ ھمدانی قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے اور سلسلہ نقشبندی کے ذکرواذکار سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ان کے وصال کے بعد ان کے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کے لئے درخواست گزار ہوئے۔انہوں نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ شاہ صاحب کے سب مریدان کے شیخ کے مرید ہیں آپ فی الحال حصول علم دین پر توجہ دیں۔آپ اپنے شیخ طریقت کے حکم کی تعمیل کے بعد پھر حاضر ہوئے اور راہ سلوک کی منازل کو طے کیا اسی دوران خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پردہ فرمالیا تو آپ نے ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ سے تجدید بیعت کی۔

مواہب رحمانیہ میں آپ کا تذکرۂ بیعت و خلافت:

آپ نے پہلے پہل حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان دامانی علیہ الرحمہ سے بیعت کی۔اسی سال حضرت کا انتقال ہوگیا تو حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے تو پھر ان سے تجدید بیعت کی اور ان کی زندگی میں ان ہی سے کسب سلوک کرتے رہے اور آپ کو مقاماتِ سلوکِ مجددیہ کے طے کرنے کا بے حد شوق تھا چنانچہ ایک دفعہ حضرت خواجہ سراج الاولیا نے آپ کو فرمایا کہ مولوی احمد خان تم اگر مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اختتام تک یہاں فقیر کے پاس رہو گے تو انشاء اللہ آپ کو مکتوبات شریف پڑھاتے وقت فقیر مکتوب پر آپ کو توجہ دیتا رہے گا۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے سلوک سلاسلِ اربعہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ آپ ہی سے مکمل طے کیا اور حضرت نے مولوی صاحب کو آخر میں خلافت عظمیٰ سے مشرف فرمایا۔غرض آپ نہایت گرم جوشی کے ساتھ صحبت شیخ میں مقامات عالیہ کا

اکتساب کر رہے تھے اور حضرت خواجہ بھی بے حد دلنوازی و جانفشانی کے ساتھ کرم گستری اور فیض رسانی میں پیش پیش تھے۔

پیدل سفر: آپ کے رابطۂ روحانی کا یہ عالم تھا کہ آپ کا بار بار بکھڑے سے موسیٰ زئی شریف پا پیادہ سفر کرنا حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ کو شاق گزرتا تھا لہذا ایک روز فرمایا مولانا! آپ پیدل سفر نہ کیا کریں کیونکہ بکھڑے سے یہاں تک جو قدم آپ زمین پر رکھتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے قلب پر پڑتا ہے۔ اس فرمان کے پیش نظر آپ ڈیرہ اسماعیل خان تک سواری پر جانے لگے لیکن وہاں سے موسیٰ زئی شریف کا سفر پھر بھی پا پیادہ ہی طے کرنا پڑتا تھا اور اس زمانہ میں وہاں اونٹ کے سوا کوئی دوسری سواری دستیاب نہ تھی۔

شیخ کی خصوصی توجہ: حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ آپ کو سرگرم طلب دیکھ کر ہمیشہ کرم نوازی فرماتے اور آپ پر دامن رحمت کشادہ رکھتے تھے۔جس قدر آپ کی طلب روز افزوں ہوتی جاتی تھی اسی قدر حضرت خواجہ کی طبیعت میں گرمی اور جوش بڑھتا تھا چنانچہ اس خاص کیفیت کا اظہار حضرت خواجہ نے برملا طور پر ان الفاظ میں فرمایا ''اس زمانہ میں طالبان صادق کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے طبیعت سرد ہوگئی تھی۔بسا اوقات خیال آتا تھا کہ کاروبار مشیخت ترک کر دیا جائے لیکن اب مولوی احمد خان کے آجانے سے طبیعت میں گرمی آگئی ہے'' اس کے بعد آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''من پیری و مریدی برائے تو می کنم'' یعنی سلسلۂ مشیخت تمہارے لئے جاری رکھا ہے۔

ذکر و شغل میں سرگرمی: آپ اپنے عالم درویشی میں حضرت

خواجہ سراج الدین قدس سرہ کے الطاف وعنایات کے زیر اثر ذکر وشغل میں اس درجہ منہمک اور مشتغل رہتے تھے کہ ذکر الٰہی سے اندرونی حرارت بڑھ گئی تھی اور اس کے آثار جسم مبارک پر اس قدر نمودار تھے کہ موسم سرما میں اگر جمے ہوئے گھی کا پیالہ آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا جاتا تو گھی پگھل جاتا تھا۔ ذکر کی کثرت سے تسبیح کا مضبوط سے مضبوط دھاگا دو چار روز ہی میں بوسیدہ ہو کر ٹوٹ جاتا تھا اور پھر نیا دھاگا ڈالنا پڑتا تھا۔

خدمت شیخ کا بے مثال ذوق: خدمت شیخ کی بجا آوری میں سرشاری و ہمت کا یہ حال تھا کہ سردی کے موسم میں تمام رات صرف ایک ململ کا کرتہ پہنے شیخ کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر ذکر وشغل میں مصروف رہتے تھے اور اسی آرزو میں ایستادہ رہتے کہ شیخ جب حویلی سے باہر تشریف لائیں تو پہلی نگاہ مجھی پر پڑے اور اس دن کی پہلی خدمت بجالانے کا شرف بھی مجھی کو حاصل ہو۔

خدمت آب کشی: فرماتے ہیں کہ ان دنوں میری جسمانی قوت کا یہ عالم تھا کہ بھرا ہوا پانی کا گھڑا انگوٹھے اور انگلی سے پکڑ کر اٹھا لیتا اور اسے منہ سے لگا کر پانی پی لیا کرتا تھا۔ سون سکیسر میں قیام کے دوران پانی پہاڑی چشمہ سے لانا ہوتا تھا اور چشمہ اقامت سے دور اور کافی نیچے تھا دو مشکیزے جن میں سے ہر ایک میں سات سات گھڑے پانی آتا تھا نیچے چشمہ سے بھر کر اپنے کندھوں پر اٹھاتا اور ننگے پاؤں دوڑتا ہوا اوپر خانقاہ میں لے آتا تھا اور اس طریق سے پورے لنگر کے لئے پانی کا ذخیرہ کر دیا کرتا تھا۔ دوسرے درویش دو مشکیزے تو درکنار ایک بھی اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

حیرت انگیز روحانی قوت اور جسمانی توانائی:

حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ نے سون سکیسر کے پہاڑی علاقہ میں بھی اپنی

ایک اقامت گاہ (خانقاہ) تعمیر کرائی تھی۔ موسم گرما میں اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور درویشوں کا ایک بڑا قافلہ بھی ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ اس طویل راستے کو ڈیپ یا خوشاب سے اسپ سوار طے کرتے اور آپ اپنے پیرو مرشد کے ساتھ پا پیادہ ہوتے تھے۔ مٹی کے چند ڈھیلے اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ کے گھوڑے کے آگے آگے دوڑا کرتے تھے کہ نہ معلوم کس وقت حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ کو حاجت پیش آئے اور مٹی کے ڈھیلے اور پانی کی ضرورت پڑ جائے۔ درویشوں کا باقی قافلہ جو باربردار اونٹوں اور پیادوں پر مشتمل ہوتا تھا بہت پیچھے رہ جاتا تھا۔ یہ فاصلہ بھی کوئی دو چار میل کا نہ تھا بلکہ 35یا40 میل کی مسافت تھی جسے آپ دوڑتے ہوئے قطع کرتے تھے۔

خانقاہ سراجیہ کا قیام: آپ بکھڑا سے نقل مکانی کر کے کھولا شریف آ گئے لیکن اسے بھی دریا برد ہونے کی وجہ سے چھوڑنا پڑا چنانچہ آپ نے اپنی وراثتی زمین پر خانقاہ سراجیہ کی بنیاد رکھی۔ یہاں ایک شاندار مسجد بنوائی اور درویشوں کے لئے رہائش کے کمرے، تسبیح خانہ اور کنویں کا بندوبست فرمایا۔ آپ کو کتابوں سے بے حد محبت تھی۔ آپ نے جگہ جگہ سے کتابیں خرید کیں اور آہستہ آہستہ ایک شاندار لائبریری بن گئی آج بھی اس لائبریری کا شمار پاکستان کی چیدہ چیدہ بڑی ذاتی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔

ولی اللہ کے مزار پر حاضری کے لئے سفر جائز ہے (سفر سرہند شریف): اولیائے کرام کے مزارات سے فیض حاصل کرنا بھی بزرگان دین کا معمول رہا ہے۔ مولانا احمد خان بھی حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری کے لئے سرہند شریف تشریف لے گئے وہاں کے واقعات کو تحفہ سعدیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے "امام ربانی قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر مراقبہ کے دوران صوفی محمد مواز خان صاحب نے یہ خصوصی واقعہ دیکھا کہ کچھ کرسیاں اور تخت لا کر لگائے گئے اور ان پر رنگا رنگ ریشمی کپڑے کے تخت پوش جن میں جھالر سبز تھے، بچھائے گئے۔ اس کے بعد امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے آپ ہاتھ میں ایک خوشنما اور اعلیٰ جبہ لئے ہوئے تھے آپ نے وہ جبہ تخت پہ لا کر رکھ دیا اور مولانا احمد خان کو پاس بلا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو تکلیف دی کہ یہاں بلایا دراصل ہمارے پاس آپ کی یہ امانت تھی جسے آپ کے سپرد کرنا ضروری تھا۔ یہ فرما کر آپ کو کرسی پہ کھڑا کیا اور خود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ خلعت خاصہ آپ کو پہنا دیا جو آپ کے جسم پر راست آیا اور بے حد حسین وزیبا دکھائی دیا۔ جبہ مبارک کے ساتھ ایک مرصع اور زرنگار تاج تھا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا علاوہ ازیں یہ دیکھا کہ تختوں پر کنجیوں کے انبار لگے ہوئے تھے وہ کنجیاں بھی سب کی سب آپ کے حوالے کر دی گئیں۔ صوفی مواز خان نے یہ واقعہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ خلعت نسبت خاصۂ مجددیہ اور منصب قیومیت کا ہے جو آپ کو پہنایا گیا ہے۔ اس کے بعد مراقبہ ختم ہو گیا اور آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ صوفی مواز خان کو ارشاد فرمایا کہ پانی کا ایک کوزہ لے لو ہمیں باہر جانا ہے۔ چنانچہ مواز خان صاحب پانی کا ایک کوزہ اٹھا کر حضرت کے ساتھ ہو لیے۔ حدود خانقاہ سے باہر تشریف لے گئے اور واپسی پر مواز خان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں مواز خان! کوئی بات دیکھی ہو تو

بتاؤ انہوں نے مراقبہ کے دوران جو مشاہدہ کیا اسے یوں بیان کیا جب ہم سب خدام حضور والا کے ساتھ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر مراقب تھے تو خادم کو یہ نظر آیا کہ نور کا ایک ستون ہے جس کا اوپر کا سرا آسمان میں پیوست ہے اور نیچے کا سرا حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس میں اترا ہے۔ پھر جب حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مقدس پر مراقبہ ہو رہا تھا تو عطائے خلعت خاصہ کا منظر دیکھا اور پورا واقعہ تمام جزئیات کے ساتھ عرض کر دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم نے بالکل درست دیکھا ہے اور بالکل صحیح دیکھا ہے"۔

کشف و کرامات (اولیائے کرام کی توجہ سے عذاب قبر ٹال دیا جاتا ھے): مولوی عبدالستار نے بیان کیا کہ ہم حضرت غلام محمد قادری چشتی کا جنازہ لے کر ان کی ذاتی زمین میں تدفین کے لئے پہنچے۔ قبرستان پاس ہی تھا قبر ابھی کھودی جا رہی تھی لہذا جنازہ وہاں رکھ کر ہم سب بیٹھ گئے۔ موصوف نے ایک قبر کے پاس بیٹھ کر مراقبہ کیا اور دیکھا کہ قبر میں مدفون شخص آگ میں جل رہا ہے یہ دیکھ کر ان کو پسینہ آ گیا اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ مولانا احمد خان قریب ہی تشریف فرما تھے چنانچہ کسی نے اس مشاہدے کو آپ تک پہنچا دیا تو آپ نے بنفس نفیس وہاں مراقبہ کیا۔ خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا نصف عذاب دور کر دیا ہے اب اس کے پسماندگان سے کہو کہ وہ اسے ختم قرآن شریف کا ایصال ثواب کریں جس سے باقی عذاب بھی ٹل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ارشاد کے مطابق عمل کیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے دوبارہ اس شخص کی قبر پر مراقبہ کیا تو دیکھا کہ اس سے عذاب الٰہی دور ہو گیا اور وہ جنت میں مقیم ہے۔

آپ کے مریدین اور عقیدت مند آپ سے بہت محبت رکھتے تھے چنانچہ تھل کے علاقہ میں آپ کے لئے پنجابی شعر ماہیا کی شکل میں پڑھے جاتے تھے۔ جن سے ان لوگوں کی محبت وعقیدت جھلکتی ہے ملاحظہ ہو

پانی بھردی آن ڈولاں تے　　اوہ غم کیوں کردے جیندا مرشد کھولاں تے

وصال: آپ آخری عمر میں متعدد امراض کا شکار ہو گئے جن میں دمہ کا مرض زیادہ شدید تھا۔ آپ مختلف حکماء کے زیر علاج رہے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ آخر دہلی کے مشہور نابینا حکیم عبدالوہاب سے علاج کے لئے دہلی تشریف لے گئے لیکن ان کے علاج نے بھی فائدہ نہ دیا۔ آپ کو کان پور کے ایک ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا لیکن وہیں 14 مارچ 1941 کو یہ آفتاب علم وعرفان عمر کی 63 منزلیں طے کر کے کان پور کے افق میں غروب ہو گیا۔ آپ کی قبر مبارک انتہائی سادہ حالت میں خانقاہ سراجیہ میں ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء ہوئے لیکن افسوس صد افسوس کہ ان بزرگوں کے عقائد سے یکسر مختلف عقائد رکھنے کی وجہ سے اتنی بڑی شخصیت کے کارناموں کو صحیح طور پر روشناس نہیں کرایا گیا۔

حوالہ جات: (۱) تحفہ سعدیہ (۲) رسالہ بادبان ستمبر 1981 (۳) تذکرہ اولیائے دیوبند (۴) مواہب رحمانیہ

مولانا احمد خان نیازی کوٹانے خیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (روکھڑی):

آپ کی پیدائش میانوالی سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں روکھڑی میں تقریباً 1877ء کے لگ بھگ ہوئی۔ آپ میانوالی کے مشہور نیازی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیر خان تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی شمس الدین صاحب سے روکھڑی میں حاصل کی۔ اس کے بعد مشہور ومعروف عالم دین مولانا محمد اکبر علی میروی میانوالی کی خدمت کر کے دین کا علم حاصل کیا۔ کچھ کتابیں آپ نے مولوی محمد حیات مندہ خیلوی سے بھی پڑھیں۔ اس کے بعد سہارن پور جا کر علوم دینیہ کی تکمیل کی اور واپس ہوئے۔

مرشد کی تلاش: ان دنوں حضرت پیر فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت کے چرچے تھے۔ آپ بھی ان کے زہد وکمال کی باتیں سن کر آپ کی خدمت میں جا پہنچے اور بیعت کر لی۔ پیر صاحب بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادے محمد صدیق صاحب موجودہ سجادہ نشین کا استاد مقرر کیا۔ آپ نے مولانا محمد یعقوب سلطان خیل، مولانا محمد سعید ماڑی انڈس اور مولانا مرید احمد کے ساتھ مل کر بھور شریف مدرسہ میں اور طلباء کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صدیق صاحب کو دینی تعلیم دی۔ اس کے علاوہ آپ ان کی بچیوں کے بھی استاد ہیں۔ آپ نے چار سال اپنے مرشد کی خدمت کی اور پھر آپ کو حضرت پیر فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے 1941 میں خلافت عطا فرمائی۔

جامعہ اکبریہ میانوالی میں تدریس: آپ اپنے استاد مولانا محمد اکبر علی میروی کے حکم کے مطابق اپنے پیر ومرشد کی اجازت سے جامعہ

اکبریہ کے استاد مقرر ہوئے۔آپ کا معمول تھا کہ ہر روز روکھڑی سے پیدل 10 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے مدرسہ آتے اور طلباء کو پڑھاتے اور پھر سہ پہر کو واپس پیدل چل کر روکھڑی اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے۔جامعہ اکبریہ میں تدریس کے دوران آپ کوئی تنخواہ یا اعزازیہ نہیں لیتے تھے فی سبیل اللہ دین کی خدمت کرتے۔

شریعت کی پاسداری: آپ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ شرعی امور میں آپ بہت محتاط تھے۔جامعہ اکبریہ میں قیام کے دوران آپ مدرسہ کا کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے میں صاحب حیثیت زمیندار ہوں اور مدرسے کی معاونت کے لئے زکوٰۃ وصدقات کا پیسہ آتا ہے اس لئے میرے لئے اس کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔آپ کثرت کے ساتھ ساتھ اللہ اللہ کا ذکر کرنے والے تھے اور اکثر اپنے وظائف واذکار میں دن گزارتے تھے۔اسی کثرت ذکرواذکار کے سبب آپ ٹی بی جیسے مہلک مرض مں مبتلا ہوئے۔علم وعمل کا یہ چراغ آخر کار زندگی کے تقریباً 70 سال گزارنے کے بعد 15 نومبر 1947 کو بجھ گیا۔آپ کا مزار روکھڑی قبرستان میں ہے۔

آپ کے چار بیٹے ہوئے۔حاجی غلام اکبر خان، حاجی محمد امیر خان، حاجی محمد اسلم خان اور محمد اقبال خان۔آپ کے صاحبزادے حاجی محمد اسلم خان صاحب جماعت اہل سنت پاکستان کے روح رواں ہیں۔آپ مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کے آخر دم تک رفیق رہے اور آخر کار مولانا نیازی مرحوم کی آخری آرام گاہ بھی محمد اسلم خان صاحب کے گھر کے قریب بنی۔آپ عملی سیاست میں بہت محرک ہیں اور میانوالی کی جماعت اہل سنت کے لئے آپ کی شخصیت ایک شجرِ سایہ دار کی سی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ اس مضمون کی تیاری میں مولانا احمد خان روکھڑی کے پوتے عطاء اللہ خان بن محمد امیر خان نے خصوصی تعاون فرمایا ہے۔ ۲۔ فتح مبین۔

حضرت میاں اللہ یار میانہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (بوری خیل)

میاں اللہ یار علیہ الرحمہ بوری خیل میں رہائش پذیر تھے اور یہاں کے بوری خیل پٹھان آپ کے خاندان سے خاص انس اور عقیدت رکھتے تھے۔

آپ انتہائی عابد وزاہد تھے اور انتہائی مستجاب الدعوات بھی۔آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ فوراً قبولیت کے درجہ کو پہنچتے تھے۔آپ نے راہ طریقت کا سفر پائی خیل کی عظیم الشان روحانی شخصیت حضرت دادا میاں محمد ورالی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر شروع کیا۔آپ نے ان سے بیعت بھی فرمائی اور پیرومرشد سے خلافت بھی حاصل کی۔آپ نے عبادت کے لئے بوری خیل شہر کے نزدیک پہاڑوں کو اپنا مسکن بنالیا اور وہاں عبادت وریاضت کرتے رہے۔

آپ کے مزار کے کتبے پر تحریر ہے کہ آپ نے پہاڑوں میں چلے کاٹے اور اکثر جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے پانی کے چشمے پیدا کر دیئے۔آج بھی بوری خیل شہر کے لوگ ان چشموں کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

آپ کے خاندان میں گل محمد شہید علیہ الرحمہ نے بہت شہرت حاصل کی تھی لیکن وہاں کے ایک مقامی نیم پاگل شخص نے آپ کو بلاوجہ شہید کر دیا۔آپ کے مزارات بوری خیل شہر میں مرجع خلائق ہیں۔مزار کے ساتھ انتہائی شاندار، خوبصورت نقش ونگار سے مزین مسجد بنائی گئی ہے۔

آپ کا عرس ہر سال منعقد کیا جاتا ہے جس میں شرکت کے لئے دور دور سے لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ آتے ہیں اور عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حاجی میاں امیرعلی شاہ علیہ الرحمہ ،
میاں اکبر علی علیہ الرحمہ (چاہ میانہ):

آپ دونوں سوتیلے بھائی تھے اور دونوں بھائیوں نے تصوف میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔ آپ کے والد محترم کا نام میاں علی نور شاہ تھا۔ آپ دونوں کی بیعت حضرت خواجہ غلام محمد حضوری بھکوا والی سرکار سے تھی اور آپ دونوں کو وہاں سے خلافت بھی ملی تھی۔

آپ کے پیرو مرشد آپ کی سیادت کا بہت احترام کرتے تھے۔ کچھ لوگ حضرت خواجہ غلام محمد حضوری کو ایک کنویں کا ٹپہ (بنیاد) رکھنے کو لے گئے۔ دونوں بھائی بھی ہمراہ ہو لئے وہاں جا کر آپ کے پیرو مرشد نے حکم دیا کہ تم لوگ حضرت سلطان زکریا علیہ الرحمہ کی اولاد ہو پہلا ٹپہ تم مارو۔ آپ دونوں بھائیوں کے مزارات چار دیواری سادات میں موجود ہیں۔

حضرت میاں پلہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
(سوانس):

سوانس کے قدیمی قبرستان میں موجود یہ مزار حضرت میاں پلہ کا ہے۔ جن کے متعلق لوگوں کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پرانے زمانے سے ایک روایت آ رہی ہے کہ جب جانوروں میں وبائی امراض پھیل جاتے تھے تو لوگ اپنے جانوروں کے گلہ کو آپ کے مزار پر لے آتے اور تمام جانور اپنے مالک کے ساتھ یہاں رات بسر کرتے۔ رات کسی وقت اچانک جانور بدک کر بھاگ کھڑے ہوتے چنانچہ مالک ان کو واپس اپنے گھر لے جاتا تھا اس طرح ان کو شفا مل جاتی تھی۔

روایت کی جاتی ہے کہ آپ کا مقبرہ بنایا جا رہا تھا تو آپ کے قدموں کی جانب والی دیوار بار بار گر جاتی۔ بڑی کوشش کی گئی لیکن تعمیر کرنے کے باوجود اگلے روز پھر گری ہوئی ہوتی۔ آخرکار آپ کے قدموں کی جانب ایک چھوٹی سی قبر جو کسی بچے کی تھی، اس کے متعلق خیال کیا گیا کہ یہ شاید آپ کا ہی بچہ ہے اور اس کو بھی روضہ کی حدود میں شامل کیا جائے۔ جب اس بچے کی قبر کو شامل کر کے دیوار بنائی گئی تو سلامت رہی اور روضہ تعمیر ہو گیا اب بھی اس روضہ کے ساتھ چھوٹی سی کوٹھڑی بنی ہوئی ہے جو کہ اس چھوٹے بچے کی قبر پر بنائی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

شیخ تور باھی قادری رحمته الله تعالیٰ علیه

(نزد ڈھوک محمد خان برلب کنارہ نالہ گمبھیر)

نیازی خاندان میں باہی کی اولاد کو ہمیشہ سے فقیروں، درویشوں اور اولیاء کرام سے بے حد محبت کرنے والے کی حیثیت سے جانا جاتا رہا ہے۔ باہی، نیازی کا بڑا بیٹا تھا لیکن مار دھاڑ، جنگ و جدل سے دور رہنے والا، درویش صفت اور نیک لوگوں سے محبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ اس کی اولاد میں اس کی یہی صفت چلی آ رہی ہے۔ نیازی قبیلے کے لوگ اپنے ہی خاندان کے باہی افراد کو متبرک جانتے اور درویش صفت ہونے کی وجہ سے ان کو قریب رکھتے۔ باہی کے دو بیٹے تھے۔ یحیٰ باہی شہید اور عبدالکریم باہی۔

عبدالکریم باھی: تاریخ نیازی کے مطابق آپ بنفس نفیس وانا سے اپنے بیٹوں کو لائے اور علاقہ موسیٰ خیل میں آباد کیا۔ آپ موسیٰ خیل، لاوہ اور میانوالی کے تمام باہی خاندانوں کے جد امجد ہیں۔ آپ کا مزار وانا وزیرستان میں ہے۔ آپ کو ''شین سترگے'' یعنی سبز آنکھوں والا کہتے تھے۔ آپ ایک عارف کامل اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے اور چونکہ اس وقت یہاں کافر اقوام رہتی تھیں لہذا انہیں تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

میری معلومات کے مطابق آپ حضرت شیخ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت تھے اور سلسلۂ قادریہ میں آپ کو خلافت بھی عطا ہوئی تھی۔ شیخ تور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ہی کی اولاد میں سے تھے اور آپ کے پڑپوتے تھے۔ شجرہ کچھ یوں چلتا ہے کہ شیخ

تور بن شیخ احمد بن شیخ بھائی بن شیخ عبدالکریم بن باہی بن نیازی۔

تاریخ نیازی قبائل میں شیخ تور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تحریر ہے کہ:

''آپ اپنے وقت کے روحانی پیشوا اور مبلغ دین تھے۔ آپ کی تبلیغ سے غیر مسلم گکھڑوں اور ہندوؤں نے جوق در جوق دائرہ اسلام میں آنا شروع کیا اور تھوڑے عرصہ میں شمع دین کی روشنی پرگنہ کچھی کے ہر دیہات اور شہر میں پہنچ گئی۔ نو مسلم لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا حضرت طور یا تور باہی کا یہ کارنامہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی تعریف الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا ہوں کہ جناب شیخ تور پرگنہ کچھی (میانوالی) میں دین اسلام کی وہی خدمت کر رہے تھے۔ جو ہندوستان میں حضرت معین الدین چشتی اور لاہور میں داتا گنج بخش علی ہجویری نے کی۔ جناب کو عوام الناس نام کی نسبت یوں پکارا کرتے تھے''

شیخ تور کندھاں ٹور: شیخ طور وہ ہے جو مٹی گارے کی بنی ہوئی دیوار کو چلنے پر مجبور کرتے ہیں۔ لب لباب اس چھوٹے سے فقرہ کا کچھ ایسا ہے کہ شیخ تور بے دین لوگوں کو دائرہ اسلام میں لانے اور سیدھی راہ دکھانے میں یکتا ہیں۔ شیخ تور سے بیسیوں کرامات منسوب ہیں۔ جن میں سب بڑی کرامت جو عوام میں آج بھی مشہور ہے وہ آپ کا دیوار پر بیٹھنا اور پھر دیوار کو چلنے کا حکم دینا پھر دیوار کا حرکت کرنا عین ممکن ہے کہ عقیدت و احترام کی وجہ یا پتھر دل لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی بدولت آپ کو کندھاں ٹور کہا گیا ہو یعنی اے شیخ یہ تیری ہی بدولت ہے کہ بت پرست صنم آشنا جو بذاتِ خود بھی پتھر دل اور پتھر تھے انہیں تو نے موم کر کے اسلام سے روشناس کرایا (یقیناً ایسا ہی ہوگا) آپ کے والد شیخ احمد بھی اپنے وقت کے عارف

کامل تھے جنہوں نے اپنے بیٹے شیخ تور کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی۔

شیخ تور کے مزار پر حاضری دینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ رات بسر کریں اور جو نذرو نیاز لے کر گئے تھے وہیں کھا کر آئیں۔ روایت ہے کہ جو دعا مانگی جائے گی فوراً قبولیت کا درجہ اختیار کرے گی۔ آپ کی اولاد قصبہ بوری خیل میں آباد ہے جہاں ان کی اولاد کو باعث برکت سمجھتے ہوئے بوری خیل پٹھان لے گئے تھے اور قصبہ موسیٰ خیل میں بھی آپ کی اولاد آباد ہے۔ شیخ تور باہی کافی عرصہ موسیٰ خیل میں مقیم رہے۔ موسیٰ خیل کے شمال میں ایک جگہ ان سے منسوب ہے جو درختوں کے ایک جھنڈ میں پوشیدہ ہے یہاں آکر جناب یادالٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے یہ ایسی پرسکون اور آبادی سے دور تھی کہ جہاں کسی قسم کے دخل کا اندیشہ نہ تھا۔ آپ کے دست مبارک پر مردہ دل کافر بیعت کر کے بیدار دل مسلمان بن جاتے تھے۔ یہ فیض آج بھی باہی بزرگ کی نسل میں جاری وساری ہے۔ زائرین آتے ہیں اور مرادوں سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق آپ کا سلسلۂ خلافت اپنے پردادا عبدالکریم باہی سے قادریہ سلسلے میں ہے"

آپ کا مزار: آپ کا مزار بہت خوبصورت جگہ پر واقع ہے۔ بن حافظ جی سے آپ ڈھوک محمد خان کی طرف چکڑالہ سے گزرتے ہوئے جائیں گے تو نالہ گمبھیر کے بالکل کنارے پر واقع شیخ تور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے۔ آپ کی قبر کے بالکل ساتھ ہی آپ کے بیٹے شیخ مرزا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے۔

شیخ مرزا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: آپ اپنے والد بزرگوار کی طرح راہ طریقت کے مسافر تھے متقی، پرہیزگار اور درویش تھے۔ والد محترم نے

آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی تھی۔ آپ نے بھی دین اسلام کی تبلیغ میں والد صاحب کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ سفر وحضر کی تکالیف برداشت کی تھیں۔ والد صاحب کی وفات کے بعد آپ نے مستحق جانشین کا حق ادا کیا۔ رشد وہدایت کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ بے راہ لوگوں کو راہ مستقیم دکھائی۔ غیر مسلم افراد کو دائرہ اسلام میں لائے اور اس طرح زندگی کا بیشتر حصہ موسیٰ خیل کے عوام میں رہے۔ آپ کی آخری آرام گاہ بھی اپنے والد محترم شیخ تور باہی کے پہلو میں واقع ہے۔ آپ اپنے والد محترم سے سلسلۂ قادریہ میں مجاز تھے۔

☆☆☆☆☆

بابا تلیئر شاہ (ہرنولی):

ہرنولی شہر کے قبرستان میں بہت ہی مشہور بزرگ بابا تلیئر شاہ کا مزار واقع ہے۔ آپ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ آپ کسی اور علاقے سے یہاں غالباً بیسویں صدی کے اوائل میں تشریف لائے۔ عبادت وریاضت آپ کا شغل تھا اور اس جگہ آپ نے ڈیرہ ڈال دیا یہ جگہ شہر سے خاصی فاصلے پر موجود ہے۔ آپ کا نام کسی کو معلوم نہیں چونکہ اس صحرائی علاقے میں تلیئر پائے جاتے ہیں۔ آپ ان پرندوں کو روزانہ دانہ ڈالتے تھے وہ آپ سے بے حد مانوس ہو چکے تھے اور آپ کے اردگرد چگتے چرتے رہتے۔ آپ کے جسم پر بھی بیٹھ جاتے تھے اسی وجہ سے آپ کو بابا تلیئر کہا جانے لگا یوں آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا آپ کی حیثیت بھی بالکل حضرت سائیں کرم الٰہی علیہ الرحمہ المعروف کانواں والی سرکار گجرات کی طرح تھی جن کی محبتوں کا اسیر کوے جیسا عیار و چالاک پرندہ ہو گیا تھا اور وہ اسی وجہ سے کانواں والی سرکار کہلاتے تھے۔ بالکل ویسے ہی آپ بابا تلیئر کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کا خوبصورت روضہ بنایا گیا ہے اور اردگرد سے لوگ یہاں حاضر ہو کر ان بزرگوں کے صدقے سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں طلب کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت علامہ جمال الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمہ (خواجہ آباد شریف):

آپ خانوادۂ سادات کاظمی خواجہ آباد شریف کے چشم و چراغ تھے اور حضرت پیر کمال الدین شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ 1946ء میں خواجہ آباد شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔

بیعت و خلافت: آپ ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے اور بیک وقت آپ بہترین مصنف، محقق، مدرس، مجاہد اور غازئ اسلام تھے۔ آپ کی سیاست پر گہری نظر تھی اور 1974ء کی تحریک نفاذ شریعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے مدارس کے قیام پر بہت زور دیا اور خواجہ آباد شریف میں شمس العلوم نصیریہ غوثیہ کے نام سے درس نظامی پڑھانے کا مدرسہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ 1967ء میں کراچی میں قمر العلوم فریدیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جو آج کل ایک بہترین مدرسہ شمار ہوتا ہے۔

مجاھد جھاد افغانستان: لوگ علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ لوگوں کو ترغیب دلا کر خود عمل نہیں کرتے اس کے علاوہ عملی جہاد میں حصہ نہ لینے پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے لیکن حضرت علامہ جمال الدین شاہ صاحب ایک ایسے مرد مجاہد تھے۔ جنہوں نے عملی طور ہر جہاد افغانستان میں حصہ لیا اور جنگ کے محاذ پر خود شریف کر کے اس سنت کو زندہ کیا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے بے شمار کتب تصانیف فرمائیں جن میں (ا) مغربی نظام انتخاب علماء کی نظر میں (۲) ھادئ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خطبات

حضرت سید شاہ جلال کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (کالاباغ):

کوٹ چاندنہ سے بذریعہ سڑک کالاباغ جاتے ہوئے کالاباغ اڈے سے پہلے شمالی جانب نواب امیر محمد خان کے باغ کے اندر سڑک کے بالکل کنارے پر حضرت شاہ جلال کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے۔ آپ سادات کاظمی میانوالی کے جد امجد ہیں۔ تاریخ نیازیاں میں محمد اقبال خان نیازی تحریر فرماتے ہیں کہ 65-1964 میں نواب ملک امیر محمد خان نے تمام قدیمی اور پرانے قبرستان کو مشینوں اور مزدوروں کی مدد سے مٹا ڈالا مگر اللہ کے اس ولی کی قبر کو نہ مٹا سکا کیونکہ یہ حق پرست اللہ کے محبوب کی قبر مبارک تھی۔ جس نے نواب صاحب کو بذریعہ وارننگ بتا دیا کہ تو نے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا اب میرے آرام میں مخل نہ ہونا چنانچہ سارا قبرستان صاف ہو گیا لیکن آپ کا مزار اور اردگرد کی چند قبریں چھوڑ دی گئیں۔

تذکرہ دوست محمد خیلاں میں حکیم عطا محمد کاظمی تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ سید جلال بن شاہ محمد کا مزار کالاباغ میں ہے جہاں آپ کی قبر مبارک ہے وہاں ایک بڑا قبرستان تھا جسے سید جلال کے قبرستان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اب وہاں ملک امیر محمد خان نے قبرستان صاف کرا کر بڑا باغ لگوا دیا ہے اور صرف سید جلال کے ساتھ چند قبریں باقی ہیں۔ جس پر ملک صاحب نے چوکھنڈی بنوا دی ہے اور پختہ چار دیواری کرا دی ہے مزار پر برکات ہے مخلوق خدا کی مرجع ہے اور اس مزار کی خصوصیت بیان کی جاتی ہے کہ یہاں بھی دماغی مریض شفایاب ہوتے ہیں جیسا کہ ان کے جد امجد حضرت بابا شمس غزنوی کے مزار پر دماغی امراض کے مریض شفا پاتے ہیں۔ حضرت شاہ جلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹے شاہ حسن اور ان کے بیٹے شاہ آدم کی مزار نواب کالاباغ کے بنگلہ پیپل والہ میں بتائی جاتی ہے۔

صوفی جہانگیر خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت فتح محمد بھوروی (بلوخیل میانوالی):

آپ بلوخیل پٹھانوں کے قبیلے سرور خیل میں مقرب خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا اندازہ آپ کی عمر بوقت وصال 63 سال کے حساب سے تخمیناً 1875ء بنتا ہے۔ آپ حضرت فتح محمد بھوروری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہیں سے دین کا علم سیکھا اور آپ کی بیعت فرما کر راہ تصوف پر گامزن ہو گئے۔

آپ عرائض نویس تھے اور ضلع کچہری میانوالی میں بیٹھتے تھے۔ لیکن انتہائی قناعت پسند انسان تھے۔ دن 11 بجے کچہری پہنچتے اور اگر آپ کی خدمات کا معاوضہ آپ کے پاس 4 آنے اکٹھے ہو جاتے تو بس کام ختم اور اللہ اللہ شروع۔ ٹھیک اڑھائی بجے ڈاکخانہ کی عمارت کے ساتھ (کھگل) کے درخت کے نیچے نماز باجماعت ادا فرماتے اور پھر واپس گھر تشریف لے جاتے۔

آپ انتہائی درویش منش، سادہ اور عبادت گزار تھے۔ کچہری میں ایک نیا اسسٹنٹ کمشنر آیا تو وہ خواہ مخواہ آپ سے ناراض ہو گیا اور آپ کو حکم دیا کہ جس دن میں یہاں آؤں اس دن آپ یہاں کچہری میں نہیں بیٹھ سکتے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نہیں بیٹھوں گا۔ ادھر آپ نہیں آئے ادھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ شدید بیمار ہو گیا اور اس کو احساس ہوا کہ میں نے ایک درویش کے ساتھ زیادتی کی ہے چنانچہ آپ سے معافی کا خواستگار ہوا تو اسے شفا مل گئی۔

عبادت و ریاضت: آپ روزانہ 15 پارے قرآن پاک تلاوت فرماتے

تھے یوں دو دنوں میں قرآن کریم ختم فرما لیتے تھے۔ختم خواجگان کے علاوہ 25 ہزار مرتبہ درود پاک پڑھتے تھے۔ ذکر خفی وجلی الگ ہوتا تھا۔آپ اکثر مخدوم حاجی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک پر رات گزارتے۔خصوصاً بدھ، جمعرات اور جمعہ شریف کی رات وہیں گزارتے تھے۔اس کے علاوہ میاں مراد وند علیہ الرحمہ اور حضرت میاں سلطان زکریا علیہ الرحمہ کے مزارات پر بھی حاضری دیتے تھے۔

آپ کے متعلق فتح مبین (سوانح حیات حضرت فتح محمد بھوروری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) میں تحریر ہے کہ صوفی جہانگیر خان (بلوخیل میانوالی) حضرت فتح محمد بھوروری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چوتھے خلیفہ تھے۔صوفی صاحب مجاہدہ اور شب بیداری میں ضرب المثل تھے۔حصولِ معرفت وسلوک میں صوفی صاحب نے کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی تھی۔فنافی الشیخ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔قبلہ بھوروی علیہ الرحمہ بعض اوقات صوفی صاحب کو بلانا چاہتے تو اپنے احباب سے گفتگو کے دوران فرما دیتے ''او جہانگیر آجا'' صوفی صاحب یہ آواز سن لیتے اور فوراً میانوالی سے پیدل چل کر بھور شریف پہنچ جاتے۔قبلہ فرماتے جہانگیر میری آواز سن لی تھی؟ کہتے قبلہ! جی ہاں آواز سن کر چلا آیا۔صوفی صاحب فرمایا کرتے کہ مرید لوہے کے جوتے پہن کر پیر طریقت کی بارگاہ میں آتا جاتا رہے اور ان کی خدمات انجام دیتا رہے تا آنکہ لوہے کے جوتے گھس جائیں تو بھی پیر طریقت کا حق ادا نہیں ہوتا۔

خرقہ خلافت: صوفی صاحب شیخ طریقت سے ولایت کی منازل طے کر کے جب سلوک کی آخری منزل پر فائز و کامران ہوئے تو انہیں خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور طریقت کی ترویج کی اجازت بخش دی گئی۔

حلقۂ ذکر کی شہرت: صوفی صاحب تصورِ شیخ کی بدولت اپنے شاگردوں اور مریدین کے حلقۂ ذکر میں جب باطنی توجہ فرماتے تو توجہ کی تاثیر کی یہ

حالت ہوتی کہ حاضرین حلقہ مچھلیوں کی طرح تڑپ رہے ہوتے اور اللہ اللہ کے ذکر سے وجد طاری ہو جاتا۔جناب صوفی صاحب کے اس حلقۂ ذکر اور وجد وکیف کی بہت شہرت ہوتی۔احباب کے علاوہ میانوالی کے دوسرے اہلِ ذوق حضرات بھی آنے لگے۔مغرب کے بعد اور تہجد کا وقت ذکر ومراقبہ کے لئے مخصوص تھا۔صوفی صاحب تہجد کی نماز باجماعت ادا کرتے اور نوافل میں خصوصاً سورہ یوسف کی تلاوت فرماتے۔صوفی صاحب کے عقیدت مندوں اور احباب کا سلسلہ دور تک پھیل گیا تھا۔ بڑے بڑے علماء، صوفیاء اور دینی شعور رکھنے والے شعراء حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔صوفی صاحب نے رشد وہدایت کی تبلیغ وترویج میں بھرپور کردار ادا کیا۔صوفی صاحب کے حلقۂ ذکر میں مغرب کے وقت مجھے (مؤلف کتاب فتح مبین شیخ الحدیث محمد رمضان علیہ الرحمہ) بھی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔نماز مغرب کے بعد صوفی صاحب نے مریدین کو اسباق پر دھیان رکھنے اور مراقب ہونے کا حکم دیا تو محفل پر سناٹا چھا گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد صوفی صاحب نے خصوصی باطنی توجہ فرمائی تو نوجوان درویش تڑپنے لگے اور ذکر کی گونج سے دل گرما گئے اور وجد وکیف نے عجیب سماں پیدا کر دیا۔اس موقع کے مطابق یہ دعائیہ شعر مناسبت رکھتا تھا۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے   دلِ مرتضیٰ سوزِ صدیق دے

جناب صوفی جہانگیر خان کا مزار بلوخیل میانوالی میں جلوہ فگن ہے اور زائرین کی دعاؤں کی قبولیت کے لئے بہترین وسیلہ ہے۔آپ کا وصال 1938ء میں ہوا اور آپ کو گھر ہی میں دفن کیا گیا۔آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

حوالہ جات:

۱۔ جناب صوفی محمد عبدالرشید شاہ قریشی محلہ میانہ میانوالی

۲۔ فتح مبین

بابا خاصہ (ملا خیل تحصیل عیسیٰ خیل):

ملا خیل شہر کے قریب ہی ایک خوبصورت پہاڑی ٹیلہ موجود ہے جس کے ایک طرف پہاڑی نالہ بزوچ گزر رہا ہے اور اسی پہاڑی کے اوپر حضرت بابا خاصہ علیہ الرحمہ کا مزار موجود ہے قبر خاصی طویل یعنی نوگزی قبر ہے۔ آپ کا شاندار محل تعمیر کیا گیا ہے۔ نام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاص الخاص شخصیت ہیں اور یہ آپ کا اصل نام نہیں ہے۔ آپ کا نام اور حسب ونسب حالات زندگی سب تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو چکے ہیں اور صرف یہی بات طے شدہ ہے کہ آپ ایک بلند پایہ بزرگ ہستی ہیں۔ ماضی قریب کے بہت سے نامی گرامی اولیائے کرام یہاں آپ کے مزار پر حاضری دیتے رہے ہیں یا چلہ کش رہے ہیں۔ حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ اکثر جمعرات کے دن یہاں حاضری دیتے تھے۔ حضرت خواجہ پیر بخش علیہ الرحمہ خواجہ آباد شریف اور ان کے صاحبزادے غوث زمان حضرت خواجہ نصیر الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی یہاں اکثر حاضری دی اور اکتساب فیض کیا۔ مزار کے متولی ثناء اللہ خان صاحب کے بقول کہ یہ بزرگ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور ان کا نام حضرت امید علی شاہ ہے (واللہ اعلم) آپ کا باقاعدہ عرس بھی منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

خاکی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (قبرستان نمل)

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً 200 سال پہلے کے بزرگ ہیں۔ آپ سکیسر کی طرف سے تشریف لائے اور نمل کے علاقے میں رہنا شروع کر دیا آپ کے خاندان کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کچھ روایات اور نام سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سادات سے ہیں۔ آپ حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ چکی شیخ جی اور حافظ محمد عظیم وٹے پٹ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق آپ کی وفات کے بعد آپ کو نمل کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

آپ کا مزار ایک روحانی شفاخانہ ہے کیونکہ یہاں کوڑھ، چنبل اور خارش کے مریض خاص طور پر آتے ہیں اور یہاں کی مٹی اپنے جسم پر لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا بخش دیتا ہے۔ یہاں سے بے شمار خارش اور کوڑھ کے مریض شفا پا چکے ہیں۔ آپ کا مزار نمل کے قبرستان میں ایک چاردیواری میں ہے۔ اب اس پر کچھ تعمیرات جدید طرز پر کی جا رہی ہیں۔ وہاں ڈھرنکہ شہر سے بھی جایا جا سکتا ہے اور اگر نمل جھیل سے کشتی میں بیٹھ جائیں تو بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

فخرالسادات حضرت سید شاہ دوست محمد کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈلے والی شریف):

دادا دوست محمد کے نام سے مشہور اللہ کے یہ برگزیدہ بندے جن کے آباؤ اجداد غزنی سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہندوستان کی تاریک سرزمین پر دین اسلام کی شمعیں روشن کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ستائیس واسطوں سے جا ملتا ہے۔ آپ کاظمی سادات ہیں۔ آپ کا عرصہ حیات تقریباً 1760ء بنتا ہے اور یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ اڑھائی سو سال پہلے کے بزرگ ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں مشہور زمانہ اللہ کے ولی گزرے ہیں۔ آپ کے والد محترم سید شاہ علاؤالدین کاظمی اپنے وقت کے کامل ولی تھے جن کا مزار مبارک موچھ شریف میں ہے۔

سید محمد امین المعروف میاں دوست محمد المعروف دادا صاحب ابن شاہ علاؤالدین روایات معتبرہ متواترہ سے ثابت ہے کہ دادا صاحب کا اصلی نام محمد امین تھا وہ ماں باپ کے اکلوتے فرزند تھے تعلیم کے حصول کے بے حد شائق تھے قرآن مجید گھر میں حفظ کیا اور ابتدائی کتابیں بھی گھر میں پڑھیں اور مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے انہوں نے سفر اختیار کیا چونکہ والدین کے اکلوتے فرزند تھے اور وہ انہیں اپنے سے جدا نہیں کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام والدین سے مخفی اپنے لئے دوست محمد پسند کیا اور دریائے سندھ کے شرقی جانب اور پنجاب و ہند کے علاقہ میں مشغول تعلیم ہو گئے اور تکمیل علوم ظاہری اور باطنی کے بعد واپس والدین کی خدمت میں حاضری دی مگر اس

وقت دوست محمد کے نام سے وہ مشہور و معروف ہو چکے تھے اور جذب و قلوب کے مالک بن چکے تھے۔ آپ کے والدین ابھی تک دریائے سندھ کے غربی کنارے جہاں اب کالاباغ و کوٹ چاندنہ ہیں انہی مضافات میں سکونت پذیر تھے چنانچہ تاجہ خیلوں نے حضرت شاہ علاؤالدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کے والد محترم حضرت شاہ آدم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مانگ لیا یوں یہ باپ بیٹا موچھ آ کر بسنے لگے۔ تاجہ خیلوں نے اپنی ریاست سے وسیع ٹکڑا زمین پیش کیا جو پچاس ہزار کنال پر مشتمل تھا۔ حضرت دادا صاحب نے اسی جاگیر میں اپنی خانقاہ بنائی۔

تذکرہ دوست محمد خیلاں میں حکیم عطا محمد کاظمی نے آپ کے حالات کو یوں بیان فرمایا ہے:

دین کی تبلیغ کے لئے الگ بستی بسا لی: آپ نے تاجہ خیلوں کی رفاقت میں الگ بستی بسائی جس کا نام وانڈہ قریشیاں ہوا اور محکمہ مال کے کاغذات میں موضع قریشیاں درج ہوا۔ حضرت دادا صاحب نے اپنی اس بستی میں ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ آپ کی روحانیت بہت بلند تھی اور بہت جلد مرجع خلائق ہو گئے۔ تاجہ خیل خاندان کے علاوہ روکھڑی کے محبّ خیل، تری خیل اور سوانس کے خواص خیل اور دوسری اقوام متفرقہ اعوان، اوترا، وٹو، ڈھرال، جٹیال، برہان، پنوار، کوروتانے بلکہ ہندو بھی آپ کے معتقد ہو گئے۔ دادا صاحب نے اپنی بستی میں دینیات کا بہت بڑا درس بھی قائم کیا۔ اسلام کی ظاہری و باطنی تعلیم کے لئے پوری توجہ صرف فرمائی اور آپ کا وانڈہ اچھا خاصا گاؤں بن گیا۔ یہاں ہندو مسلم کثیر تعداد میں آباد ہو گئے۔ چونکہ حضرت دادا صاحب کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن غزنی تھا اور پٹھانوں کا ذیشان قبیلہ نیازیاں بھی غزنی اور اس کے مضافات کے باشندے تھے جب

نیازیاں غزنی سے پنجاب وہند کی طرف قافلوں کی صورت میں پاوندہ گری (تجارت) کے لئے آئے تو ہمارے بزرگ بھی ان کے ہمراہ آئے۔ نیازی صاحبان نے جب اس علاقہ میں رہائش پسند کر لی اور دریائے سندھ کے آر پار ڈیرے جما دیئے بلکہ گاؤں بسا دیئے اور گاؤں سے شہر بنا دیئے تو ان کے ساتھ ساتھ ہمارے بزرگان کرام نے بھی رشد وہدایات کی خانقاہیں قائم کیں۔ یہ قول تاریخ افغانان خورشید جہاں صفحہ ۲۲۸ پر سلطان بہلول لودھی کا تھا جس کا سن 658ھ بنتا ہے۔ کتاب حیات افغانی نے لکھا ہے کہ دریائے سندھ کے شرقی کنارے پر اس وقت گکھڑ راجے تھے جن کا دارالسلطنت معظم گڑھ تھا جو میانوالی اور کندیاں کے درمیان تھا اور اس کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ حیات افغانی میں لکھا ہے کہ نیازیوں نے گکھڑوں کو مار بھگایا اور اس علاقے پر قابض ہو گئے۔

سخاوت: آپ کی سخاوت کے متعلق مولانا عطا محمد کاظمی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور سخاوت کیا ہوگی کہ آپ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوا غربت کی شکایت کی تو آپ نے اپنی زمین اس کو دے دی کہ جاؤ کھیتی باڑی کرو اور رزق کماؤ۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ دادا صاحب کو تاجہ خیلوں کی طرف سے تقریباً پچاس ہزار کنال کا رقبہ عطا ہوا تھا۔ اسی طرح محبت خیلوں یعنی نیازیاں روکھڑی نے بھی بیس ہزار کنال کا رقبہ دادا صاحب کی نذر کیا مگر تاجہ خیلوں کا رقبہ اول بندوبست میں علیحدہ موضع قریشیاں درج کاغذات مال ہوا ہے مگر محبت خیلوں کا رقبہ ابھی تک روکھڑی پکہ میں ہے اور پتی سمند خیلاں کے ساتھ شامل ہے اور دادا صاحب کی اولاد کے پاس ہے۔ دادا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تمام رقبہ اپنی اولاد کے علاوہ جو لوگ اس بستی

میں تھے ان سب پر تقسیم کر دیا یہی وجہ ہے کہ اس موضع میں ہندوؤں، آرائیوں، کوروٹانوں، پنواروں، کھوکھروں، جلیالوں، ڈھرالوں، پٹھانوں، برہانوں وغیرہ کے نام درج کاغذات مال ہیں اور اسی لئے دادا صاحب کی اولاد کو شکوہ ہے کہ دادا صاحب نے اگر یہ سارا رقبہ اپنی اولاد کے نام چھوڑا ہوتا تو ہم بھی دوسرے پیروں کی اولاد کی مانند امیر ہوتے مگر اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دادا صاحب دنیادار پیر نہیں تھے وہ اللہ والے تھے انہوں نے حق ہمسایہ کو ماں جایا کا درجہ دیا۔

کشف و کرامات: آپ صاحب جود وسخا تو تھے ہی، صاحب کشف وکرامات بھی تھے لوگ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے تھے اور بامراد لوٹتے تھے۔ خاندانی شجرہ میں آپ کی کشف وکرامات کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

تاجہ خان مورث اعلیٰ تاجہ خیل قبیلہ کو اولاد کی دعادی: تاجہ خان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ تاجہ خان نے بڑی شکستہ دلی کے ساتھ عرض کیا کہ میاں صاحب میرے لئے دعا فرمائیں میری نرینہ اولاد نہیں ہے میں آپ کا خلوص دل سے مرید ہوں آپ میرے لئے سے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائیں۔ دادا صاحب، تاجہ خان کی شکستہ دلی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بہت دیر تک مراقبہ میں چلے گئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے رکھے جب آنکھیں کھولیں تو ارشاد فرمایا کہ تاجہ خان تمہارے چھ بیٹے ہوں گے فقیر کی مبارک ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹے عطا فرمائے تاجہ خان کی دادا صاحب سے عقیدت مزید بڑھ گئی یہی وجہ ہے کہ تاجہ خان کی اولاد بھی دادا صاحب سے فرط عقیدت رکھتی تھی اور اپنے آپ کو دادا صاحب کی دعا سے تعبیر کرتے تھے اور اس گئے گزرے زمانے میں بھی تاجہ خیل دادا کی اولاد کو

پیرومرشد کہہ کر بلاتے ہیں اوران کی اولاد میں یہ عقیدہ راسخ ہے کہ جب وہ کسی مشکل کام یا جنگ وجدال پر جاتے ہیں تو دادا صاحب کی اولاد کے بزرگ روحانی اعانت سے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کسی ایک مہم میں دادا صاحب کی اولاد میں سے کسی بزرگ نے انہیں دعا دی اور یہ ہدایت کی کہ تمہارا گزر بستی دلے والی سے ہوگا جہاں دادا صاحب کا مزار ہے جاتے دفعہ وہاں سے کچھ نہ کھانا پینا، واپسی پر جو جی چاہے کھانا پینا ان شاء اللہ تمہاری ہر مہم کامیاب ہوگی چنانچہ آج تک تاجہ خان کی اولاد کا یہ معمول رہا ہے۔

اپنے مرید کی حفاظت: بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ دادا صاحب اپنی مجلس میں بیٹھے تھے حلقہ میں بہت سے اہل حاجات جمع تھے اور دادا صاحب وعظ و نصائح بیان فرما رہے تھے کہ یکا یک دادا صاحب خاموش ہو گئے اور منہ مبارک سے نکلا "ہٹ اوئے کتا کھرے تھی ایہہ سائیاں والا اے" اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ یہ الفاظ پشتو میں تھے لوگ حیران ہو گئے کہ دادا صاحب کے اس بے جوڑ جملے کا کیا مطلب ہے لوگ اس انتظار میں تھے کہ اس مستانہ کلام کے پیچھے کوئی راز ضرور نمودار ہوگا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک شخص خان زمان نامی آیا۔ مجلس جمی ہوئی تھی آتے ہی پاؤں سے لپٹ گیا اور عرض کی حضرت آپ کی مہربانی سے مجھے نئی زندگی ملی ہے اس نے بتایا کہ کل فلاں وقت میں فلاں بیلے میں تھا کہ میرا شیر سے آمنا سامنا ہو گیا شیر غرایا اور مجھ پر جھپٹنے کو تھا کہ میرے پیرومرشد دادا صاحب نے اس کے منہ پر تھپڑ لگایا اور کہا کہ ہٹ اوئے کتا کھرے تھی ایہہ سائیاں والا اے۔ شیر کی کتے کی طرح چیخیں نکل گئیں اور وہ چیختا چلاتا مجھ جیسے شکار کو چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گیا۔ پھر میں دادا

صاحب کی طرف دوڑا مگر آپ غائب ہو چکے تھے اور یہ وہی وقت تھا جب دادا صاحب کے منہ مبارک سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے تھے۔ دادا صاحب نے ہر چند کہا کہ میں تو یہاں تھا کہیں آیا گیا نہیں۔ مگر وہ کہے کہ حضور غلام بھلا اپنے پیرومرشد کی صورت کیسے بھول سکتا ہے۔

وصال کے بعد قبر کی منتقلی: دادا صاحب کے وصال کے بعد آپ کا مزار مبارک آپ ہی کی بستی میں بنا۔ مدتوں بعد جب کہ دادا صاحب کی چند پشتیں گزر گئیں وہاں دریا نے بستی کی جانب رخ موڑ لیا اور بستی کا کٹاؤ شروع ہو گیا۔ بستی کے لوگوں نے دادا صاحب کو قبر سے نکالا اور کسی صندوق کی بجائے چارپائی پر رکھا۔ جسد مبارک اور کفن مبارک صحیح وسلامت تھا۔ وہاں سے قصبہ موچھ لایا گیا یہاں آپ کی اولاد کثیر تھی مگر شفیع خیل اپنے گھر لے گئے اپنے چھپر پر دادا صاحب کا جسد مبارک رکھا ان کو یہ برکت حاصل ہوئی کہ مفلوک الحال تھے اور ان کا افلاس دور ہو گیا۔ پھر انہیں دلے والی میں دفن کیا گیا اور آپ کا مزار مبارک بنایا گیا۔ دادا صاحب کا مزار جب یہاں بنا تو لوگوں کی اس عقیدت کی بنا پر کہ اولیاء اللہ کے پڑوس کی قبروں پر بھی اللہ تعالی کی رحمت برستی ہے اطراف و کناف سے معتقدین نے اپنے مردوں یہاں لانا شروع کر دیا اور ایک پورا شہر خموشاں آباد ہو گیا اولیاء، شہدا، حفاظ، امراء اور عوام کی لاتعداد قبریں بن گئیں اور اسی طرح دادا صاحب کے واٹڈہ کے لوگ بھی دادا کے پاس آ گئے۔

حوالہ جات:

تذکرہ دوست محمد خیلاں

☆☆☆☆☆

حضرت میاں سلطان ذکریا قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف دادا ذکری سوھنا (میانوالی)

فخر الاولیاء حضرت سلطان ذکریا کو جو بلند مقام ملا ہے ایک زمانہ اس کا اعتراف کرتا ہے۔ آپ ایک جلیل القدر ولی اللہ کی اولاد سے ہیں جو بانی میانوالی ہیں یعنی حضرت میاں علی علیہ الرحمہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے باکرامت تھے اور آپ نے دین اسلام کی خوب اشاعت فرمائی۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ یہاں رہنے والے ہندو اور سکھ بھی آپ کے از حد عقیدت مند اور معتقد تھے اور ان کی اولادیں اب بھی ہندوستان سے یہاں آ کر مزار شریف پر حاضری دے کر عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے اسلام کی خوب تبلیغ فرما کر بہتوں کو اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔ آپ کی زندگی سے متعلق معلومات زیادہ تر سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات ہیں 1915ء کے میانوالی گزٹ میں آپ کے متعلق یوں تحریر کیا گیا ہے

''سولہویں صدی ہجری میں آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ تشریف لائے۔ آپ بچپن ہی سے صاحب کرامت تھے چنانچہ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مل کر ایک عارضی رہائش بنائی (جو کہ موجودہ میانوالی سے شمال کی طرف تھی) جب آپ کے والد محترم کو خواب میں جگہ تبدیل کرنے کا حکم ملا تو آپ کی کرامت ہی کی بدولت سلطان موہانہ کشتی لے کر کالا باغ سے آیا (اس کا تفصیلی ذکر آپ کے والد محترم کے بیان میں کیا جا چکا ہے) چنانچہ اپنے والد کے ہمراہ نئی جگہ بستی آباد کی''

ظالم گکھڑوں کی تباھی کی بددعا: صاحب مراتب

سلطانی حضرت صاحبزادہ میاں محمد عالمگیر شاہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابتداً میاں علی صاحب نے یہاں کے لوگوں کو گکھڑوں کے ظلم سے نجات دلائی تھی اور مسلمانوں کو ان کے خلاف متحد کیا لیکن جب ان کے مظالم کی شکایات حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمہ کے پاس پہنچیں تو آپ نے آک (اکڑے) کے خشک پھول منگائے اور نہیں آگ لگا دی ساتھ ہی فرمایا کہ گکھڑ یوں نیست و نابود ہو جائیں گے چنانچہ اللہ کے ولی کی بددعا ان پر یوں ٹوٹ کر پڑی کہ نشۂ شراب میں بدمستی کی حالت میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور آپس میں قتل و غارت شروع کر دی اور اپنے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئے۔

بیعت و خلافت: آپ کے والد محترم سلسلہ قادریہ سے مجاز تھے اور آپ صاحب کرامت ہونے کی وجہ سے بچپن سے ہی تمام بھائیوں سے ممتاز تھے لہذا خلافت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا۔

کشف و کرامات: آپ سے کئی کشف و کرامات کا ظہور ہوا جن میں سے چند کا ذکر میانوالی گزٹ 1915ء میں کیا گیا ہے:

آپ کا امتحان لینے والے تباہ ہو گئے: آپ ایک تنازعہ کے تصفیہ کے لئے روکھڑی تشریف لے گئے روکھڑی کے پٹھانوں میں سے کچھ نے آپ کی آمد پر ناگواری کا اظہار کیا اور یہی سوچا ہوگا کہ بڑا فقیر بنتا ہے اس کی فقیری کا امتحان لیتے ہیں چنانچہ ایک جھوٹ موٹ کا جنازہ تیار کیا گیا ان میں سے ایک جان بوجھ کر مردہ بن گیا اور باقی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز جنازہ کے لئے عرض گزار ہوئے چنانچہ آپ تشریف لے گئے انہوں نے تو پروگرام بنا لیا تھا کہ جیسے ہی

آپ جنازہ کے لئے اللہ اکبر کہیں گے میت بنا ہوا بندہ فوراً کھڑا ہو جائے گا یوں آپ کی تضحیک ہو گی لیکن ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ اللہ والوں کا امتحان لینا بعض اوقات جان لیوا بھی بن جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ میت کا جنازہ پڑھا دوں لوگوں نے کہا جی ہاں پڑھائیں آپ نے جنازہ پڑھا دیا لوگ انتظار میں تھے کہ ابھی ہمارا بندہ اٹھ کھڑا ہو گا لیکن ان کو کیا معلوم کہ اولیاء اللہ سے مذاق کرنے والوں کو سخت سزا مل چکی تھی اور وہ بندہ جو زندہ تھا واقعی موت کا شکار ہو چکا تھا اور اس کا جسم اب لاش کی صورت میں عبرت کا نشان بنا ہوا تھا۔

غیب سے دعوت کا کھانا آگیا: آپ نے لوگوں کو تالاب کھودنے کی دعوت دی بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے (یہ تالاب آج بھی میانوالی سے شمال مغرب میں موجود ہے اور ٹوبہ دادا سلطانی ذکری کے نام سے مشہور ہے) کچھ نے عرض کی حضور ہم آپ کا کام کریں گے لیکن شرط ہے کہ ہمیں کھانے میں حلوہ اور بکری کا گوشت ملے۔ آپ نے فرمایا تم کام شروع کرو اللہ کرم کرے گا۔ ادھر انہوں نے کام شروع کیا ادھر آپ نے حکم دیا کہ میری چادر فلاں کری کے درخت پر ڈال دو چنانچہ جب کام ختم ہو گیا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ جاؤ میری چادر اٹھا لو نیچے جو کچھ ہے وہ بھی اٹھا کر لے آؤ۔ چنانچہ جلدی جلدی وہاں جا کر چادر اٹھائی تو دیکھ کر حیران رہ گئے حلوہ بھی موجود ہے اور گوشت بھی پکا ہوا تیار ہے تمام لوگوں نے اس خدائی ضیافت کو مزے لے کر کھایا اور تمام ہجوم کا پیٹ بھر گیا اور وہ خوش و خرم واپس ہوئے۔

اولاد: آپ کا ایک ہی صاحبزادہ تھا جس کا میاں علی محمد تھا۔

واقعۂ منتقلی مزار: آپ کا پہلا مزار شہر سے جانب غرب واقع تھا۔

آپ نے اپنے پوتوں کو خواب میں وہاں سے نکالنے کا حکم دیا چنانچہ آپ کے دونوں پوتے مراد علی اور غوث علی تذبذب کا شکار ہو گئے۔ دوسری مرتبہ پھر خواب میں آپ نے حکم دیا کہ مجھے یہاں سے نکال کر مشرق کی جانب لے چلو جہاں تمہارے قدم رک جائیں وہاں مزار بنا دینا چنانچہ آپ کو وہاں سے نکال کر چارپائی پر رکھا گیا اور پھر اپنے سروں پر یہ چارپائی اٹھا کر روانہ ہوئے ایک بلند ٹیلے پر آ کر ان دونوں کے قدم رک گئے چنانچہ وہیں آپ کو دفن کیا گیا یہی آپ کا موجودہ مزار ہے۔

مزار شریف: آپ کا مزار میانوالی شہر کے قدیم قبرستان میں واقع ہے جو آپ کے نام سے مشہور ہے جناب صاحبزادہ محمد عالمگیر شاہ کی کوششوں سے 2006ء میں آپ کا نیا مزار بنایا گیا ہے جس پر ایک انتہائی خوبصورت دروازہ لگایا گیا ہے جو کہ بیش قیمت لکڑی سے تیار کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

میاں سلطان اکبر رحمتہ اللہ علیہ (بالا شریف)

دریائے سندھ کے پانی کے عظیم ریلوں کو چشمہ پر بند بنا کر روک لیا گیا اور ایک بہت بڑی نہر نکالی گئی جو کہ چشمہ جہلم لنک کینال کہلاتی ہے۔ یہ بہت خوبصورت نہر ہے اس نہر کے کنارے کنارے آپ تھل کے صحرا میں سے گزرتے ہوئے نکلیں تو قدرت کے حسین نظارے روح کو طراوت بخشتے ہیں اور قدرت کی ان رعنائیوں کو دل و دماغ میں سمیٹے ہوئے چلیں تو میانوالی ضلع کا آخری بڑا قصبہ بالاشریف آتا ہے جو بالکل نہر کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے اپنی عبادتوں اور ریاضتوں سے صحرا کی ریت کو نورانی بنا دیا۔ صحرائے تھل کے اس گوشہ میں اللہ ہو کی صداؤں نے لوگوں کو مسحور کر دیا اور یہ اللہ کے ولی ہم جیسے گنہگاروں کے لئے نوید سحر کی مانند نمودار ہوئے تا کہ ان کا دامن تھامتے ہوئے ہم بھی آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

ایسی ہی ایک عظیم الشان ہستی حضرت میاں سلطان اکبر یہاں محو آرام ہیں۔ آپ کے والد میاں شاہ ولی اللہ بھی نیک اور بزرگ ہستی گزرے ہیں۔ آپ کا تعلق سکیسر کے علاقہ چھچھڑ سے ہے اور اعوان قوم سے تعلق ہے۔ آپ کے سارے خاندان کو حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے از حد محبت و عقیدت ہے اور یہی ادب و احترام ان کے روحانی فیوض و برکات کا باعث ہے۔

ابتدائی تعلیم : آپ بچپن میں ہی والد صاحب کی شفقت سے محروم ہو گئے کیونکہ ان کا وصال ہو گیا تھا۔ والدہ محترمہ نے ان کی تربیت کی لیکن بہت جلد ان کا بھی وصال ہو گیا۔ آپ نے یتیمی میں بچپن گزارا اور وہیں چھچھڑ شریف میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔

بالا شریف میں آمد : چونکہ یہاں آپ کے والد بزرگوار کے مریدین

تھے اور وہ اکثر یہاں تشریف لاتے رہتے تھے چنانچہ اپنے مریدین کے اصرار پر آپ مستقلاً یہاں تشریف لے آئے۔

مسجد کی تعمیر : آپ کو خواب میں اشارہ ملا کہ مسجد کی تعمیر کراؤ۔ جہاں مسجد کی جگہ تجویز ہوئی وہ تین آدمیوں کی ملکیت تھی انہوں نے اپنی حاجات پیش کر دیں کہ اگر یہ پوری ہو جائیں تو ہم یہ جگہ دے دیں گے۔ آپ کی دعا سے ان کی حاجات پوری ہو گئیں۔ آپ نے وہاں مسجد کی بنیاد رکھ دی اور آج وہاں بہت خوبصورت دیدہ زیب مسجد موجود ہے۔

بیعت و خلافت : آپ کی بیعت و خلافت حضرت سلطان نور احمد صاحب سے تھی اور آپ سال میں دو مرتبہ ضرور دربار شریف پر حاضر ہوتے تھے اور حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس قدر عقیدت تھی کہ نہ تو دربار شریف کی طرف پیٹھ کر کے سوتے اور نہ ہی اس طرف منہ کر کے تھوکتے تھے جب دربار شریف جانا ہوتا تو ساری رات وظائف میں گزار دیتے۔

ادب مرشد : آپ کی پیر سے محبت اور ادب کا یہ حال تھا کہ اپنے پیر کے سامنے چارپائی پر نہ بیٹھتے بلکہ باادب دوزانو ہو کر زمین پر تشریف رکھتے۔ ایک مرتبہ آپ کے مرشد نے آپ کے کندھے کا بوسہ لیا تو لوگوں نے عرض کیا حضور آپ نے میاں سلطان اکبر کے کندھے کا بوسہ کیوں لیا ہے جواب ملا کہ ان کے کندھے پر میں نے سلطان باہو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ دیکھا ہے۔

گیارھویں شریف کا اہتمام : حضرت میاں صاحب کو پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے از حد عقیدت تھی اور آپ گیارھویں شریف بڑے اہتمام سے مناتے تھے۔ آج بھی اسی اہتمام سے آپ کے آستانے پر

گیارھویں شریف کی محفل کا اہتمام ہوتا ہے۔

سفر حج: 1944 میں آپ حج پر تشریف لے گئے اگر چہ جنگ عظیم ان دنوں زوروں پر تھی لیکن آپ پھر بھی کسی نہ کسی طریقے مکہ مکرمہ پہنچ گئے وہاں آپ کی طبیعت کچھ علیل ہوگئی حضرت بابو جی صاحب گولڑہ والی سرکار بھی وہاں موجود تھے اور ان کو خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی اور میاں صاحب کی جانب اشارہ ہوا۔ چنانچہ بابو جی صاحب نے آپ کی عیادت فرمائی۔ اس کے بعد میاں صاحب ہر روز بابو جی صاحب کی خدمت میں جانے لگے اور آج بھی یہ دوستی ان کی اولادوں کے درمیان بھی قائم ہے۔ حضرت بابو جی صاحب حج سے واپسی کے بعد بالا شریف میں آپ کی ملاقات کو آئے اور آپ تو اکثر گولڑہ شریف حاضری دیتے تھے۔

عبادت و ریاضت: آپ روزانہ قرآن پاک کے پندرہ پارے تلاوت فرماتے تھے اس کے علاوہ بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے جس کی آواز دور تک سنائی دیتی۔ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے اور پھر بیدار ہو کر نوافل پڑھتے رہتے۔

وصال مبارک: آپ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرا رکھا تھا اور مولانا احمد سعید صاحب شادیہ والے کو فرمایا کہ میرے جانے کا وقت آچکا ہے افسوس مسجد کا کام مکمل نہ ہو سکا ہے اور پھر فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے مجھے غسل دینا ہے۔ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ 15 جنوری 1973 کو اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت ستر برس تھی۔

مزار مبارک: آپ کی بنائی ہوئی مسجد کے ساتھ ہی آپ کا مزار ہے۔ آپ نے یہ مزار زندگی میں ہی بنایا تھا اور اس میں بیٹھ کر اکثر ذکر اللہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

حوالہ: ذکر الصالحین۔

حضرت علامہ مولانا سلطان اعظم قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موسی والی پپلاں):

علم کی دنیا کا یہ سلطان اگر چہ میانوالی کا باسی نہ تھا آپ نے اپنے آبائی علاقہ سے ہجرت فرما کر موسی والی میں قیام فرمالیا اور پھر آخر وقت تک یہیں بسیرا رہا۔ آپ کا تعلق مردم خیز سرزمین چھمرہ شریف سے ہے جو کہ سکیسر ضلع خوشاب میں واقع ہے۔

ولادت با سعادت: اعوان خاندان سکیسر کے علاقہ میں بکھرا ہوا ہے اور چھمرہ شریف بھی انہی کا ایک قصبہ ہے بنیادی طور پر ان لوگوں میں اسلام کی محبت اور اس پر عمل کا جذبہ ہے اس لئے یہاں دین اسلام سے محبت کرنے والے لوگ ہیں اس کے ساتھ ہی اولیائے کرام کی عقیدت و محبت ان میں رچی بسی ہوئی ہے حتیٰ کہ چھمرہ شریف کی خواتین میں اکثر آپ کو حافظہ قرآن ملیں گی یہ ان کی دین سے محبت کا ثبوت ہے۔ حضرت سلطان اعظم بن میاں غلام محمد نے بھی ایسے ہی دین دار ماحول میں جنم لیا کہتے ہیں کہ آپ کے والدین کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی آپ کی والدہ محترمہ جو کہ انتہائی نیک خاتون تھیں اور حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ میں مرید تھیں ان کو اپنے پیر و مرشد نے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اطاعت پیر میں آپ نے مسلسل 12 سال روزے رکھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر کرم کیا اور آپ کو حضرت سلطان اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا یکتا عالم و فاضل فرزند عطا فرمایا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم بھرتہ موضع میں حاصل کی اس کے بعد آپ پپلاں ضلع میانوالی میں علامہ مولانا غلام محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر علم کے موتی چنتے رہے۔ تین

سال انھی ضلع گجرات میں مولوی غلام رسول کے پاس رہ کر تحصیل علم کیا۔ دورۂ حدیث دیوبند میں مولوی محمد انور کشمیری سے پڑھا اور پھر وطن واپس لوٹے۔

حصول علم دین کی راہ میں تکالیف: ایک بہت بڑے عالم جو آپ کے شاگرد بھی تھے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم اپنے استاد علامہ سلطان اعظم کے ہمراہ کچے کے علاقے میں کسی کے گھر مہمان ہوئے انہوں نے مجھے جو تکیہ دیا وہ انتہائی گندا اور بدبودار تھا۔ مجھے بہت گھن آئی میں سوچ رہا تھا کہ استاد صاحب کسی اور طرف متوجہ ہوں تو میں یہ تکیہ دور پھینک دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن استاد صاحب کی نظروں سے میرا یہ عمل چھپا نہ رہ سکا اور حضرت علامہ نے اس کا برا منایا پھر فرمانے لگے جب میں تعلیم حاصل کیا کرتا تھا تو ایک استاد کی خدمت میں کتاب پڑھنے کے لئے حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ یہاں کھانے اور قیام کی سہولت میسر نہیں ہوگی اگر تم یہ انتظام کر لو تو میں تمہیں پڑھا سکتا ہوں۔ میں نے قبول کر لیا۔ سردیوں کے دن تھے اب حالت یہ ہوتی تھی کہ رات کو سردی لگتی تو میں اللہ کا ذکر شروع کر دیتا اور یوں رات گزر جاتی آخر کار ترس کھا کر ایک غریب سا شخص میرے لئے ایک انتہائی پرانی گندی بدبودار رضائی لے آیا جس کو منہ پر ڈالنے سے بدبو آتی تھی لیکن سردی کی شدت کم کرنے کے لئے مجبوراً استعمال کرتا تھا ان حالات میں میں نے علم دین سیکھا۔

بیعت و خلافت: آپ کا خاندان حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معتقد تھا اور ان کے سلسلہ میں نسبت قائم کی جاتی تھی۔ آپ نے بھی حضرت سلطان نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے

تھے، ان سے بیعت کی۔ تذکرہ اکابر اہلسنت میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے آپ کی تعریف یوں بیان کی ہے "جب سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے تو طبیعت میں تقویٰ وطہارت اور عبادت وریاضت کے جذبات بدرجۂ اتم پیدا ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک اوراد و وظائف پڑھتے۔ درود کبریتِ احمر ہمیشہ بکثرت پڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس درود شریف کی برکت سے مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار اقدس تک رسائی ہوئی۔ نماز اشراق کے بعد علوم دینیہ کا درس دیتے، نماز ظہر کے بعد بھی سلسلۂ تدریس جاری رہتا۔ نماز عصر کے بعد قرب و جوار سے آنے والوں کے شرعی مسائل کا حل فرماتے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار انور پر حاضری دیتے اور سفر میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔ کئی مرتبہ عالم بیداری میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علمی مناظروں کا تذکرہ: مولانا سلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلکِ اہل سنت کے تحفظ کے لئے مختلف مناظروں میں شریک ہوئے۔ موضع ڈوکری تحصیل خوشاب میں ایک مناظرہ ہوا جس میں دیوبندیوں کی طرف سے مولوی حسین علی مؤلف بلغۃ الحیر ان (واں بھچراں میانوالی) اور مولوی فضل کریم بندیالوی مناظر تھے جب کہ اہل سنت کی طرف سے مولانا سلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، استاد العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا علامہ غلام محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (پپلاں میانوالی)، مولانا

قطبی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ملتان شریف) اور مولانا نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (کندیاں) تشریف لائے۔ اس مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی"۔

پروفیسر عبدالکریم قاسم کی تحقیقی کتاب "خانقاہ محمودیہ" سے اقتباس: حضرت مولانا فقیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ چکی گجرات میں علم دین پڑھنے کے بعد دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ درویش منش عالم فاضل بزرگ تھے۔ آپ کا تعلق چھچھو کے علاقہ سے تھا۔ علوم دینیہ کی تدریس سلسلہ میں آپ بالا شریف، بندیال شریف، وانڈھا فتح خان والا ہپلاں اور موسی والی میں پڑھاتے رہے۔ شاگردوں اور مریدین کی تعداد بے شمار ہے۔ وہ بیک وقت اعلیٰ پائے کے فقیہ، محدث، مفسر قرآن اور جید عالم دین تھے۔ فلسفہ، منطق، صرف اور نحو جمیع علوم دینیہ پر مکمل دسترس تھی۔ حضرت پیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزار سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین سلطان نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ یاد خدا (عزوجل) اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کی زندگی میں رچا بسا ہوا تھا۔ آپ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ ہمیشہ کھدّی کے بُنے ہوئے کپڑے پہنتے۔

آپ انتہائی پارسا اور متقی تھے آپ کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا سنت کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ نظروں کو جھکا کر چلا کرتے تھے۔ مولانا عطا محمد چشتی خطیب جامع مسجد اڈا لاریاں خوشاب نے بتایا کہ میرے دانت میں شدید درد تھا۔ کافی علاج معالجہ

کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ اتفاقاً حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے گاؤں موضع کنڈ تحصیل خوشاب تشریف لائے۔ میں نے حاضر ہو کر اپنی تکلیف بیان کی آپ اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے۔ اسی طرح دم فرمایا۔ درد فوراً کافور ہو گیا۔ آج اس واقعہ کو پندرہ سال گزر چکے ہیں پھر کبھی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

تلامذہ: آپ سے بے شمار لوگوں نے علم دین حاصل کیا۔ چند مشہور تلامذہ میں سے سردست جو حضرات معلوم ہوئے ان کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سیال شریف ضلع سرگودھا)
۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی (سرگودھا)
۳۔ مولانا محمد حسین شوق (ہپلاں ضلع میانوالی)
۴۔ مولانا شہباز خان
۵۔ مولوی غلام یٰسین دیوبندی (واں بھچراں)
۶۔ مولوی غلام حسین دیوبندی (ڈیرہ اسماعیل خان)
۷۔ مولوی واحد بخش (کوٹ مٹھن شریف)
۸۔ مولوی خدا بخش (موضع کفری ضلع سرگودھا)
۹۔ مولوی شمس الدین (موضع رجانہ ضلع سرگودھا)
۱۰۔ مولوی غلام قادر (پنج گرائیں ضلع بھکر)
۱۱۔ مفتی محمد نواز (جال تحصیل ہپلاں ضلع میانوالی)

آپ کا وصال: آپ کا وصال 1387ھ بمطابق 1967 میں ہوا۔ آپ کا مزار موسی والی میں ہے۔ جس کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد اور مدرسہ بھی ہے۔ آج کل آپ کے سجادہ نشین میاں غلام محی الدین صاحب ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفاء اللہ خان سیالوی علیہ الرحمہ (میانوالی)

اللہ تعالیٰ کے کچھ نیک بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو بہت تھوڑا عرصہ میں اس دھرتی پر رہتے ہیں لیکن ان کے کارنامے تادیر یاد رکھے جاتے ہیں۔ میانوالی کے اندر ایک ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد شفاء اللہ خان سیالوی علیہ الرحمہ کی تھی۔ آپ کے والد محترم کا نام لعل خان تھا اور تعلق وتہ خیل کے پٹھان قبیلے سے تھا۔ آپ کے اندر دین کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس وجہ سے آپ نے ابتدا ہی سے دین کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور مختلف علمائے دین سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت علامہ فخر الدین گانگوی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں دین کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ آپ اپنے محلے کے ہر بڑے بوڑھے جوان کو دین سکھاتے تھے اور رات کے وقت اکثر بڑے بوڑھے لوگ جو قرآن پاک کی تعلیم سے ناواقف تھے ان کو آپ قرآن پڑھاتے اور جو کچھ پڑھے لکھے ہوتے تھے ان کو ابتدائی دینی کتب کی تعلیم دے کر علم دین سے روشناس کراتے تھے۔ آپ دنیاوی طور اپنا مطب بھی چلاتے تھے کیونکہ آپ سرکاری ملازمت میں ڈسپنسر بھی تھے اور اسی وجہ سے لوگوں میں آپ ڈاکٹر مشہور ہو گئے تھے جب دنیاداری کے شغل سے فارغ ہوتے تو پھر علم دین کی محفلیں سج جاتی تھیں اور لوگ آپ سے دین کے مسائل سیکھتے تھے۔

آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ سے تھی۔ آپ اپنے پیرو مرشد سے بے حد عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرزاق سیالوی صاحب آپ کی اپنے مرشد سے عقیدت ومحبت اور ان کی زندگی کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عرس مقدس کے دن قریب تھے۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے عبدالرزاق! رات عالم خواب میں حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے کرم فرمایا تشریف لائے میں نے عرض کیا حضور! آپ کیا فرماتے تھے؟ فرمایا! آپ نے عالم خواب میں مجھے نیند سے بیدار کرتے ہوئے فرمایا اٹھو بیٹا شمس العارفین علیہ الرحمہ کے عرس پر حاضری نہیں دینی۔ خواب سنانے کے بعد فرمایا بیٹا اس مرتبہ تمام پیر بھائیوں کو اکٹھا کرو فرداً فرداً حاضری نہیں دینی بلکہ سپیشل گاڑی کریں گے اور آستانہ عالیہ پر حاضری دیں گے اس لئے کہ اس عرس مقدس کی دعوت خود میرے مرشد کریم نے دی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرزاق سیالوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

آپ نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ مرشد کامل کی محبت کے ساتھ ساتھ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عشق ان کے سینہ میں موجزن تھا۔ اتباع سنت کے حوالہ سے ان کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے میں ایک انفرادیت نظر آتی تھی۔ محلے کی جس گلی سے گزرنے کا اتفاق ہوتا دور سے آتا دیکھ کر محلّہ کے نوجوان ادباً کھڑے ہو جاتے۔ معاشرے کا یہ معمول ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہمیں گلیوں میں کھیلتے نظر آتے ہیں ہم آج بھی دیکھتے دیکھتے گزر جاتے ہیں مگر جب میں آپ کی معیت میں ہوتا تو آپ چھوٹے چھوٹے بچوں کو کھیلتا دیکھتے تو خوش ہوتے اور مسکراتے ہوئے فرماتے السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ میں عرض کرتا حضور کیا آپ نے کھیلنے والے بچوں کو سلام کیا۔ فرماتے ہاں بے شک میں نے بچوں پر سلام کیا ہے۔ میں عرض کرتا آپ سلام کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں مگر بچوں کو کیا خبر وہ جواب بھی نہیں دے پاتے۔ فرمایا کرتے بیٹا کم از کم میں ان بچوں کے حق میں سلام کی صورت میں دعا دے کر گزر رہا ہوں تو سنت پر عمل کرنے کا ثواب مل جاتا ہے۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ ایک پٹھان نیازی وتہ خیل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ کے مزاج میں عجز وانکساری نمایاں نظر آتی تھی۔ ہر آنے والے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب شفقت بھرے انداز میں گفتگو کرتے اور ہر دلعزیز ہونے کے حوالہ سے ہر شخص یہی سمجھتا کہ ڈاکٹر صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ آج بھی ان کا اخلاق، ان کی گفتگو کا انداز جب یاد آتا ہے تو آنکھیں بھر آتی ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب ہم قبلہ ڈاکٹر صاحب کے پاس درس نظامی کے اسباق پڑھا کرتے تھے۔ محلہ کے چند سفید ریش بزرگ قرآن مجید پڑھتے تھے نہ یہ بزرگ پڑھنے میں عار محسوس کرتے اور نہ قبلہ ڈاکٹر صاحب۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ رات گیارہ بجے جب کہ گرمیوں کا موسم تھا۔ پڑھانے کے بعد جب مسجد سے گھر جانے کے لئے میں (مولانا عبدالرزاق سیالوی) اور آپ (قبلہ ڈاکٹر صاحب) یتیم خانہ مسجد کے جنوبی دروازہ سے نکلے تو فرمانے لگے میری سروس سے تقریباً ایک سال باقی ہے جونہی میری سروس ختم ہوگی مسجد کے ساتھ ملحقہ جگہ خرید کروں گا اور یہاں پر دینی مدرسہ قمر الاسلام فخریہ کے نام سے بناؤں گا اور پھر زندگی کا باقی حصہ علم دین پڑھاتے پڑھاتے گزرے گا مگر دل کی حسرتیں دل ہی میں لے کر آپ 42 سال کی عمر میں 11/08/1988 کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درجات میں بلندی عطا فرمائے۔

آپ کا مزار جنوبی قبرستان میانوالی شہر میں ہے۔

حوالہ جات: انٹرویو مولانا عبدالرزاق سیالوی

☆☆☆☆☆

حافظ پیر شاہ عالم شاہ گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میانوالی):

آپ کے والد سید فضل شاہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد انڈیا سے یہاں تشریف لائے۔ آپ کے دادا محمد عظیم شاہ شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ چکی شیخ جی سے نسبت رکھتے تھے اور ان کو وہاں سے خلافت بھی ملی تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور بٹیاں سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد تجوید وقرآت کا علم مدرسہ آصفیہ بھوپال سے حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمت کی تعلیم حاصل کر کے واپس لوٹے۔ آپ میانوالی کے مشہور حافظ قرآن تھے اور بڑی لحن کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ تاریخ میانوالی (مرتب کنندہ ڈاکٹر لیاقت علی نیازی) میں حضرت پیر شاہ عالم شاہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بڑے باکمال حافظ قرآن تھے اور قرآن پاک کے عاشق بھی تھے۔ صحیح اور ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے میں معروف تھے جب تک زندہ رہے رمضان شریف کے مہینے میں قرآن سناتے اور اپنا سامع حافظ محمد ایوب کو رکھتے۔ وتہ خیل کا یہ پٹھان بھی قرآن کی تجوید وقرآت کا ماہر تھا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور 6 ماہ جیل میں گزارے۔ اسی دوران رمضان شریف کا مہینہ آگیا آپ بہت پریشان ہوئے کیونکہ آپ نے زندگی میں رمضان المبارک کے ختم قرآن کا ناغہ کبھی نہیں کیا تھا اب جیل کی وجہ سے یہ اعزاز ختم ہونے کو تھا۔ آپ نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے اجازت لی اور جیل کے اندر قیدیوں کو رمضان کے مہینے میں قرآن کی تلاوت سنائی اور اس طرح آپ کی زندگی کا ریکارڈ قائم رہا۔

آپ حکمت بھی کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اصیل مرغوں اور گھوڑوں کو پالنے کا بھی شوق تھا۔ اعلیٰ ترین اور خوبصورت نسل کے اصیل مرغ پالتے تھے لیکن ان کو لڑاتے نہیں تھے اسی طرح اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالے مگر ان پر کسی کو سوار نہ ہونے دیتے البتہ خود کبھی کبھار سواری فرماتے تھے۔ آپ کا وصال 1971ء میں تقریباً 90 برس کی عمر میں ہوا اور اپنے گھر کے قریب ہی سادات کے ذاتی قبرستان نزد سنٹرل جیل میانوالی میں دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے پیر مشتاق احمد شاہ اور پیر ممتاز احمد شاہ حیات ہیں۔

حوالہ: انٹرویو حضرت پیر مشتاق احمد شاہ صاحب پیرانوالی وانڈھی نزد سنٹرل جیل میانوالی۔

☆☆☆☆☆

تاجدار موچھ حضرت شیر محمد غازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موچھ شریف):

علاقہ میں آپ حضرت دادا شیر محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مشہور و معروف ہیں اور آپ کی موچھ آمد، رہائش اور زندگی کے باقی احوال کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ صرف ایک بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ بلند پایہ بزرگ اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ آپ یقیناً تبلیغ دین کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے ہوں گے اور بعد از وصال یہاں آپ کا مزار بنایا گیا۔ تاریخی حوالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ 300 سال سے بھی پہلے کے بزرگ ہیں کیونکہ نیازی قبائل یہاں 300 سال سے آکر رہائش پذیر بھی ہو چکے تھے اگر اس عرصہ میں آپ تشریف لاتے یا آپ کا عرصۂ زندگی ان 300 سالوں میں ہوتا تو پھر ضرور آپ کے خاندان اور آپ کے حالات زندگی کے متعلق روایات بیان کی جاتیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد خان نیازی قادری کے مطابق کہ انہوں نے موچھ میں پائے جانے والے چشتی خاندان کے حوالے سے بات کی ہے کہ چونکہ یہی لوگ آپ کے دربار کے متولی چلے آرہے ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ آپ چشتی سلسلہ کے بزرگ ہوں لیکن یہ بات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے۔

دریائے سندھ کی سیلابی کیفیت: موچھ کا قدیم قبرستان 1930ء کے سیلاب میں مٹ گیا لیکن آپ کا مزار آج بھی سلامت ہے۔ اسی سیلاب کے دوران حضرت پیر محمد اکرم شاہ المعروف دادا محمد اکبر شاہ کا جسد مبارک ثابت سالم

حالت میں یہاں سے نکال کر نئے قبرستان منتقل کی گیا۔

خواب میں زیارت کراکے تبدیلیٔ مزار سے منع کیا: اسی سیلاب کے دوران آپ کے جسد مبارک کو یہاں سے منتقل کرنے کا پروگرام بنا لیا گیا لیکن آپ نے چند عقیدت مندوں کے خواب میں آ کر ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں مقدمہ سیلاب اور عریضہ وکالت: شیخ طریقت حضرت خواجہ الحاج پیر محمد عبید اللہ شاہ ہاشمی قادری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد گرامی شیخ کبیر حضرت پیر محمد اکبر شاہ المعروف گھنڈ والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مزار شریف میانوالی) سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسی رات اپنے دادا مرحوم حضرت پیر محمد شریف صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ بطرف خانقاہ حضرت شیر محمد غازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضور کہاں کا ارادہ ہے تو فرمایا کہ حضرت صاحب کے مزار شریف پر آج رات اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کچہری (عدالت) لگنے والی ہے کہ دادا صاحب کو یہاں رہنا چاہیے یا کہ نہیں۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مقدمہ کی سماعت فرمائیں گے۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام اور حضرت شاہ صاحب چوری والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں اپنی وکالت عرض و معروض و مباحثہ کریں گے۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام چاہتے ہیں کہ آپ یہاں نہ رہیں اور حضرت شاہ صاحب چوری والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بضد ہیں کہ آپ کو یہیں رہنا ہے۔ جب مقدمہ سماعت ہو چکا تو آپ واپس اپنے مزار میں بعجلت تشریف

لائے۔ میں نے پوچھا حضور کیا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فیصلہ حضرت شاہ صاحب چوری والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں فرما دیا۔ بس وہی رات تھی کہ دریا نے سرکشی کو چھوڑ دیا اور آپ نے بھی اپنے نکالنے سے منع فرما دیا۔

موچھ کی حکمرانی: اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا درجہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانے یا اللہ والے۔ خواجہ نور الحسن المعروف قطب شاہ المتوفی 1974ء مزار شریف مواز والا، جو کہ میجر حامد خان کے پیر و مرشد تھے ان کے گھر میں ان کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ قطب شاہ صاحب اکثر و بیشتر حضرت دادا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے اور پاؤں کی جانب سے مزار کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے کہ میں ان کی مزار کو اس لئے بوسہ دیتا ہوں کیونکہ آنجناب اس علاقہ کے گورنر ہیں۔

ہم منصب ولی اللہ کا ادب: بندہ حقیر (مصنف کتاب مولانا محمد خان قادری) نے اپنے شیخ طریقت خواجہ الحاج پیر محمد عبد اللہ شاہ ہاشمی قادری اویسی سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے نانا حضور میاں ملوک علی شاہ المتوفی 1918ء جب حضرت شیر محمد غازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے تو واپسی پر کافی حد تک آپ کے مزار کی جانب پشت نہ کرتے۔ مزید فرماتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو وہی مرتبہ دیا جو جناب دادا صاحب کو مرحمت ہوا لیکن ہم نے کمال ادب حیاء کی وجہ سے اس علاقہ کے کاغذات آنجناب سے طلب نہ کئے معاملہ جوں کا توں جناب کے پاس ہی رہنے دیا۔

ایک مجذوب کا واقعہ: ویسے تو آپ کے مزار پر سالکین کے علاوہ مجاذیبؒ بھی فیض پاتے رہے اور پاتے رہیں گے۔ علاقہ موچھ کے مشہور و معروف

مجذوب حضرت امید علی شاہ المتوفی مقبرہ روکھڑی قبرستان کنارہ تھل پراجیکٹ (نہر) جب آپ کے مزار پر حاضری چاہتے تو دور کھڑے ہوکر کافی دیر تک مستانہ وار کودتے رہتے اور ساتھ ہی کہتے رہتے کہ دادا جو ہیں ڈاڈھا جو ہیں (اللہ کے ولی بھی ہو اور زور آور بھی ہو) پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ کہتے ہوئے آپ کے مزار کی طرف دوڑ پڑتے کہ جو جیسا بھی ہے میں آرہا ہوں۔

عرس مبارک: سال بھر میں آپ کے دو عرس ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے عرس کی ابتداء فقیر رضا محمد قادری چشتی نے رکھی جو کہ حضرت پیر محمد اکبر شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ واںڈھی گھنڈ والی میانوالی کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے مشتاق احمد شاہ المعروف وڈا شاہ کرتے ہیں۔ فقیر رضا محمد شاہ کے بعد دوسرا عرس ان کے بھائی غلام رسول شاہ قادری چشتی مرحوم کیا کرتے تھے۔ لاولد ہونے کی وجہ سے ان کا یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ اب دوسرا عرس مبارک حاجی بہادر علی شاہ چشتی ولد مرحوم مبارک علی شاہ کرتے ہیں۔ الحمدللہ عرس بڑا وسیع ہوتا ہے اور دور دور عوام شرکت کے لئے آتے ہیں۔

حوالہ جات:

کتاب تاجداران موچھ حضرت شیر محمد غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت خواجہ شیر دل خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈب بلوچاں) خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑہ شریف:

پیدائش و خاندان: ہرنولی موڑ سے پپلاں کی طرف جاتے ہوئے راستے سے ایک ذیلی سڑک ڈب بلوچاں کی طرف جاتی ہے۔ حضرت مولانا شیر دل خان اسی چھوٹے سے قصبے میں ایک بلوچ زمیندار سمند خان کے گھر 14 اکتوبر 1873ء کو پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے یاد الٰہی کی طرف راغب تھے اور اوائل عمر سے ہی نماز پنجگانہ کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ ساتھ ہی رمضان المبارک کے روزے رکھنا آپ کے بچپن کا معمول تھا۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

آپ کا حلیہ مبارک: آپ سرخ وسفید رنگت اور دراز قد کے تھے۔ داڑھی مبارک اور سر کے بال گھنے تھے۔ سر پر کلاہ دار سفید پگڑی باندھتے۔ عموماً کندھے پر ایک بڑا سفید رومال رکھتے تھے۔ آپ کو سفید لباس بے حد پسند تھا۔ گھر میں ہوتے تو کرتہ تہبند اور گولڑہ شریف یا کہیں اور جانا ہوتا تو شلوار قمیض زیب تن فرماتے تھے۔

حصول علم: آپ نے مولانا محمد غازی اور مفتی عبدالرحمٰن جونپوری سے علمی استفادہ کیا تھا لیکن کوئی باقاعدہ دینی تعلیم حاصل نہ کی تھی۔

فوج میں ملازمت: آپ نے ابتدائی طور اپنی زندگی فوج کی نوکری میں گزاری لیکن اس عرصہ میں بھی آپ نے دین سے محبت اور یاد الٰہی میں اپنا وقت گزارا۔ مختلف علاقوں اور شہروں میں خدمات سرانجام دینے کے دوران آپ نے اسلام کی تبلیغ کو اپنا شعار بنایا اور کئی غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔

کلکتہ میں چلہ کشی: دوران ملازمت آپ نے کلکتہ میں چلہ کشی کی اور ذکر الٰہی سے اس سرزمین کو شاد و آباد کیا۔

مرشد کی تلاش: آپ کو شروع ہی سے کامل مرشد کی تلاش رہی اور فوج کی نوکری کے دوران ایک مجذوبہ فقیر عورت نے آپ کی راہنمائی فرمائی کہ گولڑہ شریف جاؤ اور وہاں جا کر بیعت اختیار کرو۔

بیعت و خلافت: آپ نے 1919ء میں فوج کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور پھر 1921ء میں گولڑہ شریف جا کر حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کر لی۔ آپ نے وہیں رہ کر سلوک کی منازل طے فرمائیں اور حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے خاص خلفاء میں شمار ہونے لگے اور پیر صاحب نے باقاعدہ آپ کو خلافت عطا فرمادی۔

پیر سے محبت: آپ کا اکثر و بیشتر وقت گولڑہ شریف میں گزرتا تھا کیونکہ آپ حضرت شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ کی زلف کے یوں اسیر ہوئے کہ بس وہیں کے ہو رہے۔ آپ کی اپنے پیر سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ جب صاحبزادگان گولڑہ شریف حضرت قبلہ بابو جی صاحب ڈب تشریف لے آئے تو آپ نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ حضرت بابو جی صاحب نماز پڑھنے تشریف لائے اور جس جگہ جوتے اتارے آپ نے وہاں نشان لگا دیا اور وصیت فرمائی کہ میری قبر اسی جگہ پر بنانی ہے چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کو اسی جگہ دفنایا گیا۔

عبادت و ریاضت: آپ نے اپنے گھر میں بنے ایک مخصوص حجرے میں اپنے رب کی عبادت کو جاری رکھا۔ ایک دفعہ آپ نے گھر سے باہر کھوہ خانن والا پر بھی چلہ کشی کی اس دوران آپ صرف جَو کا ستو پیتے تھے چلہ کشی کے دوران آپ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ ذکر کی آواز سن کر جنگل کے درندے اور سانپ آپ کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے اور جھومنا شروع کر دیتے۔ ذکر کے ختم ہونے پر تمام جنگلی درندے اور زہریلے

سانپ خاموشی کے ساتھ واپس چلے جاتے۔ چلہ کشی کے دوران آپ کی جسمانی حالت بہت کمزور ہو گئی آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگرچہ میں جسمانی طور پر کمزور نظر آ رہا ہوں لیکن الحمدللہ اپنے پیر و مرشد کی دعا سے روحانی طور پر بہت توانا ہوں۔ آپ نے اپنی زندگی میں ڈب شریف میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مبارک تقریب کا نہایت باقاعدگی کے ساتھ اہتمام کیا۔ اس موقع پر حلوہ پکا کر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ حضرت مولانا شیر دل علیہ الرحمہ کی زندگانی میں ڈب شریف میں کوئی بھی شخص ننگے سر نہیں چل پھر سکتا تھا اگر کوئی علاقہ میں احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتا تو آپ غلام محمد موچی کے ذریعے مجرم کو جوتے لگواتے تھے۔ متعدد مواقع پر آپ نے احکام شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کا حقہ پانی بند کر دیا اور معاشرتی مقاطعہ کے ذریعے ان کی اصلاح کی آپ شریعت کے معاملے میں نہایت سخت تھے۔ اس معاملے میں کسی قسم کی رعایت کے قائل نہ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو قرآن شریف پڑھایا جس کی وجہ آپ استاد جی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

بغداد شریف حاضری: آپ کے دل میں اولیائے کرام سے عقیدت کس حد تک جاگزیں تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ بغداد شریف میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضری دینے کے لئے گئے تو آپ نے ننگے پاؤں بغداد شریف کی گلیوں میں گداگری کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے منت مانی تھی کہ جب بغداد شریف حاضری دوں گا تو بغداد شہر میں ننگے پاؤں بھکاری بن کر روٹی کھاؤں گا۔ آپ بغداد شریف میں تقریباً ایک ماہ تک رہے اور ان ایام میں آپ نے بھیک مانگ کر کھانا کھایا۔ آپ بغداد کی گلیوں میں صدا لگاتے اور ساتھ ہی حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ کا کلام با آواز بلند پڑھتے۔ ایک

مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ تم شکل سے کسی معزز گھرانے کے فرد لگتے ہو اور بھکاری بن کر گلیوں میں کیوں گھومتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس عمل سے بے پناہ روحانی سکون ملتا ہے۔ مجھے جو لذت و راحت اس کام سے ملتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

حج کی سعادت: آپ نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک مرتبہ آپ اپنے مرشد کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور بے پناہ روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔

واقعات: (۱) حافظ نور محمد (زیدی ٹاؤن) کہتے ہیں کہ میں اور میرا چچازاد بھائی محمد رمضان حضرت مولانا شیر دل صاحب علیہ الرحمہ اکٹھے قرآن حفظ کر رہے تھے۔ ایک دفعہ میں اور محمد رمضان باہر گئے۔ فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا۔ ہمارے دلوں میں سرسوں کی چوری کرنے کا خیال آیا۔ ہم نے ایک زمیندار کی سرسوں چوری کی اور اس کو بیچ کر حضرت مولانا کے پاس قرآن سنانے آ گئے۔ اس موقع پر ہم دونوں سے بسیار کوشش کے باوجود قرآن پاک یاد نہیں ہو رہا تھا۔ قبلہ استاد جی نے جب ہماری یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ جو لوگ چوری کرتے ہیں انہیں سبق یاد نہیں رہتا۔ یہ سن کر ہم بے حد شرمسار ہوئے اور آئندہ زندگی بھر کے لئے چوری نہ کرنے کا پختہ عہد کیا۔

(۲) حافظ محمد رمضان جیون خیل کہتے ہیں کہ میرا معمول ہے کہ میں روزانہ پانچوں وقت نماز پڑھنے کے بعد حضرت مولانا شیر دل صاحب علیہ الرحمہ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے درود شریف پڑھتا تھا۔ پندرہ سال پہلے ایک رات نماز عشاء پڑھنے کے بعد میں آپ کو ایصال ثواب کرنا بھول گیا۔ آپ اسی رات خواب میں جلوہ فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ آپ بھلے آدمی ہیں۔ آج ایصال ثواب بھول گئے چنانچہ میں فوراً بیدار ہوا اور آپ کی خدمت میں درود شریف کا ثواب ارسال کیا۔ آج بھی یہ واقعہ

سناتے ہوئے حافظ محمد رمضان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔

(۳) صوفی محمد عارف خان طویل عرصہ تک محکمہ تعلیم میں بطور مدرس مختلف سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ اس دور میں ہائی سکول ڈسٹرکٹ بورڈ کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اساتذہ کرام اکثر مہینہ کے بعد گھر کا چکر لگایا کرتے تھے۔ صوفی محمد عارف خان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گھر آیا تو مولانا شیر دل خان علیہ الرحمہ نے مجھ سے پوچھا کہ پچھلے ہفتے کیوں نہیں آئے عرض کی یا حضرت چار مہینے ہو گئے ہیں تنخواہ نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ہفتے آیا کرو بس کے کرایے کا میں ضامن ہوں۔ اگلے ہفتے گھر آنے سے پہلے میں نے اپنے دوست حافظ محمد اکبر خان سکنہ موسیٰ خیل (جو ڈاکخانے کے انچارج بھی تھے) سے کہا کہ گھر سے پانچ روپے لیتے آنا مجھے سخت ضرورت ہے۔ میں جب گھر آنے کے لئے بس پر سوار ہونے کے لئے اڈے پر آیا تو محمد اکبر خان نے مجھے بتایا کہ اسے پیسے لانا یاد نہیں رہے اس وقت میری جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا بس میں داخل ہوا تو اندر مسلم کمپنی کے چیکر غلام قادر خان آف جمالی بلوچاں ضلع خوشاب بیٹھے ہوئے تھے۔ موصوف میرے واقف تھے انہوں نے کنڈیکٹر سے کہا کہ خان صاحب کا ٹکٹ نہیں کاٹنا اسی طرح میں چاندنی چوک پہنچ گیا۔ وہاں پر مجھے ایک دوست مل گئے جنہوں نے میری دودھ اور انڈوں سے خوب تواضع کی۔ اتنے میں بھکر سے میانوالی جانے والی بس آ گئی میں بس میں سوار ہو گیا تو بس کے اندر بیٹھے ہوئے میرے شاگرد عظیم خان آف شہباز والا نے کہا استاد جی میں نے آپ کا ٹکٹ کٹوا لیا ہے۔ ترگڑانوالہ اڈے پر پہنچا تو کپتان اللہ داد خان کو لینے کے لئے ڈب کا حجام عالم شیر اونٹ لے کر بیٹھا تھا۔ اس نے کہا کہ کپتان صاحب تو نہیں آئے لہذا آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں۔ میں نے عالم شیر کو ہدایت کی کہ مجھے ڈب میں مولانا شیر دل خان

علیہ الرحمہ کی حویلی کے سامنے اتار دینا۔ جب میں اونٹ سے اترا تو قبلہ مولانا شیر دل صاحب علیہ الرحمہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد گھر واپس آ رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی آپ نے مجھے سینے سے لگا لیا اور فرمایا بچہ کچھ زیادہ خرچ تو نہیں آیا۔

وصال مبارک: صوفی محمد عارف خان فرماتے ہیں کہ میں گھر میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے فرمایا کہ بیٹا میرا آخری وقت آ گیا ہے آ کر مجھے مل جائیں۔ آپ ان دنوں سخت بیمار تھے چنانچہ میں نے فوراً وضو کیا اور روتا ہوا آپ کی زیارت کو چل پڑا جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ اللہ اللہ کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا کہ مجھے صاف ستھرے کپڑے پہناؤ آج شب برات ہے میں نے نوافل ادا کرنے ہیں چنانچہ آپ نے تہجد کی نماز ادا کی اس کے بعد بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا وصال 02/02/1958ء کو ہوا اور آپ کو وہیں ڈب بلوچاں میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار غوثیہ مسجد ڈب بلوچاں کے صحن میں ہے۔

عرس مبارک: آپ کا عرس ہر سال 15 شعبان کو منایا جاتا ہے۔

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے ہوئے ایک بچپن میں فوت ہو گئے۔ دوسرے مولانا شیر زمان خان تھے۔ جن میں سے آپ کی اولاد کا سلسلہ آگے چلا اور صاحبزادہ امان اللہ خان اور صاحبزادہ غلام محی الدین نے اس سلسلے کو آگے روشن کیا ہوا ہے۔

حوالہ :

نکہت حق از پروفیسر منیر بلوچ

☆☆☆☆☆

حضرت شاہ زمان گیلانی علیہ الرحمہ (درہ تنگ عیسیٰ خیل):

آپ بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ آپ لیہ کے علاقے سے یہاں عیسیٰ خیل تشریف لائے اور رہائش رکھی۔ آپ نے پہاڑوں اور دریائے کرم کے کنارے عبادت و ریاضت میں اپنا وقت گزارا۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت نور بخش ہے اور آپ کا تعلق سادات گیلانی سے ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے ہوئے جن کے نام چراغ شاہ، غلام شاہ، قادر شاہ اور دولت شاہ تھے۔ حضرت جندوڈا شاہ گیلانی علیہ الرحمہ وڑچھ شریف (جن کا تذکرہ الگ موجود ہے) آپ کے پڑپوتے تھے۔ آپ کی اولاد صوبہ سرحد میں نورنگ، قبول خیل اور لکی مروت اور صوبہ پنجاب میں عیسیٰ خیل، خوشاب اور لیہ میں آباد ہے۔

شجرہ نسب: حضرت شاہ زمان بن پیر نور بخش بن حضور شاہ بن پیر کرم شاہ بن پیر اللہ بخش بن پیر محمد شاہ بن عبداللہ شاہ بن رجب شاہ بن سید حبیب شاہ بن پیر عبدالرحمن دہلوی (مزار دہلی) بن پیر لطیف شاہ بن پیر عبدالقادر ثانی بن سید احمد بن سید یٰسین بن سید شمس الدین بن ابو صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کا مزار: آپ کا مزار میانوالی ضلع کی آخری حدود درہ تنگ کے پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ خوبصورت روضہ کی بہار دور سے دکھلائی دیتی ہے اور سرحد اور پنجاب کا سنگم ہونے کی وجہ سے دونوں اطراف کے لوگ یہاں حاضری دیتے ہیں۔

حضرت شاہ جمال (کمر مشانی): آپ کا تعلق بخاری سادات سے بتایا جاتا ہے۔ کفار نے آپ کو شہید کر دیا تھا اور یہاں مزار بنایا گیا۔

دبک والا پیر (سوانس) :

آپ کا نام مبارک شاہ عبدالغفور بن فتح شاہ ہے لیکن دبک والا پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ آپ سادات بخاری ہیں۔ آپ کے اجداد کا تعلق مکھڈ شریف سے ہے۔ آپ وہاں سے تشریف لائے اور اس جگہ کو عبادت کے لئے منتخب فرمایا۔ سوانس کے ان پہاڑوں میں آپ نے خوب عبادت وذکر کیا۔

آپ تقریباً 150 سال پہلے یہاں تشریف لائے تھے اور آپ کا ایک بھائی شاہ عبدالقادر آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہاں آ پہنچا اور انہوں نے یہاں پر رہائش اختیار کر لی۔ یہاں پر ہی شادی کی اور ان کی اولاد سوانس، منکیرہ میانوالی میں مقیم ہے۔

فتح محمد کشفی صاحب آف سوانس کے بقول حضرت شمس الزمان صاحب کوٹ چاندنہ اکثر آپ کے مزار مبارک پر مراقب ہوا کرتے تھے اور آپ کے حکم سے ہی یہ مزار بنایا گیا۔ حضرت شاہ عبدالغفور صاحب کے بھائی کی اولاد میں سے ماسٹر محمد عظیم شاہ صاحب بہت نیک سیرت بزرگ گزرے ہیں جو کہ حضرت اکبر علی صاحب چشتی کے مرید تھے اور ان کے خدمت گزار تھے یہ سب معلومات ان ہی کے ذریعے سے ان کے صاحبزادے جناب عبدالرقیب شاہ صاحب نے بہم پہنچائی ہیں۔ آپ کا باقاعدہ عرس منایا جاتا ہے اور بہت سے لوگ یہاں آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ سوانس شہر کے ساتھ ہی ایک خوبصورت کم بلند ٹیلے پر آپ کا مزار ہے۔

حضرت عبدالغفور باھی علیہ الرحمہ (مٹھہ خٹک):

آپ باہی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ ابراہیم باہی بتایا جاتا ہے۔ آپ اس جگہ کیسے پہنچے تاریخ میانوالی مرتبہ ڈاکٹر لیاقت علی نیازی میں کتاب نیازی قبیلے کی داستان کے حوالے سے درج ہے کہ:

نیازی کے بیٹے باہی کے اخلاف کو زہد وتقویٰ کی بدولت ہمیشہ بلند مرتبہ حاصل رہا ہے۔ نیازی قبیلے کی داستان کے مؤلفین نے موجودہ موسیٰ خیل کے علاقے میں سب سے پہلے عبدالکریم باہی علیہ الرحمہ کا آمد کا تذکرہ کیا ہے ان کے خیال میں یہ واقعہ پندرھویں صدی عیسوی کا ہے، بعد میں اس علاقے میں اس کی اولاد نے رشد وہدایت کی شمع روشن رکھی۔ چنانچہ جب موسیٰ خیلوں اور سلطان خیلوں کی پانی کے تنازعہ پر آپس میں ٹھن گئی تو شیخ ابراہیم باہی نے معاملہ طے کرنا چاہا تھا اگرچہ اس کے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوئے۔ موسیٰ خیل سے ہجرت کے بعد سلطان خیلوں کو ترگ کے عوام نے موجودہ جائے سلطان خیل پر قدم جمانے نہ دیئے۔ ناچار سلطان خیلوں کا ایک وفد حضرت شیخ ابراہیم باہی علیہ الرحمہ کی خدمت میں مدد خواہ پہنچا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے فرزند شیخ عبدالغفور کو سلطان خیلوں کی مستقل آبادکاری کے واسطے روانہ کیا جنہوں نے سلطان خیل (موجودہ) کی بنیاد ڈالی۔ شیخ عبدالغفور کی اولاد آج بھی سلطان خیل کے مضافات میں باہیاں والا میں مقیم ہے۔ روایت ہے کہ کہ شیخ عبدالغفور باہی کی دعا کے طفیل (مٹھہ خٹک میں موجود پانی کا چشمہ) سلطان خیلوں کے قبضے ہی میں رہا۔ اس سلسلہ میں ایک ضرب المثل بھی مروتوں اور خٹکوں میں زبان زد عام رہی کہ "سلطان خیل چہ میٹھا خوری چا پو دعا سرا" (یعنی سلطان خیل جو مٹھا خٹک کے چشمہ سے فیض

یاب ہو رہے ہیں تو کسی کی دعا کے سبب سے ہے)۔
بزرگوں کا کہنا ہے کہ انہیں یہاں ان کی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا ہے مقبرے کے احاطے میں ان کے بیٹے شیخ خواجہ نور علیہ الرحمہ کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ اوائل میں یہ زیارت گاہ اڑھائی تین فٹ چار دیواری میں گھری تھی تب ان کے مزار پر بے شمار مکوڑے ہوا کرتے تھے۔ ان کے مقبرہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ان کے خلیفہ شاہ زمان کا مزار ہے یہاں بھی بے شمار مکوڑے ہوا کرتے تھے۔ مگر 1970ء میں جب ان پر مقبرہ تعمیر کیا گیا تو مکوڑے احاطہ چھوڑ گئے۔ اس پر شیخ عبدالغفور باہی علیہ الرحمہ کے قبیلے ہی کے خلف رشید شیخ احمد باہی علیہ الرحمہ کو شہ ملی چنانچہ 1980ء میں شیخ عبدالغفور باہی علیہ الرحمہ کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ اس مقبرے کے کچھ فاصلے پر شمالی جانب چشمے کی گزرگاہ سے متصل کریم خان ولد عبوت خان بیکی خیل نے زائرین کی سہولت کے لئے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جسے بعد میں 76-1975ء میں شیخ احمد باہی علیہ الرحمہ ہی نے توسیع دی اور پختہ کیا ساتھ ہی ایک حجرہ بھی بنوایا۔
کوڑھ، خارش اور چنبل وغیرہ کے مریض آپ کے مزار پر بکثرت حاضر ہوتے ہیں اور قریب ہی موجود چشمے پر نہاتے ہیں اور مزار پر حاضر ہو کر شفایابی کی دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے امراض کو دور کر دیتا ہے۔

شجرہ قادریہ: آپ کا منظوم شجرہ میسر ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے۔

شیخ شمس الدین شمس الانور حضوری
حضرت عبدالکریم کرم تھیں دور کریندے دوری (عبدالکریم باہی علیہ الرحمہ)
شیخ سید میر بائی خان دا جگمگ جلوہ نوری

شیخ طور ظہور فقر تھیں ویہن شفا بیماراں (شیخ تور باہی علیہ الرحمہ)
پیر میراں یا غوث الاعظم دم دم نال پکاراں
پیر پٹھان سخی دے گلشن مست الست بہاراں
حضرت مرزا شیخ صاحب نے جھنڈے فیض جھلائے (شیخ مرزا باہی علیہ الرحمہ)
شیخ اللہ داد امداد کریندے جو دروازے آئے
حضرت شیخ داؤد صاحب دے انت نہ جاندے پائے
حضرت ابراہیم پیارے محرم کل اسراراں (شیخ ابراہیم باہی علیہ الرحمہ)
پیر میراں یا غوث الاعظم دم دم نال پکاراں
پیر پٹھان سخی دے گلشن مست الست بہاراں
شیخ عبدالغفور سراں توں ٹالن سب آفاتاں (عبدالغفور باہی علیہ الرحمہ)
شیخ احمد دی جھلکوں نسن کالیاں غم دیاں راتاں
شیخ اللہ داد ثانی لا ثانی بخشی فیض براتاں
حضرت گل محمد پائے رتبے بانجھ شماراں
پیر میراں یا غوث الاعظم دم دم نال پکاراں
پیر پٹھان سخی دے گلشن مست الست بہاراں

حوالہ جات:

۱۔ تاریخ میانوالی مضمون پروفیسر رئیس احمد عرشی
۲۔ جناب حمید خان سلطان خیل، زر بادشاہ خٹک کرک اور محمد یوسف صابری مٹھہ خٹک کا تعاون شامل حال رہا۔
۳۔ منظوم شجرہ دائم اقبال دائم منڈی بہاؤالدین

حضرت علامہ مولانا عطا محمد قریشی الھاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (گھنڈی)

آپ قریشی ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور حضرت عمر ہاشمی گھنڈی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی خاندان کے مولانا علی محمد قریشی سیلواں کے مشہور مدرسے کے مشہور و معروف عالم دین تھے اور ایک دنیا نے آپ سے علم دین حاصل کیا تھا۔ چونکہ آپ کا خاندان علم و فضل کے حوالے سے بہت معروف تھا اس لئے تکمیل تعلیم کے بعد آپ کچھ عرصہ سیلواں کے مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ انہی دنوں موسیٰ زئی شریف میں حضرت دوست محمد قندھاری علیہ الرحمہ کی خانقاہ نے تصوف کے میدان میں بے حد شہرت پائی تھی۔ بڑے بڑے بلند پایہ علمائے دین وہاں جا کر ان کے دامن سے وابستگی اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ بھی کشاں کشاں راہ طریقت کے مسافر بن گئے اور یہ حضرت خواجہ سراج الدین دامانی علیہ الرحمہ کا دور تھا ان کی خدمت میں جا کر مرید ہو گئے اور سلوک کی منازل طے فرمانے لگے بہت جلد آپ کو خلافت عطا فرما دی گئی۔ آپ کو اپنے مرشد کی خدمت کرنے کا بے حد موقع ملا۔ چونکہ آپ علم و عمل میں یکتا تھے۔ اس لئے آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ سراج الدین دامانی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنے صاحبزادے خواجہ محمد ابراہیم کا استاد مقرر فرما دیا یوں ان کی تدریس و تربیت میں آپ نے بہت محنت سے کام لیا۔ مواہب رحمانیہ جلد سوم میں آپ کے حوالے سے بہت سی باتیں تحریر کی گئی ہیں آپ کے مکتوبات اور مکاشفات بھی تحریر ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

اولیاء اللہ کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا: حضرت مولانا عطا محمد قریشی صاحب فرماتے ہیں ایک دن بندہ جب اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھنڈی (نزد کندیاں) سے روانہ ہوا تو بندہ کو راستے میں بے حد فکر و ملال دامن گیر ہوا اور یہ خیال کیا کہ جب بندہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگا تو عرض کرے گا کہ حضور! بندہ تو مدت سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا ہے مگر سلوک نقشبندیہ فقیر کو حاصل نہیں ہوتا کیا وجہ ہے؟ حضور بندہ پر شفقت نہیں فرماتے کہ بندہ کو سلوک نقشبندیہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ جب حضرت قبلہ کی خدمت میں موسیٰ زئی شریف پہنچا تو چار پانچ دن حضور کی خدمت میں گزارے اور رخصت لینے کے لئے حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! نجات کے لئے صرف اولیاء اللہ کی محبت رکھنی بھی کافی ہے اور سلوک کی کاروائی ترقی درجات کا موجب بنتی ہے اور یہ حدیث بھی کہ وھم قوم لا یشقی جلیسھم یعنی اولیاء اللہ کا ہم نشین بد بخت نہیں ہو سکتا اور ساتھ ہی جو یاس اور ناامیدی آپ کو گھیرے ہوئے ہے خبردار! اولیاء اللہ کے محبین ناامید نہیں ہوا کرتے۔ حضور انور کا یہ فرمانا تھا کہ الحمد للہ فقیر کے خطرات پر پانی پھر گیا اور دل راحت و سرور سے بھر گیا۔

اولیاء اللہ سے محبت رکھنی چاہیے: آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن یہ بندہ موسیٰ زئی شریف میں مقیم تھا تو اس عاجز کو یہ خیال دل میں پڑا کہ جب اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے تو پھر فرقہ وہابیہ اولیاء اللہ کے ساتھ محبت کیوں نہیں رکھتے ان وہابیوں کی عقل تو مجنوں سے کم ہے کہ مجنوں نے تو لیلیٰ کے کتے کے پاؤں چومے تھے جب لیلیٰ کے کتے کی

مجنوں کے دل میں اس قدر وقعت تھی اور اولیاء کرام تو خداوند کریم کے دوست اور برگزیدہ بندے ہیں اولیاء اللہ کے ساتھ محبت رکھنی اور ان کا وسیلہ پکڑنا تو ہر مسلمان پر لازم ہے اس خیال میں مستغرق اور متحیر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو جھٹ حضور نے بلا مخاطب فارسی کا یہ شعر پڑھا۔

پائے سگ بوسید مجنوں — خلق گفتا این چہ بود
گفت گاہے ایں سگے — در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

حضور نے یہ شعر میرے اس خطرہ کے دفعیہ کے لئے پڑھا اور مجھے معلوم کرایا کہ شعر محض میرے اس خطرہ کا جواب ہے سبحان اللہ

اولیاء اللہ کا ادب کرنا ازحد ضروری ہے: (۱) ایک بار یہ عاجز حضرت قبلہ کی قدم بوسی کے لئے گھر سے روانہ ہوا اور جب خانقاہ موسیٰ زئی شریف پہنچا تو گھوڑی کو اصطبل میں باندھ کر قدم بوس ہوا۔ بندہ کو حضور کی مجلس شریف میں بیٹھتے ہی دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے گھوڑی عاریتاً لی تھی معلوم نہیں میری گھوڑی کے گھاس پھوس کا کیا انتظام ہوگا؟ یہ خیال آتے ہی جھٹ حضور نے ایک خادم کو ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور اس کی گھوڑی کا دانہ اور گھاس کا انتظام کرو۔ سبحان اللہ حضور کا یہ ارشاد محض تسکین خاطر کے لئے تھا ورنہ حضور اسی قسم کے معاملات میں کچھ دخل نہیں دیتے تھے۔ مہمانوں کی سواریوں کے گھاس اور دانہ وغیرہ کا انتظام آپ کے چند خدام کے سپرد تھا ہاں بسا اوقات حاضرین مجلس کو دفعیہ خواطر کے لئے زبان مبارک سے ایسا کرم فرمایا کرتے۔

آپ فرماتے کہ میرے پیرومرشد اکثر فرمایا کرتے اجلسو االولیاء بالادب یعنی اولیاء اللہ کی خدمت میں ادب سے بیٹھا کرو۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بندہ

گان خاص علام الغیوب — در جہاں دانش جو سیس القلوب

ترجمہ: بندگان خاص مولائے کریم
دل کے ہیں جاسوس جانو بالیقین۔

(۲) آپ کا بیان تھا کہ ایک دن حقیر گھر سے حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوا تو جب موضع درابن سے گزرا (جو موسیٰ زئی شریف سے بجانب شمال چار میل کے فاصلہ پر ہے) تو راستے میں بندہ کو یہ خطرہ دل میں پڑا کہ جب بندہ سے سلوک کا کوئی کام ہو نہیں سکتا تو ایسے اس بزرگ کی خدمت میں حاضری کیا فائدہ دے گی اور اس خیال کے آتے ہی بندہ بے حد مغموم ہوا اور ناامیدی نے فقیر کو آ گھیرا۔ خانقاہ شریف پہنچ کر چار پانچ دن گزارنے کے بعد جب حضور کی خدمت میں رخصت کے لئے حاضر ہوا مجلس میں بیٹھا ہی تھا کہ حضور نے احقر کو فرمایا مولوی صاحب! صرف اولیاء اللہ کی محبت ہی نجات کے لئے کافی ہے سلوک کی کاروائی جاری رکھنی ترقی درجات کا موجب بنتی ہے اور یہ حدیث بھی پڑھی اجلسو االولیاء باالادب یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں ہرگز ناامید ہو کر مت بیٹھو۔ سبحان اللہ! آنجناب کے اس فرمان سے بندہ کے غموں اور ناامیدیوں پر پانی پھر گیا اور فقیر کا دل فیضان اور خوشی سے بھر گیا قربان ایسے مہربان پر۔ وھم قوم لا یشقی جلیسھم یعنی اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کے ہم نشین ہرگز محروم نہیں خبردار! اولیاء اللہ کی صحبت میں ہرگز ناامید ہو کر مت بیٹھ۔

مزار شریف: آپ کا مزار گھنڈی کے قبرستان میں حضرت عمر ہاشمی علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب واقع ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ مواہب رحمانیہ جلد سوم
۲۔ تعاون جناب عبدالقدیر ہاشمی گھنڈی

فاتح قادیان حضرت علامہ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (چکڑالہ):

مولانا عنایت اللہ چشتی اعوان قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد صاحب حافظ نور خان علاقے میں انتہائی معزز اور نیک سیرت انسان تھے آپ کی پیدائش 1900 میں ہوئی ابتدائی تعلیم مقامی سکول میں حاصل کی۔ آپ کو دینی تعلیم کا شوق ہوا تو پھر کشاں کشاں پورا ہندوستان چھان مارا اور علم دین حاصل کیا۔ آپ کے صاحبزادے محمد فرخ اقبال ریٹائرڈ سبجیکٹ سپیشلسٹ اپنے والد صاحب کے حالات زندگی یوں تحریر فرماتے ہیں۔

حافظ غلام حبیب ڈھرنکہ والے ہمارے دادا محترم کے ہم سبق تھے لہذا دادا جان نے ہمارے والد صاحب یعنی مولانا عنایت اللہ کو ڈھرنکہ کے درس میں داخل کرا دیا کہ حفظ مکمل کریں لیکن کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد آپ میرا شریف چلے گئے وہاں سجادہ نشین مولانا احمد خان صاحب المعروف ثانی صاحب کی بھاوجہ والد صاحب کی حقیقی پھوپھی تھیں اور خصوصی شفقت فرماتی تھیں۔ وہاں آپ نے ابتدائی کتب کریما، نام حق، شیخ عطار وغیرہ اور ابتدائی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ اس دور کے اساتذہ حضرت احمد شاہ ہمدانی صاحب المعروف سوہنے شاہ فتح جنگ والے اور استاد صالح محمد صاحب (مدفن میرا شریف) سے تحصیل علم کیا اور اس کے بعد حصول علم کے لئے دور دراز علاقوں میں پھرتے رہے۔

اسی طرح پھرتے پھراتے انھی (ضلع گجرات) منطق کی تعلیم کے لئے مولوی غلام

رسول کے پاس جا پہنچے اور تعلیم حاصل کرتے رہے لیکن ایک واقعے کی وجہ سے وہاں سے تعلیم مکمل نہ کر سکے دراصل مولوی غلام رسول کی بیعت مولوی حسین علی ساکن واں بھچراں سے تھی اور اسی مقام پر مولوی حسین علی کا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک علمی مناظرہ ہوا ایک انبوہ کثیر واں بھچراں میں اکٹھا ہوا۔ واپسی پر طلباء نے استاد کے پاس انھی (ضلع گجرات) پہنچ کر شکایت کی کہ ہمارا ایک طالب علم عنایت اللہ پیر صاحب گولڑہ شریف کے کیمپ یعنی مخالف کیمپ میں بیٹھا تھا۔ استاد نے اس پر خفگی کا اظہار کیا اور درس چھوڑنے کو کہا۔ والد صاحب مولوی حسین علی کے پاس آئے انہوں نے کاغذ کے پرزے پر لکھ دیا کہ نیک لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔ استاد نے درس میں شامل تو کر دیا لیکن توجہ میں خاصی کمی آ گئی۔

اسی دوران دادا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ والد صاحب گھر آئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ اسی دوران فقیر غلام محمد صاحب کو چھہ شریف (نزد رکھی) کے فرزندوں کو پڑھاتے رہے ان کے ایک فرزند جو کافی معمر ہیں اور تا حال زندہ ہیں، سے ملاقات ہوئی بتا رہے تھے کہ جو استاد صاحب نے پڑھایا ذہن پر نقش ہو گیا اور اس بڑھاپے میں بھی صرف و نحو کے اصول فر فر سنا سکتا ہوں۔

اس کے بعد والد صاحب انھی (ضلع گجرات) کی بجائے استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بے حد شفیق استاد تھے کوئی چلا جائے اور مہینہ بعد پھر آ جائے کبھی خفا نہ ہوئے بڑے پیار سے خیر و عافیت پوچھتے۔ کبھی غصہ کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ ہاں ایک دن انہیں غصہ آیا مولوی گلشیر وہاں ملنے آئے ان کی تواضع کے لئے مسجد میں بسیرا کئے کبوتروں میں ایک کو ذبح کیا انہیں معلوم ہوا تو

اس کا برا منایا۔

والد صاحب فرماتے کہ استاد العلماء حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم کا سمندر تھے علمی میدان میں شاید ہی ان کا کوئی ثانی ہو۔ اس کے بعد آپ نے جنوب کا رخ کیا اور سرزمین ہند کا چپہ چپہ چھان مارا علم کی تشنگی انہیں کہاں سے کہاں تک لئے پھری۔ اجمیر شریف مولانا امجد علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مصنف بہار شریعت) کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں کچھ عرصہ ٹھہر کر دیوبند جا پہنچے مولوی غلام رسول کی شاگردی کے حوالے سے وہاں داخلہ آسانی سے مل گیا لیکن بس ایک دو دن قیام کے بعد کوچ کر لیا۔ بالآخر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور آگئے پھر یہیں مستقل قیام کیا دورۂ حدیث یہیں سے کیا اور بعد فراغت مسجد شاہ چراغ مزنگ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے اور ساتھ ہی بطور مدرس بھی کام کرتے رہے۔

تحریک احرار میں شمولیت: آپ کی سیاسی اور مذہبی خدمات کے حوالے سے خالد علوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ان دنوں لاہور میں برطانوی استعمار کے خلاف کانگرس، خلافت، جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار کے دھواں دھار جلسے ہو رہے تھے۔ انگریز دشمنی کا جذبہ مولانا کو کشاں کشاں ان جلسوں میں لے جاتا۔ یہ 1927 کی بات ہے کہ جب لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے گستاخ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) راجپال (ہندو ناشر جس نے گستاخی پر مبنی کتاب شائع کی اور جس کو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہنم واصل کیا) کو قانونی سقم کی آڑ میں رہا کر دیا تو برصغیر کے مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اوگلوی نے دفعہ 144 نافذ کر دی۔ عطا اللہ شاہ بخاری نے

احاطہ عبد الرحیم میں جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا ادھر احاطہ کے دروازے پر پولیس کا پہرا تھا شاہ جی نے اس موقع پر جو تقریر کی اس سے متاثر ہو کر مولانا عنایت اللہ چشتی مجلس احرار میں شامل ہو گئے اور تبلیغی خدمات سرانجام دینے لگے جب احرار نے تحریک کشمیر شروع کی تو مولانا ایک گروہ کے ساتھ کشمیر کی حدود میں داخل ہونے پر گرفتار کر لئے گئے۔

مخالفین ختم نبوت کے گڑھ قادیان میں تبلیغ: مولانا عنایت اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ قادیان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کا ہے۔ قادیان میں مولانا عنایت اللہ کی تبلیغی خدمات کا ذکر مفکر احرار چودھری افضل حق کی زبانی سنیئے" جولائی 1935 میں امرتسر میں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ جو ہو سو ہو۔ احرار کا قادیان میں مستقل دفتر کھولنا چاہیے معلوم کیا کہ ہم میں کون ہے جو علم میں پورا اور عمل میں پختہ ہے جو موت کی مطلق پروانہ کرے اور اللہ کا نام لے کر کفر کے غلبے کو مٹانے کے عزم سے اس جگہ اقامت اختیار کرے اور مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کی نگرانی کرے۔ خدا نے مولانا عنایت اللہ کو توفیق دی۔ وہ شادی شدہ نہ تھے اس لئے جماعت کو یہ غم نہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد کنبہ کا بوجھ اٹھانا ہے اور بچوں کی پرورش کا سامان کرنا ہے۔ غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو یہ اہم فریضہ سونپا گیا۔ دار الکفر میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی بات نہیں تھی۔ مولانا عنایت اللہ کو دفتر لے کر دیا گیا اور قادیان میں احرار کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ہم نے اول ان احباب کی فہرست تیار کر لی جو مولانا عنایت اللہ کی شہادت کے یکے بعد دیگرے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قادیان پہنچ

جائیں۔ دوسرے ہم نے فوراً مولانا عنایت اللہ کے نام قادیان میں مکان خرید دیا تاکہ مرزائیوں اور حکام کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک اجنبی ہیں اوران کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں'' (تاریخ احرار مؤلفہ چودھری فضل حق)

مولانا عنایت اللہ دس سال تک قادیان میں رہے اور ہر قسم کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ انہی کی شبانہ روز جدوجہد کے نتیجہ میں قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس تزک و احتشام سے منعقد ہوئی جس میں لاکھوں پرستارانِ توحید نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں تقریروں کی پاداش میں عطاءاللہ شاہ بخاری اور مولانا عنایت اللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس کی کامیابی کے بعد لاہور میں باغ بیرون دہلی دروازہ مجلس احرار کا عظیم الشان جلسہ ہوا۔ انہی خدمات کے نتیجہ میں آپ کو فاتح قادیان کا لقب دیا گیا۔ آپ نے قادیان میں اپنی دس سالہ تبلیغی زندگی پر ایک کتاب ''قادیان میں دس سال'' تحریر فرمائی۔

تحریک پاکستان میں شمولیت: جب 1940ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا عنایت اللہ نے مجلس احرار سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور قادیان کی اقامت کو ترک کر کے اپنے آبائی ضلع میانوالی میں مسلم لیگ کو تقویت پہنچانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی کو میانوالی میں اس بزرگ سیاست دان کی معیت میں کام کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

میرا شریف میں قیام: 1943ء میں آپ وطن واپس آئے۔ کچھ

عرصہ نواب کالاباغ کے ہاں رہے لیکن ان کی کچھ باتوں سے بددل ہو کر کالاباغ چھوڑ دیا اور پھر حزب الاحناف لاہور سے وابستہ ہو کر اخبار الدعوۃ میں کام کرتے رہے۔ پھر پیر مقبول احمد میروی کے اصرار پر میرا شریف تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے اور آخر دم تک وہیں رہے

وصال: آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے جس جگہ موت آئے وہیں دفن کر دینا۔ آپ میرا شریف سے چکڑالہ آئے تو طبیعت خراب ہو گئی اور آخرکار 12 مارچ 1993 کو علم کا یہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ کا مدفن چکڑالہ کے قبرستان میں ہے۔

اولاد: آپ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے ہیں۔ جناب محمد فرخ اقبال ایس ایس ریٹائرڈ نے بے حد تعاون فرماتے ہوئے اپنے والد گرامی کی بہت سی تحریریں مہیا فرمائیں اور حالات زندگی مہیا فرمائے۔ دوسرے صاحبزادے محمد ابوبکر علوی صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہیں اور آج کل ایک پرائیویٹ سکول چلا رہے ہیں۔ انتہائی بااخلاق اور محبت کرنے والی شخصیت کے مالک ہیں۔

تصنیفات: آپ بہت خوشنویس تھے اور خوبصورت تحریریں لکھتے تھے۔ آپ نے بہت سے مضامین لکھے، پمفلٹ تحریر کئے اور کتب تحریر کیں لیکن ایک کے سوا باقی طباعت کے مرحلے تک نہ پہنچ سکیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **برھان القران:** عقائد اہل سنت کے بارے میں ایک مختصر لیکن جامع کتاب۔

(۲) **بشریت النبی (ﷺ) المعروف رسالہ نور:** مولوی نور الحق کی کتاب کے جواب میں لکھی جسے حزب الاحناف کے مکتبہ سے شائع کیا گیا۔

(۳) مشاهدات قادیان: قادیان میں دس سالہ قیام کے دوران پیش آنے والے واقعات کو قلم بند کیا۔ عطا اللہ شاہ کے فرزند اکبر نے طویل مقدمہ لکھا اور ملتان سے شائع کرایا لیکن بعد میں آنے والوں نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی اور دوسرا ایڈیشن نہ آسکا شاید احرار سے علیحدگی کا شاخسانہ ہو۔

(۴) هفت مسائل: شیعہ عقائد پر سیر حاصل تبصرہ۔ چھپوانے کے لئے ایک دوست کے حوالے کی تھی خدا معلوم کیا ہوا؟

(۵) حضرت خواجہ سلیمان تونسوی (علیہ الرحمہ): ان کے مصاحب میاں محمد کی فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ۔ یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

(۶) دیوبندی بریلوی (مقالہ): یہ دیو بندی بریلوی عقائد کے بارے میں ایک مقالہ ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تحریر صاحبزادہ محمد فرخ اقبال ایس ایس ریٹائرڈ

۲۔ بادبان میانوالی نمبر (تحریر خالد علوی)

☆☆☆☆☆

شاہ عبدالرحمٰن المعروف میاں قاضی رحمتہ اللہ علیہ (سوانس):

آپ کاظمی سید ہیں۔ آپ میاں علی محمد صاحب بن دوست محمد شاہ دلے والی شریف کے فرزند ہیں۔ بوجہ عہدہ قضاء کے آپ میاں قاضی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بھی سوانس کے قبرستان میں ہے۔ میاں قاضی صاحب اپنے قبیلے کے سردار تھے اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ جب یہاں سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ کیا غریب نہ کیا امیر سب سکھوں کے ہاتھوں ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے۔ قبلہ میاں قاضی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک بہت خوبصورت گھوڑی تھی جو آپ کو بہت پیاری تھی۔ جب سوانس میں سکھ آپہنچے تو انہوں نے شاہ صاحب سے گھوڑی چھیننے کی کوشش کی تو شاہ صاحب نے مزاحمت کی اور گھوڑی ان کو نہ دی۔ اس پر انہوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور گھوڑی سمیت لاہور کی طرف لے چلے۔ آپ کے ہمراہ آپ کا خادم خاص یارو کتانہ بھی تھا۔ جب چند میل سکھوں کی قید میں پیدل چلے تو آپ نے یارو کتانہ سے فرمایا کہ ٹیلے پر چڑھ کر دیکھو کہ تاجہ خیل آرہے ہیں یا نہیں؟ یارو نے دیکھا اور عرض کیا کہ یا حضرت کوئی آتا دکھائی نہیں دیتا۔ پھر چند میل چلنے کے بعد ارشاد فرمایا پھر دیکھو۔ اب کے یارو نے کہا کہ حضرت دور سے کوؤں کی ڈار آرہی ہے تاجہ خیل نظر نہیں آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کوؤں کی ڈار نہیں ہے بلکہ تاجہ خیلوں کا لشکر آرہا ہے اور جن کو تم کوؤں کی ڈار سمجھ رہے ہو یہ ان کے نیزوں کی جھنڈیاں ہیں۔ چنانچہ بہت جلد یہ لشکر

سکھوں پر پہنچ گیا اور دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ تاجہ خیلوں نے میاں قاضی صاحب کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ سکھوں نے بڑی رعونت کے ساتھ کہا کہ فقیر کی رہائی کا معاملہ تو بعد میں طے ہو گا پہلے تم اپنی خیر مناؤ تمہیں تو موت یہاں کھینچ لائی ہے۔ ادھر فقیر میاں قاضی صاحب نے تاجہ خیلوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عزیزو! اگر تم لوگ ان کافروں سے جنگ کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے چودہ آدمیوں کی شہادت دینا ہو گی۔ لہٰذا ایک میری جان چلی جائے تو بہتر ہے۔ تاجہ خیلوں نے کہا آپ چودہ کی شہادت پر اکتفا فرما رہے ہیں ہم تو آپ کے لئے پورا لشکر قربان کر سکتے ہیں۔ ہمارے جیتے جی سکھ ہمارے پیر و مرشد کو نہیں لے جا سکتے۔ چنانچہ صفیں بندھ گئیں نیزے تن گئے تلواریں باہر نکل آئیں۔ ادھر سے ست سری اکال واہے گرو کے نعرے اور ادھر سے نعرہ تکبیر اور رسالت اور نعرہ حیدری بلند ہو گئے اور جنگ چھڑ گئی۔ نیازیوں کی تیغ اسلام نے سکھوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور سکھوں کو راہ فرار پر مجبور کر دیا۔ وہ میاں قاضی صاحب کو وہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ بہت سے کافر واصل جہنم ہوئے اور ایک ولی اللہ کی زبان سے نکلی ہوئی بات کے مطابق نیازیوں کے صرف ۱۴ جوان شہید ہوئے۔ یہ جنگ موجودہ ڈھلے والی کے شرقی جانب جہاں اب داو دوست محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قبرستان ہے اس جگہ ہوئی تھی اور ان شہدا کی قبریں بھی یہیں بنائی گئیں جہاں اب دادا صاحب کا روضہ ہے اور جنگ کا چورا بھی نصب ہے (چورا ایک علامتی پتھر ہوتا ہے جو کہ میدان جنگ میں بطور نشان نصب کیا جاتا ہے) تاریخ نیازیاں کے مصنف محمد اقبال خان صاحب کے مطابق یہ جنگ 1838ء میں لڑی گئی گویا آپ کا وصال اس کے بعد بنتا ہے۔

حضرت سید شاہ علاؤالدین کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موچھ شریف):

آپ کا تعلق سادات کاظمی گھرانے سے ہے آپ کے والد محترم کا نام شاہ آدم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ تاریخ نیازی قبائل مؤلف محمد اقبال خان نیازی میں تذکرہ دوست محمد خیلاں مؤلف حکیم مولانا عطا محمد کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے تحریر ہے کہ آپ نہایت متقی، پرہیزگار اور شب بیدار تھے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں سے تھے۔ آپ کی رہائش ان دنوں کوٹ چاندنہ نزد کالاباغ میں تھی۔ پرگنہ پکھی تاجہ والا گاؤں موچھ ضلع میانوالی کے تاجہ خیل قبیلہ کی شاخ بلند خیل کے چیدہ چیدہ بزرگ اکٹھے ہو کر وفد کی شکل میں حضرت شاہ آدم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا متقی اور پرہیزگار بیٹا سید شاہ علاؤالدین برائے خیر و برکت و دینی تعلیم مانگا۔ یاد رہے کہ تاجہ خیل قبیلہ کے یہ لوگ فقہ حنفی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ان کے پاس کوئی عالم باعمل اور رہبر شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمہ وقت موجود رہے۔ چونکہ یہ لوگ اس سادات گھرانے کے مرید تھے اور اپنے شیخ سے ان کے بیٹے کو مانگنے کا مقصد یہی تھا کہ مرید اور پیر ایک جگہ رہیں۔ تاریخ نیازیاں کے مطابق آپ کی موچھ آمد تقریباً 1740ء کے نزدیک ہوئی اور آپ کا وصال اندازاً 1790ء میں شمار کیا گیا ہے گویا آپ کے وصال کو دو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

مزار شریف: آپ کا مزار موچھ شریف کے محلہ بلند خیل کے قدیمی قبرستان میں موجود ہے جس پر خوبصورت روضہ بنا ہوا ہے اور عقیدت مند آج بھی حاضر ہوتے ہیں

اور مرادوں سے جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ حافظ نصر اللہ خان مجاہد اللہ یارخیل جو کہ نابینا ہیں لیکن آپ کے مزار مبارک پر خادم خاص ہیں، بتاتے ہیں کہ جو بھی یہاں ختم قرآن پاک یا شبینہ کی منت مان لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مرادوں کو بر لاتے ہیں۔ انہوں نے بے شمار واقعات بتائے ہیں کہ لوگ آئے اور دعا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دامن اپنی رحمتوں سے بھر دیئے۔

اولاد : آپ کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام محمد امین شاہ تھا اور جس نے دوست محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے شہرت پائی اور جس کا مزار مبارک ڈھلے والی میں موجود ہے۔

حوالہ جات:

ا۔ شجرہ سادات کاظمی

۲۔ رسالہ قطب دوراں شاہ علاؤالدین کاظمی ۔ روحانی مقام اور کرامات از حافظ نصر اللہ خان

۳۔ تاریخ نیازی قبائل

شاہ عبدالوھاب کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(نزد سالٹ مائنز ککڑانوالہ وانڈھا کالاباغ): دریائے سندھ کے بالکل کنارے پر اور ایک بہت بڑے قدرتی سیلابی نالے کے کنارے ایک پہاڑی ٹیلے پر واقع خوبصورت روضۂ پاک دور سے بڑی شان و شوکت والا دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان بیابان جنگلوں اور پہاڑوں کو اللہ والوں نے اپنے خالق کے ذکر سے آباد کیا اور یہ اولیائے کرام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آئے۔ یہ مزار حضرت شاہ عبدالوہاب بن شاہ موسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بتایا جاتا ہے۔ ان کا عرصہ آج سے تقریباً 400 سال پہلے کا بنتا ہے۔

سادات کاظمی شجرہ میں تحریر ہے کہ حضرت شاہ عبدالوہاب بن شاہ موسیٰ بن شاہ عبدالمالک بن شاہ عبدالمعروف کا مزار ککڑانوالہ نزد کالاباغ ہے جس پر پختہ روضہ بنا ہوا ہے۔ بزبانی ملک نواب خاں (جو ملک امیر محمد خان نواب آف کالاباغ کے قریب ترین رشتہ داروں سے ہیں اور نواب صاحب کے فرزندوں کے اتالیق بھی ہیں اور درویش صفت، صاحب علم رئیس ہیں) بیان کیا کہ شاہ عبدالوہاب صاحب خدارسیدہ تھے اور ہمارا خاندان ان کا مرید اور معتقد تھا۔ شاہ صاحب کی خانقاہ یعنی عبادت گاہ میدان میں تھی اور ہمارے لوگ قریب کی پہاڑیوں میں دروں کے اندر رہتے تھے اور یہ درے دشمن سے بچاؤ کے لئے قدرتی حصار اور قلعے تھے۔ انہی پہاڑیوں سے ایک رودکوہی نالہ نکلتا تھا جس کا پانی ذخیرہ کر لیتے اور اس پر جھلار لگی ہوئی تھی جس کے ذریعہ اپنی ضروریات کے لئے پانی نکالتے تھے۔ ہماری اس وقت کی قوم کا مورث اعلیٰ شاہ صاحب کا یہاں تک معتقد اور خدمت گزار تھا کہ مشکوں سے پانی بھر بھر کر اور اپنے کندھوں پر اٹھا کر شاہ صاحب کے دربار پر پہنچایا کرتا۔ ایک دن شاہ صاحب نے انہیں فرمایا کہ آپ لوگ پہاڑوں کی سنگلاخ اور دروں کی تنگ زمین اور دشوار گزار گھاٹیوں میں گزارا کر رہے ہیں یہ کھلے میدان میں اپنی بستی کیوں نہیں بنا لیتے تو ملک صاحب نے جواب دیا کہ شاہ صاحب! ہم دشمنوں کے خوف سے پہاڑوں کی چٹانوں کی اوٹ لئے بیٹھے ہیں ہمارا حریف بڑا طاقتور ہے میدان میں ان کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔ شاہ صاحب نے فرمایا اور اصرار کیا کہ تم میدان میں آ جاؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔ کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ شاہ صاحب کی زبان پر انہیں پورا یقین تھا انہوں نے فرمان کو مان لیا۔ شاہ صاحب نے ایک جھنڈا پکڑ لیا اور کھلے میدان میں جھنڈا بطور نشان گاڑ دیا اور آبادی کے لئے دعا فرمائی اور اعوانوں کا یہ خاندان جھنڈے

کے سایہ میں خیمہ زن ہو گیا اس امر کا پتہ جب مخالفین کو چلا تو انہوں نے چڑھائی کر دی اور جب یہ لشکر نئے گاؤں سے چند میل کے فاصلہ پر آ گیا تو فقیر صاحب (شاہ عبدالوہاب) نے لشکر کے پاس پہنچ کر لشکر کے سردار سے کہا کہ جہاں میں کھڑا ہوں اس سے مشرق کا حصہ اعوانوں کے لئے رہے اور مغرب کا باقی سارا علاقہ آپ کا رہا۔ مگر شاہ صاحب کی بات لشکر والوں نے قبول نہ کی۔ آخری حیلہ کے طور پر شاہ صاحب نے اپنی پگڑی کا ایک سرا درویش کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا خود پکڑ کر پگڑی دراز کر دی کہ اب تم لوگ کم از کم فقیر کی پگڑی کو پائمال کر کے نہ گزرو گے۔ تو انہوں نے مذاقاً کہا کہ ہم فقیر کی پگڑی کو پائمال نہیں کریں گے بلکہ ادھر ادھر سے گزر جائیں گے چنانچہ شاہ صاحب لشکر والوں سے مایوس ہو گئے اور لشکر نے گزرنا شروع کر دیا اور پھر شاہ صاحب نے اعوانوں کو حکم دیا کہ اب تم ہتھیار سنبھال لو آج کے دن یہ لوگ گھاس ہیں اور تم درانتیاں۔ چنانچہ گھمسان کا رن پڑا دشمنوں کی لاشوں سے میدان پٹ گیا اور کئی لاشوں سے ایک ایک کھڈا پُر ہوا۔ اور اس دن کی جنگ کے بعد اعوانوں اور مخالفین کے درمیان جو حد بندی شاہ صاحب نے قائم کرائی تھی وہی آج تک قائم ہے اور میدان کا گاؤں بھی جہاں شاہ صاحب نے جھنڈا گاڑا تھا اور وہاں شاہ صاحب کا تھلا ہے اعوانوں سے آباد ہو گیا جو اب گاؤں سے عظیم شہر کالا باغ بن گیا اور ان پہاڑی دروں میں ابھی تک ہماری قوم کے لوگ آباد ہیں اور شاہ صاحب اپنے اس روضہ میں مدفون ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ان کا کفن دفن اپنے ہاتھوں سے کیا اور ان کا مزار روشن ہے۔ مرجع خلائق ہے ہمارے لوگ اب بھی انہیں اپنا مربی مانتے ہیں اور ملکالوں کو ان کے مزار سے والہانہ عقیدت ہے۔ مرد و مستورات ان کی خانقاہ پر جاتے ہیں کشتیوں میں بھر کر ان کو سلامی دیتے ہیں اور ان کے توسل سے اپنی حاجات و

مشکلات کے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں۔ یہ بیان ملک نواب خان صاحب کا ہے جو صاحب علم و قلم اور صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تسبیح بھی ہیں۔ دیانت دار و دین دار اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔

مؤلف کو اس مزار پر بہت عرصہ سے آنے جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ 1977ء کی بات ہے کہ جب پہلی مرتبہ میری وہاں پر حاضری ہوئی اس وقت یہ روضہ موجود تھا لیکن اس پر کوئی کتبہ موجود نہ تھا اندر مزار بھی موجود تھا لیکن کسی تحریر سے محروم تھی میرا کالا باغ آنا جانا رہا تو متعدد لوگوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ چلہ گاہ ہے اور حضرت عبدالوہاب بخاری زہد الانبیاء نے اس جگہ چلہ کشی اختیار کی تھی۔ دوسری طرف ہمارے خاندانی شجرہ کے اندر اوپر کے حالات موجود ہیں۔

جب پشت در پشت[1] کے حساب سے دیکھا جائے تو آج کے دور سے حضرت سید عبدالوہاب بخاری رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کی 15 پشتیں بنتی ہیں اور حضرت سید عبدالوہاب کاظمی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کی 16 پشتیں بنتی ہیں اس لحاظ سے ان دونوں اولیائے کرام کا عرصہ حیات بھی ایک ہی بنتا ہے۔ اب نام کی اس مناسبت کی وجہ سے کچھ اختلاف پیدا ہو رہا ہے کچھ لوگ بضد ہیں کہ یہ چلہ گاہ ہے مزار نہیں۔ بہر حال جو بھی ہو چونکہ کاظمی سادات اس علاقے میں موجود رہے ہیں اور ان کے بزرگوں کے مزارات بھی یہاں کالا باغ اور گرد و نواح میں موجود ہیں لہذا ان کے وجود سے مطلق انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہاں یہ بھی تحریر کرنا ضروری ہے کہ حضرت شاہ عبدالوہاب بخاری کا مزار بلوٹ شریف میں موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

حوالہ جات:

۱۔ تذکرہ دوست محمد خیل ۲۔ تاریخ نیازی قبائل

کالاباغ کے قریب واقع 20 گز لمبی قبر جسے شل گز اصحاب کہتے ہیں

مٹھ خٹک میں واقع معروف صحابہ کرام کے 40 گز لمبے مزارات

حضرت علامہ فتح محمد بھوروی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھور شریف

خانقاہ سراجیہ کی خوبصورت مسجد

حضرت شاہ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ دبک والہ پیر سوانس

حضرت میاں عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کھٹی شریف

مزار حضرت دادا دوست محمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ دلیوالی شریف

مزار حضرت دادا شاہ علاوالدین رحمۃ اللہ علیہ موچھ شریف

حضرت سید عبدالصمد شاہ گیلانی المعروف جیون شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نو گز لمبا مزار شہباز خیل

حضرت میاں ملوک عرف چانٹر رحمۃ اللہ علیہ کنڈل تحصیل عیسیٰ خیل

حضرت دادا میاں قاضی رحمۃ اللہ علیہ سوانس

مزار حضرت دادا محمد اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ موچھ شریف

پیر عادل رنگلا سوھنا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (عیسیٰ خیل):

عیسیٰ خیل کے شہر میں داخل ہوتے ہی شرقی جانب قبرستان میں پیر عادل کا مزار ہے۔ یہ بزرگ آج سے 150 سال پہلے یہاں مجذوبی کی حالت میں رہتے تھے آپ کا تعلق سادات کے گھرانے سے تھا۔ ایک مرتبہ دریا کے کنارے دھوبیوں نے کپڑے رنگنے کا کڑھاؤ چڑھایا ہوا تھا یہ مست مجذوب کہیں سے آنکلا اور چھلانگ لگا کر رنگ کے کڑھاؤ میں جا پڑا اور پھر باہر نکلا تو پورا جسم رنگ برنگا ہو گیا چنانچہ آپ کو لوگ پیر عادل سوہنا رنگلا کے نام سے پکارنے لگے۔

1915ء کے میانوالی گزٹ میں آپ کے کچھ مختصر حالات یوں درج کیے گئے ہیں" ایک فقیر جس کا نام عادل تھا چالیس سال (اب سے تقریباً 150 سال قبل) پہلے فوت ہوا اور قصبہ عیسیٰ خیل کے اندر اس کو دفن کیا گیا جہاں ایک خانقاہ پیر عادل تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں پر جمعرات کو تحصیل کے تمام حصوں سے لوگ آتے ہیں خاص طور پر چیت کے مہینے میں۔ کہا جاتا ہے یہ فقیر مجذوب تھا اور گلیوں میں ننگا پھرتا تھا اس کی مافوق الفطرت طاقتوں کے بارے میں کئی کہانیاں مشہور ہیں۔ مثلاً وہ اکثر کشتی کے بغیر دریائے سندھ کو عبور کرتا تھا۔ اس نے مویشیوں کا ایک ریوڑ پالا جس سے بچے کچھے مویشی ابھی تک جنگل میں گھوم پھر رہے ہیں اور کبھی کبھی آباد کھیتوں کی طرف بھی آ جاتے ہیں جہاں انہیں بغیر رکاوٹ کے اپنی مرضی سے چرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اللہ کے ولی کے غصہ کے خوف سے کوئی بھی انہیں بھگانے یا پکڑنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس ریوڑ میں گائیں اور بھینسیں شامل ہیں کوئی بھی ان کا دودھ دوھنے کی کوشش نہیں کرتا اس لئے کہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ افراد نے ایسا کیا تو دودھ کی بجائے ان کے تھنوں سے خون نکلا۔ اس ریوڑ کو پیر عادل کا ریوڑ کہا جاتا ہے" (واللہ اعلم)

حضرت علامہ مولانا علی نور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موسیٰ خیل):

آپ حافظ محمد عیسیٰ علیہ الرحمہ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی پیدائش 15/08/1885 کو موسیٰ خیل میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم یہاں سے حاصل کرنے کے بعد الہ آباد شاہ احمد سعید کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ سہارن پور میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔

تکمیل تعلیم کے بعد گنجیال میں حکمت کا علم حاصل کیا۔ آبائی گاؤں موسیٰ خیل تشریف لا کر یہاں لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ انتہائی نیک، عبادت گزار اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ گھر کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھاتے اور دین کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن اکثر وقت مسجد کے حجرہ میں دین کی اشاعت میں گزر جاتا۔ آپ انتہائی خوش خط تھے اور ہاتھ سے قرآن مجید بھی تحریر کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے تحریر شدہ قرآن پاک کے نسخے ان کے خاندان کے پاس موجود ہیں۔ آپ کا وصال 02/05/1941 میں ہوا اور موسیٰ خیل میں حافظ عیسیٰ علیہ الرحمہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ غلام قاسم کلو آپ کے پوتے ہیں انہوں نے آپ سے متعلقہ معلومات باہم پہنچائی ہیں۔

☆☆☆☆☆

بی بی عالم خاتون المعروف دادی فقیرنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا (قبرستان دادی فقیرنی والا موسیٰ خیل):

آپ ایک انتہائی نیک اور پارسا خاتون تھیں۔آپ کا اصل نام بی بی عالم خاتون تھا اور دادی فقیرنی کے نام سے مشہور تھیں۔آپ کا تعلق باہی خاندان سے تھا۔آپ کی رہائش پہلے لاوہ کے شہر میں تھی۔آپ حافظ محمد عظیم (خمل شریف) اور شیخ محمود (چکی شیخ جی) کی ہم عصر تھیں۔آپ کے جسم پر کوڑھ کی شکایت ہوئی تو حافظ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کی ہدایت پر خمل کے چشمہ پر نہائیں تو آپ کا مرض دور ہو گیا۔روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ان سے ہی فیض یافتہ تھیں اور لوگ ان کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔

آج بھی ان کے خاندان والوں کے پاس ان کی عصا موجود ہے اور لوگ اسے مختلف امراض میں شفایابی کا ذریعہ جانتے ہیں خصوصاً کسی کے جانور بیمار ہو جائیں تو لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے انہیں شفا عطا فرماتا ہے۔حاجی محمد نصر اللہ خان ایڈووکیٹ میانوالی فرماتے ہیں کہ دادی فقیرنی کا ایک پیرہن بھی موجود تھا اور موسیٰ خیل میں جب لوگ اپنی بچیوں کی شادی کرتے تو بطور تبرک وہ پیرہن دلہن کو پہنایا جاتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اتفاق ومحبت عطا کرتا۔

آپ کا مزار موسیٰ خیل سے مرمنڈی کی جانب جاتے ہوئے ڈیرہ میر شاہ خیل کے شرقی جانب قبرستان میں ہے اور وہ قبرستان اس ولیہ کاملہ کے نام سے دادی فقیرنی والا

قبرستان مشہور ہے۔

آپ نے حافظ محمد عظیم علیہ الرحمہ کے طریقے پر چلتے ہوئے پانی کا ایک ٹوبہ (تالاب) بھی بنایا تھا۔چونکہ اس دور میں پانی کی انتہائی قلت ہوتی تھی اور اس ٹوبہ یا تالاب سے چرند پرند انسان حیوان یکساں پانی حاصل کرتے تھے اور اس دور میں یہ بہت بڑی انسانی خدمت تھی کہ لوگوں کے لئے پانی میسر ہو سکے۔یہ تالاب اس قبرستان کے قریب ہی واقع تھا۔

(سیلواں کا ہاشمی خاندان) استاذ العلماء مولانا علی محمد ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سیلواں):

مولانا علی محمد ہاشمی بن مولوی غلام رسول علیہ الرحمہ کا تعلق ہاشمی خاندان سے تھا۔ آپ کے خاندان کے بزرگ محمد عمر ہاشمی سہروردی علیہ الرحمہ ملتان سے پکھی (میانوالی) کے علاقہ میں تبلیغ دین کے لئے تشریف لائے۔ آپ کا مزار گھنڈی کے قبرستان میں ہے۔ آپ کی خاندانی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دریائے سندھ کے کنارے ایک مشہور قصبے سیلواں میں رہتے تھے۔ کچہ کا علاقہ ہمیشہ علم سے دور رہا ہے اس لئے کہ دریائے سندھ کا سیلاب اکثر ان بستیوں کو اجاڑ دیتا تھا اور لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑتی تھی اور یوں ان کی زندگی دریا کے پانی سے لڑتے لڑتے اور کسب معاش میں گزر جاتی تھی۔ آپ کے والد محترم مولوی غلام رسول ہاشمی نے وہاں علم دین کی شمع جلا رکھی تھی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے احکامات پہنچا رہے تھے۔

ایک بہت بھاری پتھر اٹھا لیا: آپ علیہ الرحمہ بہت طاقتور تھے۔ آپ کی جوانی کا واقعہ ہے کہ وہاں سیلواں میں ایک بہت بھاری پتھر تھا جو اچھے اچھے طاقتور سے نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ لوگ بتاتے ہیں کہ ایک روز نوجوانوں میں زور آزمائی ہو رہی تھی آپ بھی پہنچ گئے کسی سے وہ پتھر اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ آپ نے اللہ کا نام لے کر اس کو اٹھا لیا اور پھر زمین پر پٹخ دیا جس سے لوگوں میں واہ واہ مچ گئی اور ایک نعرہ تحسین بلند ہوا۔ لوگوں نے فخریہ انداز میں آپ کے والد محترم کو جا کر بتایا کہ آپ کے صاحبزادے نے وہ اتنا بھاری پتھر اٹھا لیا ہے جسے کوئی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آپ سن کر خوش تو ہوئے لیکن فرمایا اے کاش! میرا بیٹا اپنی اس طاقت کو دین اسلام سیکھنے کے لئے خرچ کرتا تو مجھے اور خوشی ہوتی۔ اپنے والد محترم کی یہ بات آپ تک پہنچی تو آپ نے اپنے بیٹے شیر محمد کو ساتھ لیا اور دین کی تعلیم کے لئے گھر سے نکل پڑے (کیونکہ اس وقت آپ کی شادی ہو چکی تھی اور آپ کا بیٹا بھی جوان تھا) آپ اپنے

فرزند مولانا شیر محمد کو ساتھ لے کر مختلف مدارس میں گھومے پھرے اور علم کی پیاس بجھائی۔ جن مدارس اور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے تاہم ان کی عظمت اور جلالت علم کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں مولانا نور زمان (کوٹ چاندنہ) مولانا احمد دین گانگوی (میانوالی) مولانا اکبر علی (میانوالی) مولانا محمد حیات (مندہ خیل) حسین علی (واں بھچراں) حضرت پیر غلام حسن (سواگ شریف) اور مولوی محمد جمال گھوٹوی شامل ہیں۔

سیلواں کا مشہور دینی مدرسہ: آپ کا قائم کردہ یہ مدرسہ مسجد رودھانیانوالی کے ساتھ قائم تھا اور اصحاب صفہ تو چبوترے پر بیٹھتے تھے لیکن یہ طالب علم درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ اس سیلواں شہر میں زیادہ آبادی سیلو قوم کی تھی۔ اس کے آٹھ نمبردار تھے اور ان نمبرداروں کے ذمہ طلباء کا کھانا لگا ہوا تھا اور یہ انہی کی شخصیت کا اعجاز تھا کہ سیلواں جیسی دور افتادہ گمنام بستی علم کا مرکز بن کر آسمان شہرت پر جا پہنچی۔ دور دراز سے طلباء کشاں کشاں حصول تعلیم کے لئے اس بستی کا رخ کرتے۔ آپ کے فرزندار جمند مولانا شیر محمد، مولانا غلام محمد اور مولانا گل محمد مستند اور جید عالم دین ہوئے اور سیلواں کے مدرسہ میں اپنے عظیم المرتبت والد کے ہمراہ علوم اسلامی کی درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے عطا کئے اور چاروں عالم ہوئے اس طرح حضرت مولانا علی محمد ہاشمی کو باری تعالیٰ نے اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا تھا جو کہ امیر خسرو کے اس اشعار کا مصداق تھے۔

در حجرۂ فقیر بادشاہی — در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشہے بے سیر و بے تاج — شاہانش بہ خاک پائے محتاج

اس زمانے کا بہت بڑا خان صاحب جو کہ عیسیٰ خیل کا نواب تھا اس نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ عیسیٰ خیل آ جائیں اور میرے گھر میرے بچوں کو تعلیم دیں۔ آپ نے اسے

جواب بھجوایا کہ سید زادہ، ملک زادہ اور خان زادہ پڑھنے والے کم ہوتے ہیں لہذا آپ اپنے بچوں کو یہاں بھجوا دیں میں ان کو اسی مدرسہ میں تعلیم دوں گا۔ کیونکہ میرے وہاں جانے سے یہاں موجود بہت سے طلباء کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔ ہاں آپ کے بیٹے میرے گھر میں مہمان ہوں گے جو کچھ مجھے میسر ہوگا وہی ان کو کھلایا جائے گا۔ لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہا اس نے آپ کو رقم اور زمین کا لالچ دیا لیکن آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی اس نے دھونس کے ذریعے بھی کوشش کر دیکھی لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف تمہارے بیٹوں کی خاطر میں پورے مدرسے کے طلباء کا نقصان نہیں کر سکتا اور آپ نے اس کی بات نہ مانی آخر اس نے اپنے طور پر آپ کو کچھ زمین ہدیہ کے طور پر عطا کر دی۔

اولاد : جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ آپ کے تین عالم بیٹے تھے مولانا شیر محمد، مولانا غلام محمد اور مولانا گل محمد جو آپ کے مدرسے میں پڑھاتے رہے اور بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا افسوس کہ ان کا تفصیلی حال میسر نہ آسکا ہے۔

قیمتی کتب خانہ: آپ کا قیمتی کتب خانہ سیلواں میں تھا لیکن چشمہ جہیل کے اندر آجانے کی وجہ سے بروقت کتابوں کا خزانہ نکالا نہ جا سکا اور افسوس صد افسوس کہ وہ دریا کے پانی کی لہروں کی نذر ہو گیا اور وہ شاندار قیمتی قلمی نسخے اور دیگر کتب ضائع ہو گئیں۔

وفات: آپ کی تاریخ وفات نہیں مل سکی۔ ہاں اندازہ ہے کہ آخیر انیسویں صدی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو گھنڈی کے قبرستان میں مزار حضرت عمر ہاشمی علیہ الرحمہ کے ساتھ دفن کیا گیا۔

حوالہ:

۱۔ رسالہ بادبان

۲۔ انٹرویو قاری محمد شفیع ہاشمی حال مقیم انگلینڈ

(بانی میانوالی) میاں علی رحمتہ اللہ تعالی علیہ

ابو سلطان ذکریا رحمتہ اللہ تعالی علیہ (میانوالی):

حضرت میاں علی علیہ الرحمہ بن شیخ سید جلال الدین علیہ الرحمہ کی تشریف آوری بغداد شریف سے ہوئی۔ آپ کے والد محترم بسلسلہ تبلیغ ہندوستان تشریف لائے۔ "مراتب سلطانی" میں خاندانی روایات کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ جلال الدین اس ملک میں تشریف لائے اور پھر یہاں سے بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور ادائیگی حج کے بعد پھر واپس ہوئے تو آپ نے کچھی کلورکوٹ میں قیام کیا۔ چند ایام یہاں قیام کے بعد بغداد شریف لے گئے وہیں وصال فرمایا اور ان کی قبر مبارک بھی بغداد شریف میں ہے۔ شیخ جلال الدین علیہ الرحمہ کے متعلق تحریر ہے کہ آپ جب کبھی کچھی کے علاقہ میں تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے بارش عطا فرماتا۔ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے حضور! آپ یہیں تشریف فرما رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم پر اپنی رحمت برساتا رہے۔

حضرت میاں علی علیہ الرحمہ کی آمد: چنانچہ لوگوں کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ جلال علیہ الرحمہ اپنے بیٹے شیخ میاں علی کو یہاں لائے اور ان کو تبلیغ دین اسلام کرنے کے لئے یہیں قیام کا حکم دیا۔ خود واپس تشریف لے گئے اور بغداد شریف میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

میانوالی شہر کی بنیاد: آپ کو خواب میں حکم دیا گیا کہ تمام مال و اسباب کشتی میں ڈال کر اس کو دریا کی لہروں پر چھوڑ دیں۔ جہاں یہ کشتی جا کر رک

جائے وہاں آپ قیام کریں اور وہی آپ کی آخری آرام گاہ بھی ہوگی۔ صبح آپ نے اپنے بیٹے سلطان ذکریا علیہ الرحمہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور باہم مشورے کے بعد کشتی کی تلاش کی گئی تو قریب کوئی کشتی نہ ملی۔ حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمہ نے کالا باغ کی طرف منہ کر کے وہاں کے ایک کشتی بان سلطان موہانہ کو آواز دی۔ سلطان موہانہ نے 25 میل دور کالا باغ میں آپ کی آواز سن لی وہیں سے اس نے بھی عرض کی حضور میں آرہا ہوں (یہ آپ کی کرامت تھی) چنانچہ وہ کشتی لے آیا اور تمام مال و اسباب کے ہمراہ آپ سوار ہوئے اور کشتی اللہ کے سپرد کر دی گئی۔ کشتی موجودہ بلوخیل سے مزید جانب مغرب آ کر رک گئی۔ چنانچہ آپ نے اس جگہ قیام فرمایا اور وہ جگہ حضرت میاں علی علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

ظالم کفار: آپ جس وقت یہاں تشریف لائے علاقے میں گکھڑ قوم آباد تھی جو کہ سخت کافر تھے اور مسلمانوں کے شدید دشمن تھے۔ آپ نے علاقے کے مسلمانوں کو جو قلیل تعداد میں تھے۔ گکھڑ کافروں کے خلاف متحد کیا اور اپنی روحانی طاقتوں سے ان کفار کا مقابلہ کیا۔ آپ نے ان کو دین کی تبلیغ کی چنانچہ اس کا سردار ملک سلطان سہالت اور ملک سلطان مقرب گکھڑ آپ کے ہاتھوں مشرف با اسلام ہوئے۔

مراتب سلطانی میں تحریر ہے کہ آپ نے تمام عمر زہد و تقویٰ میں گزار دی۔ آپ کے ہزاروں مرید ہوئے جنہوں نے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ انتہائی کریم النفس انسان تھے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے یہاں سلسلہ قادریہ کو بے حد فروغ دیا اور اس سلسلہ میں آپ اپنے والد محترم سے فیض یافتہ تھے۔

آپ کا شجرہ نسب: مؤلف مراتب سلطانی کے مطابق آپ کا شجرہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جا ملتا ہے یوں آپ گیلانی سید ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے حضرت سید میاں علی شاہ صاحب المعروف علی بابا (بانی میانوالی) ابن حضرت سید جلال الدین شاہ صاحب ابن حضرت سید رحمت اللہ شاہ صاحب ابن حضرت سید سلطان جیون شاہ صاحب ابن حضرت سید سکندر شاہ صاحب المعروف گندہ شاہ صاحب ابن حضرت سید سلطان محرم شاہ صاحب المعروف مندہ شاہ ابن حضرت سید سلطان ابراہیم شاہ صاحب ابن حضرت سید سلطان ہندی شاہ صاحب ابن حضرت سید سلطان بندہ شاہ صاحب ابن حضرت سید تحفہ شاہ صاحب ابن حضرت سید سلیمان شاہ صاحب المعروف مانا شاہ ابن حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحب ابن حضرت سید بھاگو شاہ صاحب (ان کا اصل نام محمد شاہ درج ہے) ابن حضرت سید بھکو شاہ صاحب (ان کا اصل نام بہاؤالدین درج ہے) ابن حضرت سید الیاس شاہ صاحب (ان کا اصل نام جمال الدین ابوالحسن ہے) ابن حضرت سید احمد شاہ صاحب (ان کا اصل شیخ حامد شاہ مصطفیٰ درج ہے) ابن حضرت سید ابراہیم شاہ صاحب برہانپوری (ان کا اصل نام شیخ عبدالرزاق ابراہیم شاہ درج ہے) ابن حضرت سید محمد قادری شاہ صاحب (ان کا اصل نام شیخ عبدالقادر درج ہے) ابن حضرت سید حسن شاہ صاحب ابن حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب (انہیں شاہ میر عبدالعزیز بھی لکھا گیا ہے) ابن حضرت سید چاند شاہ صاحب (انہیں سید حامد علی بھی لکھا گیا ہے) ابن حضرت سید مسعود عبدالکریم شاہ صاحب ابن حضرت سید احمد شاہ صاحب ابن حضرت سید ہدایت اللہ شاہ صاحب (انہیں ابوالمنصور ہدایت اللہ صفی

الدین بھی لکھا گیا ہے) ابن حضرت سید عبدالوہاب شاہ صاحب (انہیں سیف الدین عبدالوہاب بھی لکھا گیا ہے) ابن حضرت سید ابو محمد سید السادات عبدالقادر جیلانی گیلانی شاہ صاحب ابن حضرت سید ابی صالح سنوسی موسیٰ جنگی دوست شاہ صاحب یا بقول بعض جنگا دوست ابن حضرت سید ابی عبداللہ شاہ صاحب ابن حضرت سید عمر یحییٰ زاہد شاہ صاحب ابن حضرت سید محمد سید رومی شاہ صاحب ابن حضرت سید ابو بکر داؤد میر شاہ صاحب ابن حضرت سید موسیٰ شاہ صاحب ثانی ابن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب صالح ثانی ابن حضرت سید موسیٰ الجون شاہ صاحب ابن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب محض ابن حضرت سید حسن مثنیٰ شاہ صاحب ابن حضرت سید امام حسن شاہ صاحب ابن حضرت سید امام علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اولاد: آپ کے چار صاحبزادے ذکریا، ابراہیم، اسحاق اور سلیمان تھے۔ جن میں سے حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمہ نے بہت شہرت پائی اور سلطان کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مزار شریف: آپ کا مزار میانوالی کے قدیم ترین قبرستان محلہ واںڈھی گھنڈ والی میں واقع ہے۔ انتہائی سادہ مزار ہے جو کہ پتھروں سے تعمیر شدہ تھا اب اس کو سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) مراتب سلطان

(۲) میانوالی گزٹ 1915ء

شاہ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(مٹھہ خٹک):

مٹھہ خٹک کے قریب پہاڑی کے دامن میں واقع ایک چاردیواری سے گھرا اور گھنے درختوں کے جھنڈ کے نیچے بنا یہ مزار حضرت شاہ عبدالرحمٰن بخاری کا مشہور ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں۔

1915ء میانوالی گزٹ میں اس زیارت گاہ کے بارے میں تحریر ہے "شاہ عبدالرحمٰن کا مقبرہ مٹھہ خٹک گاؤں کے ساتھ میدانی سلسلہ میں واقع ہے۔ شاہ عبدالرحمٰن سادات میں سے ہیں اور انہوں نے 200 سال پہلے (اب سے 300 سال قبل) اس جگہ تشریف لائے۔ چونکہ وہاں پانی کی شدید کمی تھی اس لئے انہوں نے اپنا عصا زمین پر مارا تو فوراً وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ یہ چشمہ ابھی تک موجود ہے اور ایک ندی کو پانی پہنچاتا ہے جو مٹھہ خٹک کی طرف بہتی ہے قریب کے تمام دیہات پینے کا پانی یہیں سے حاصل کرتے ہیں۔ جب سید صاحب فوت ہوئے تو انہیں یہیں دفن کیا گیا۔ چیت کے مہینے کی پہلی جمعرات کو یہاں ایک میلہ منعقد ہوتا ہے جو خصوصاً مروت کے لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ چشمے کا پانی شفا کی خصوصیات کا حامل ہے اور یہ آب شفا ہے۔

پروفیسر رئیس احمد خان عرشی گورنمنٹ کالج میانوالی جو اسی علاقہ کے رہائشی اور ایک علمی و ادبی شخصیت ہیں۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تاریخ میانوالی میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ ماضی میں خٹک قبائل اور مروت علاقہ عیسیٰ خیل

میں آباد نیازی قبائل کی لوٹ مار کے لئے اسی راستے کا انتخاب کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خٹک لیٹروں کا ایک قافلہ ڈاکے کی غرض سے عیسیٰ خیل کی جانب بڑھ رہا تھا کہ اچانک ان کی نظر سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص پر پڑی جو موجودہ مقام زیارت گاہ پر بیٹھا تھا۔ پس ڈاکو اسے لوٹنے کے لئے آگے بڑھے لیکن ابھی وہ ڈاکوؤں کی دسترس سے باہر تھا کہ آناً فاناً غائب ہو گیا اور جب بہت تلاش بسیار کے بعد بزرگ کہیں نہ ملا تو انہوں نے اس جگہ پتھروں کا ایک ڈھیر لگا دیا۔ بیتے دنوں میں پشتونوں کے ہاں ایک توانا روایت یہ رہی ہے کہ جہاں کوئی فرد قتل ہو جاتا یا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آتا وہ وہاں چند پتھر اکٹھے کر لیتے بعد میں اس قبیلے کے جو افراد اس راستے سے گزرتے تو ان میں سے ہر ایک مزید ایک آدھ پتھر اس ڈھیر پر ضرور ڈال دیتا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحمن نے یہاں طویل عرصے تک چلہ کشی کی تھی اور یہ آپ کا مدفن نہیں بلکہ چلہ کشی کی جگہ ہے۔ چیت کی ہر جمعرات کو یہاں میلہ لگتا ہے۔ پہلی جمعرات کا میلہ ترگ، کلور اور مندہ خیل کے لئے وقف ہے۔ دوسری جمعرات کو بقیہ مضافاتی علاقوں کے لوگ اس زیارت گاہ کا رخ کرتے ہیں۔ تیسری جمعرات کو مقامی لوگ اپنی عقیدتوں کا اظہار نہایت جوش و جذبے سے کرتے ہیں۔ چوتھی جمعرات کو یہاں بنوچی اور مروت جشن مسرت مناتے ہیں۔ ان دنوں دیکھتے ہی دیکھتے بازار سج جاتا ہے اور کافی رونق ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

خواجہ عبدالباری قادری

(تری خیل قبرستان):

گاؤں تری خیل تحصیل و ضلع میانوالی کے ساتھ واقع ڈیرہ بیگو خیلانوالہ کے قبرستان میں ایک سادہ سا مزار ہے جس کے اردگرد حویلی بنی ہوئی ہے۔ تختی پر خواجہ عبدالباری قادری کی تحریر موجود ہے۔ جب مزار پر حاضری دی حیرانی ہوئی یا اللہ یہ سلسلہ قادریہ کے بزرگ یہاں پر کہاں؟ ان کا مزار اور ہماری یہ پریشانی چیئرمین عمر حیات خان صاحب بیگو خیل نے بڑی ملنساری اور انکساری کے ساتھ ملاقات کر کے حل کر دی۔ یہ بزرگ ضلع ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محمد خان شہانی تونسہ شریف سے نسبت رکھتے تھے اور انہوں نے آپ کو بھی بیعت ہونے کی تلقین کی۔

پیر طریقت کی تلاش : آپ کو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت کرائی گئی اور فرمایا گیا کہ یہ تمہارا پیر ہے۔ آپ ان کی تلاش میں لگ گئے۔ ڈھونڈتے ہوئے صوبہ سندھ میں رانی پور جا پہنچے۔ فرماتے ہیں "جب میں بابا رفیق شاہ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا وہی خواب والی تصویر ہے"۔ آپ قریب گئے تو بابا رفیق شاہ جیلانی نے فرمایا کہ خواب میں بابا دستگیر نے جو فرمایا تھا کہ یہ تمہارا پیر ہے کیا یہ بات ٹھیک نہیں؟ آپ ان کے قدموں میں جا گرے اور آپ کو "خواجہ عبدالباری کرم سلطان" کا خطاب دیا گیا۔ آپ نے سات ماہ تک اپنے مرشد سے فیض حاصل کیا اور مرشد کے حکم کے مطابق ڈیرہ غازی خان اور پھر لیہ میں جا کر بسیرا کیا۔

ذکر کی محفلیں : آپ اکثر جہری ذکر کی تلقین کرتے۔ کلمہ شریف، اللہ ہو، حق ہو کا ذکر کراتے۔ جو بھی آپ کے ذکر کی محفل میں بیٹھتا پھر اٹھنے کا نام نہ لیتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی محفلوں میں ذکر کرنے والوں کو پیران پیر غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوتی۔ چیئرمین عمر

حیات خان بیگوخیل کے مطابق آپ ان پڑھ تھے لیکن جب آپ گفتگو فرماتے تو اچھے خاصے پڑھے لکھے دنگ رہ جاتے تھے اور آپ کے خاصے معتقدین موجود ہیں جو آپ سے از حد محبت فرماتے ہیں۔ سعید احمد قادری صاحب آپ کے مرید ہیں جنہوں نے آپ کے عارفانہ کلام کو یکجا کیا اور کتابی شکل میں دیوان باری کے نام سے شائع کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آپ اکتارہ بجاتے تھے اور ساتھ ہی آپ کی زبان سے عارفانہ کلام جاری رہتا۔ میں ایک دن حاضر ہوا تو یہی کیفیت تھی میں نے اس کو لکھنا شروع کر دیا۔ اکثر میں جاتا اور آپ کے کلام کو تحریر کرتا رہتا اور اس کو مجتمع کر کے کتاب شائع کر دی ہے۔

وصال شریف: چیئرمین عمر حیات خان بیگوخیل فرماتے ہیں کہ میرے پاس اکثر باری صاحب تشریف لے آتے تھے اور میری اور ان کی محبت اور دوستی تھی حالانکہ میں نے بیعت اور جگہ کی تھی۔ ایک مرتبہ آپ یہاں تشریف لائے تو آپ نے جگہ کی نشاندہی فرمائی کہ مجھے پاک بیبیوں کے قبرستان میں دفن کرنا ہے۔ 12 اکتوبر 2001 کو آپ پر نامعلوم افراد نے قاتلانہ حملہ کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے لواحقین نے آپ کو اپنے آبائی گاؤں میں امانتاً دفن کر دیا لیکن پھر آپ کے حکم کے مطابق آپ کو میانوالی ترّی خیل میں پاک بی بیوں کے قبرستان لایا گیا اور اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ چیئرمین عمر حیات خان بیگوخیل کے مطابق تین ماہ بعد بھی آپ کے جسم سے خون جاری تھا۔

عرس مبارک: ہر سال شعبان کی 15 تاریخ کو آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ آپ کے ہزاروں عقیدت مند حاضر ہوتے اور اللہ کے ذکر سے فضا جھوم جاتی ہے۔

حوالہ: دیوانِ باری از سعید احمد قادری

معلومات فراہم کردہ جناب عمر حیات خان صاحب بیگوخیل سکنہ ترّی خیل۔

حافظ میاں علی احمد

رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ (میانوالی):

آپ حضرت سلطان زکریا رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور حضرت میاں شیر بہادر کے لختِ جگر ہیں۔ آپ کی دینی تعلیم کے متعلق تفصیل معلوم نہیں ہو سکی ہاں آپ قرآن پاک کے عاشق تھے اور تلاوت کی کثرت فرماتے تھے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے کہ چور آپ کے گھر میں داخل ہو گئے لیکن خدا کی قدرت سے اندھے ہو گئے۔

آپ کی قرآن سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وصال کے وقت قرآن پاک آپ کے سینے پر رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں آپ نے وفات پائی۔ اب حالت یہ تھی کہ آپ کے سینے پر قرآن اور اس کے اوپر آپ کے ہاتھ اس مضبوطی سے جمے تھے کہ قرآن پاک کوشش کے باوجود جدا نہ ہوتا تھا۔ چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید مجھ سے جدا نہ کرنا۔ لہذا رشتہ داروں نے عرض کی حضور! چونکہ آپ کو سنت کے مطابق غسل دینا ہے آپ قرآن پاک چھوڑ دیں تا کہ آپ کو غسل دیا جا سکے۔ چنانچہ ہاتھ ڈھیلے ہو گئے۔ غسل دیا گیا اور پھر قرآن پاک آپ کے سینے پر رکھ دیا گیا اور روایت کے مطابق آپ کو بمعہ قرآن پاک دفن کیا گیا۔ آپ کو آپ کے بزرگ حضرت میاں مراد وند رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے قدموں کی جانب دفن کیا گیا اور یہ حیران کن امر واقعہ ہوا کہ اللہ کے ولی حضرت میاں مراد وند علیہ الرحمہ کی قبر قرآن پاک کے ادب کی وجہ سے ٹیڑھی ہو گئی گویا آپ نے قدموں کو پھیر لیا۔ آج بھی یہ قبر ٹیڑھی نظر آتی ہے اور صاف

پتہ چلتا ہے کہ قبر میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

حافظ میاں علی آحمد صاحب نے ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو کہ محلہ میانہ میں آج بھی مسجد میاں علی احمد کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار میانوں کے قبرستان میں سلطان زکریا رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی میاں مرادوند صاحب کے قدموں میں ہے۔

حوالہ: مراتب سلطانی۔

☆☆☆☆☆

میاں علی محمد صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(سوانح):

آپ خاندان سادات دوست محمد خیل کاظمیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ داوا دوست محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈلے والی ضلع میانوالی) کے بڑے بیٹے ہیں آپ کا مزار سوانس کے قبرستان میں ہے اور آج بھی عقیدت مند وہاں حاضر ہو کر اپنی محبت اور عقیدت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ آپ کے مزار پر بہت گھنے جال کے بہت پرانے درخت تھے لیکن جب روضہ تعمیر ہوا تو یہ درخت کاٹ دیئے گئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش اور وصال کا ذکر نہیں ملتا ہے اندازاً آپ کا عرصہ 200 سال سے پہلے کا بنتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) تذکرہ دوست محمد خیلاں

(۲) تاریخ نیازی

☆☆☆☆☆

میاں علی محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (وانڈھی گھنڈ والی میانوالی شہر):

آپ حضرت سلطان زکریا علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند تھے اور صاحب مراتب سلطانی کے مطابق آپ نے جذب و استغراق میں زندگی بسر کی۔ آپ کے حالات زندگی کی تفصیل میسر نہ ہو سکی۔

آپ کا زمانہ: آپ سے متعلق درانی بادشاہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس کا تفصیلی ذکر آگے ہے تو آپ کا عرصہ حیات اندازاً 1750ء بنتا ہے کیونکہ احمد شاہ ابدالی اس عرصہ میں یہاں میانوالی سے گزرا تھا گویا آپ 250 سال قدیم بزرگ ہیں۔

حضرت نور محمد گھنجیرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا: حضرت نور محمد گھنجیرہ علیہ الرحمہ آپ کے ہم عصر بزرگ تھے (جن کا ذکر الگ موجود ہے) اور آپ کی ان کے ساتھ گہری دوستی تھی۔ حضرت میاں علی محمد کی اولاد نہ تھی چنانچہ حضرت نور محمد گھنجیرہ نے آپ کو دوسری شادی کا مشورہ دیا ساتھ آپ کو دعا سے بھی نوازا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اخیر عمر میں آپ کو تین مایہ ناز فرزند عطا کئے۔ میاں چراغ علی، میاں مراد علی اور میاں غوث علی جن سے آپ کی ساری اولاد چلی ہے جو کہ چراغ علی خیل، مراد علی خیل اور غوث علی خیل کہلاتی ہے۔

بقول حضرت علامہ صاحبزادہ عالمگیر شاہ صاحب کہ آج بھی شاید انہی بزرگوں کی دوستی کا اثر ہے کہ میانہ خاندان میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ان کے ہاں جب بھی نرینہ اولاد ہوتی تو یہ ایک دنبہ ساتھ لے کر حضرت نور محمد گھنجیرہ کے مزار پر ضرور حاضر ہوتے

اور وہاں اس دنبہ کی خیرات دی جاتی تھی۔

بادشاہ وقت کو فقیر کی بد دعا لگ گئی: روایات میں ہے کہ درانی بادشاہ (غالباً احمد شاہ) جب میانوالی کے علاقہ میں آیا تو اس نے یہاں لوگوں پر خوب جبر و تشدد کیا اور بھاری تاوان عائد کئے اور ظالمانہ ٹیکس لگا دیا۔ چنانچہ لوگ حضرت میاں علی محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ آپ بادشاہ کے سامنے ہماری سفارش کریں اور یہ ظالمانہ ٹیکس ہم سے معاف کرائیں۔ چنانچہ آپ ازراہ ہمدردی حاکم وقت کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی عرضداشت پیش کی لیکن اس ظالم نے قبول کرنے کی بجائے آپ پر بھی تاوان لگا دیا۔ آپ واپس ہوئے اور سخت جلال میں آ گئے اور اس نابکار کے لئے بددعا کی۔ فقیر کے ہاتھ اٹھنے کی دیر تھی کہ وہ رات کو پیٹ کے شدید درد میں ایسا مبتلا ہوا کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ تب کہیں جا کر اسے دردِ شکم سے نجات ملی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے تمام لوگوں کے ٹیکس معاف کر دیئے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار میانوالی شہر کے محلّہ وانڈھی گھنڈ والی کے قدیم قبرستان میں موجود ہے

حوالہ جات:

۱۔ میانوالی گزٹ 1915ء

۲۔ مراتب سلطانی

۳۔ روزنامہ پاکستان

مولانا علی محمد شاہ (دلے والی):

مولانا علی محمد شاہ قریشی ہاشمی کاظمی، حضرت پیر محبت شاہ صاحب کے فرزند ارجمند تھے جن کا الگ تذکرہ موجود ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد محترم نے فرمائی۔ آپ بہت بڑے عالم اور انتہائی خوش خط تھے۔ آپ کے ہاتھ سے تحریر شدہ کلام پاک اب بھی موجود ہیں۔ آپ کا عبادت و ریاضت میں بھی بلند مقام تھا۔ آپ کا سلسلہ طریقت میاں غلام محمد صاحب ولی کامل بکھڑا والوں سے تھا اور آپ ان سے مجاز تھے حضرت خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمہ نے بھی انہیں خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ آپ کو جذب قلوب بے پناہ تھا اور فتوحات بے اندازہ تھیں مگر جو کچھ آپ کے پاس آتا وہ فی الفور تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

شاگردان رشید: آپ کے علم سے ایک دنیا نے استفادہ کیا۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے میاں محمد حفیظ صاحب (محمد یار والا)، حکیم تاج محمد (خواجہ آباد شریف)، حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب (خواجہ آباد شریف) اور مولوی محمد یار صاحب کہاوڑ المعروف حافظ گھوڑا جو کہ علوم معقول و منقول میں یکتا ہوئے۔ میاں علی محمد شاہ کے آخری شاگردان کے چھوٹے بھتیجے پیر محمد حفیظ اللہ صاحب ہیں۔

آپ کی اولاد نہ تھی۔ آپ کا مزار دلے والی شریف کے قبرستان میں ہے۔

پیر غائب شاہ المعروف کوٹ والا فقیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (واں بھچراں):

آپ کا نام پیر غائب شاہ المعروف کوٹ والا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار واں بھچراں میں شیر شاہ سوری کی تعمیر شدہ واں یا باؤلی کے ساتھ بالکل ملحق واقع ہے چونکہ کوٹ کا لفظ بمعنی قلعہ کے بھی آتا ہے۔ ممکن ہے کہ جس جگہ یہ کنواں موجود ہے وہاں کسی زمانے میں کسی قلعہ کے آثار ہوں اسی مناسبت سے یہ کوٹ والا فقیر مشہور ہو گیا ہو۔ بہر حال روایات کے مطابق آپ شیر شاہ سوری کے دور کے بزرگ ہو گزرے ہیں اور غالباً انہی کے ہمراہ یہاں تشریف لائے اور بعد از وصال یہاں دفن کئے گئے۔ اس لحاظ سے آپ کا زمانہ آج سے تقریباً 450 سال پہلے کا بنتا ہے۔

پہلے آپ کا مزار سادہ سا ہوا کرتا تھا۔ اب اس پر ایک کمرہ بنا دیا گیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ کڑک خان ولد لعل خان آپ کا عقیدت مند تھا اور اس نے یہ کمرہ بنوایا تھا۔

آپ کے دربار کے ایک متولی غازی عبدالرحمن ہو گزرے ہیں۔ آپ ماتا فقیر خواجہ خیل کے نام سے مشہور تھے۔ وہ دربار پاک کی خدمت کرتے تھے اور بچوں کو قرآن بھی پڑھاتے تھے۔ 1930-1940ء کے عشرے میں جب یہاں کافی تعداد میں ہندو بھی بستے تھے تو ان ہندوؤں میں سے ایک بد بخت نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی جسارت کی۔ چنانچہ علماء نے اس ہندو کو واجب القتل قرار دے دیا۔ مسلمانوں کے جذبات بہت بھڑکے ہوئے تھے اور وہ موقع کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ غازی عبدالرحمن نے اس ملعون کو جا پکڑا اور پھر جہنم رسید کر دیا۔ اس کے قتل کے الزام میں پولیس نے غازی عبدالرحمن کو گرفتار کر کے ہتھکڑی لگا دی۔ لوگ بتاتے ہیں کہ وہ نعرہ

تکبیر بلند کرتا تھا اور ہتھکڑی کھل کر نیچے گر جاتی تھی چنانچہ تین مرتبہ ایسا ہوا تو پولیس نے اس کو چھوڑ دیا یوں فقیر کو رہائی مل گئی۔ ان کا وصال 2004ء میں ہوا اور وہیں حضرت پیر غائب شاہ علیہ الرحمہ کے مزار کے باہر آپ کو دفن کیا گیا۔

حوالہ: غیر مطبوعہ مضمون تحریر ماسٹر علم الدین صاحب داؤد خیل۔

حافظ غلام حبیب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(ڈھرنکہ) :

حافظ غلام حبیب ایک باکمال، باکردار اور لاجواب ہستی کے مالک تھے۔ آپ نے ضلع میانوالی میں اتنے حفاظ پیدا کیے کہ دور دور تک آپ کا نام مشہور ہوگیا۔ آپ کی پیدائش دربند نزد لاوہ ضلع چکوال میں ہوئی آپ نے دینی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد دندہ شاہ بلاول کے حکم کے مطابق پہلے کوچھ شریف نزد رکھی موڑ ضلع میانوالی قرآن کی تعلیم دیتے رہے پھر آپ نے ڈھرنکہ کی جامع مسجد میں حفظ قرآن پاک کا انتظام کیا حتی کہ ایک وقت میں 120 سے زیادہ طالب علم حفظ کرنے والے ہو گئے اس زمانے میں یہ بہت بڑی تعداد تھی جو کسی ایک حافظ سے تعلیم حاصل کرنے والے حفاظ کی تھی۔

آپ کی سادگی: آپ انتہائی سادہ تھے۔ آپ ہر وقت بچوں کو تعلیم دینے میں منہمک رہتے۔ غربت کا زمانہ تھا اپنے طالب علموں کے کپڑوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے پیوند لگاتے۔ ان کے بال خود کاٹتے۔ ان طالب علموں کے ساتھ بیٹھ کر جو روکھی سوکھی ملتی کھا لیتے حتی کہ مسجد کے غسل خانوں کی صفائی خود کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے 42 سال تک قرآن پاک پڑھایا۔ آپ انتہائی قناعت پسند انسان تھے اور جو کچھ مل جاتا تھا اسی پر اکتفا کر لیتے تھے۔

دینی حمیت و غیرت: آپ دینی و شرعی لحاظ سے بہت غیرت مند انسان تھے۔ آپ کے دو بیٹے تھے جن میں حافظ محمد خان آپ کے ساتھ بچوں کو پڑھاتے تھے جبکہ حافظ محمد سعید میانوالی میں رہتے تھے۔ محمد سعید سے اتفاقاً ایک قتل ہو گیا۔ مقتول پارٹی نے حافظ غلام حبیب کے دونوں بیٹوں پر مقدمہ درج کرا دیا حالانکہ

حافظ محمد خان بے گناہ تھا لیکن انہوں نے اس کو بھی ملوث کر دیا جرگہ بیٹھا تو مقتول پارٹی کہنے لگی اگر استاد غلام حبیب اپنے بیٹے کی صفائی دے دے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے جب بات حافظ صاحب تک پہنچی تو انہوں نے اپنے حقیقی بیٹے کی صفائی دینے سے انکار کر دیا کہ ہوسکتا ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ شامل ہو اور میں نادانستگی میں جھوٹ بول کر اپنی آخرت خراب کر بیٹھوں حتیٰ کہ دوسرے لوگوں نے اس کی صفائی دے کر الزام سے بری کرا دیا البتہ محمد سعید کو اس کیس میں سزا ہو گئی اور مقدر کی بات کہ جیل میں دوران سزا فوت ہو گیا تو آپ نے اپنے قاتل بیٹے کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا لوگ فاتحہ کے لئے آتے تو آپ فرماتے کہ اس کا بھائی موجود ہے اس کے پاس جا کر پڑھ لو۔ اللہ اللہ آج ایسی دینی غیرت کہاں ہے؟ لوگ اپنوں کو بچانے کے لئے جھوٹی قسمیں تک اٹھا دیتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے۔

آپ کی وصیت: آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے ڈھرنکہ کی حدود میں دفن کرنا۔ آپ کی وفات 16 اکتوبر 1962 میں ہوئی تو لوگوں نے ایک اور جگہ قبرستان میں قبر کھودنا شروع کی تو پانی نکل آیا حالانکہ یہ علاقہ بہت خشک علاقوں میں شمار ہوتا ہے اور پانی بہت گہرائی میں ملتا ہے۔ لوگ بھاگتے ہوئے آپ کے بیٹے کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ حافظ صاحب نے وصیت کی تھی کہ مجھے ڈھرنکہ ہی میں دفن کرنا۔ چنانچہ آپ کو شہر ڈھرنکہ میں دفن کیا گیا لوگ ہر سال 16 اکتوبر کو آپ کا عرس مناتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کا باقاعدہ ریکارڈ تو نہیں ہے لیکن لوگ بتاتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے جن کو آپ نے قرآن پاک حفظ کرایا اور آج بھی وہ لوگ اپنے استاد کو یاد کرتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ کئی جنات بھی آپ کے شاگرد تھے جنہوں نے آپ سے قرآن سیکھا۔

حضرت مولانا غلام جیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میانوالی):

مولانا محمد اکبر علی صاحب کے صاحبزادے مولانا غلام جیلانی میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم نے آپ کے لئے جامعہ اکبریہ میں بڑے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اور آپ کو قرآن پاک حفظ کرایا۔ آپ کے استاد قاری شجاع الدین لاہوری تھے۔ آپ نے درس نظامی کی کتب مولانا شہباز خان بلند شہر اور مولانا گل محمد میروی سے پڑھیں پھر دورہ حدیث کے لئے امروہہ تشریف لے گئے۔ 1942 میں فارغ التحصیل ہو کر واپس میانوالی تشریف لائے چونکہ حضرت مولانا محمد اکبر علی ایک تارک الدنیا ولی کامل تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا خرچ فرما دیتے تھے لہذا گھر کے اخراجات کے لئے حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب محنت فرماتے تھے۔ آپ محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ والد صاحب کے ساتھ خانگی اور دربار کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی روزی کا سامان تجارت کر کے حاصل کرتے تھے۔

زیارت حرمین: آپ نے دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ کا محبت و شوق کا انداز والہانہ اور عشق نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں ڈوبا ہوا ہوتا۔ آپ مدینہ پاک کی گلیوں میں گھومتے اور محبت اور شوق سے ان در و دیوار کو تکتے تھے کہ شاید پھر یہ مدینے کا سفر نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔

دینی و سیاسی خدمات: آپ نے تحریک پاکستان میں مولانا نیازی کا ساتھ دیا اور اس تحریک میں مالی اور جسمانی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ

نے مرکزی جامع مسجد کو نئے سرے تعمیر کرایا۔دارالاطفال کی نئی عمارت مرکزی عیدگاہ سے متصل تعمیر کرائی اور جامعہ اکبریہ کے لئے نئی عمارت مہیا فرمائی۔

سجادہ نشینی: 1956 میں اپنے والد محترم کے وصال کے بعد آپ کو جانشینی عطا کی گئی۔آپ نے بڑھ چڑھ کر دین کی خدمت کی۔آپ کے دور میں جامعہ اکبریہ میں لوگ بڑے ذوق وشوق سے جمعہ پڑھنے آتے تھے اور آپ کی تقریر سنتے اور آپ بہت خوبصورت اور پیارے انداز میں جمعہ کا خطبہ ادا فرماتے تھے۔

بیعت و خلافت: آپ نے مولانا آحمد خان ثانی سے بیعت کی تھی اور خلافت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔آپ نے اپنے لنگر خانہ کا انتظام خوب انداز میں چلایا۔مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے حجرہ جات طلباء کے لئے رہائشی کمرہ جات اور درسگاہیں تعمیر کرائیں۔آپ مہمانوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم فرماتے۔حضرت بابو جی صاحب گولڑہ شریف سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے اور آپ کو سلسلہ قادریہ کے جملہ وظائف ومعمولات کی اجازت تھی۔ہر سال بڑی گیارہویں پر گولڑہ شریف حاضری دیتے۔

وصال: آپ کو شوگر کے مرض کی وجہ سے عارضہ قلب کی شکایت ہوگئی اور 7 جنوری 1984 کو آپ خالق حقیقی سے جاملے۔آپ کا مدفن اپنے والد بزرگوار کے مزار کے ساتھ ہے۔

آپ کے خلفاء: آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالمالک صاحب کو خلافت عطا فرمائی۔اس کے علاوہ قاضی نور آحمد سکنہ ڈھبہ تلہ گنگ جو کہ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، خلافت عطا فرمائی۔تیسرے خلیفہ صوفی نذر محمد بھکر اور

چوتھے خلیفہ مولانا امیر آحمد قریشی سکنہ ڈبہ قریشیاں میانوالی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمالک چشتی نظامی

(میانوالی): سرمایہ اہلسنت حضرت مولانا عبدالمالک صاحب نے اپنے والد محترم کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا اللہ بخش اور مولانا عطا محمد بندیالوی جیسی نادر روزگار شخصیات شامل ہیں۔آپ نے مولانا غلام رسول رضوی سے سند حدیث حاصل کی۔آج کل سلسلہ چشتیہ کو خوب ترقی دے رہے ہیں۔سیاسی اور سماجی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔آپ کا بہت بڑا کارنامہ جامعہ اکبریہ کی تدوین نو اور تعمیر نو ہے۔جو آج کل بڑے عالیشان کمپلکس کی شکل میں زیر تعمیر ہے۔ضلع میانوالی کا کوئی سیاسی اور دینی مسئلہ آپ کے بغیر حل نہیں ہوتا۔آپ اعلیٰ شخصیت و کردار کے مالک ہیں۔انتہائی خوش اخلاق، ملنسار اور شگفتہ طبیعت کے مالک ہیں اور اہل سنت و جماعت کے لئے آپ کا وجود ایک گھنے سایہ دار درخت کی مانند ہے۔دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے (آمین)

حوالہ: جمال فقر

حافظ غلام خلیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (کندیاں):

آپ خدوزئی تحصیل عیسیٰ خیل میں صوفی عبدالرحیم کے گھر اندازاً 1897 میں پیدا ہوئے۔آپ مشہور زمانہ حافظ قرآن حضرت غلام حبیب صاحب ڈھرنکہ والے کے شاگرد تھے۔کچھ عرصہ آپ دندہ شاہ بلاول مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے بعد آپ کندیاں تشریف لے آئے۔

مدرسہ کا قیام: آپ نے یہاں 1913 میں حفظ قرآن پاک کے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔پہلے آپ اسی مسجد میں پڑھاتے تھے۔1921 میں الگ مدرسہ تعمیر ہو گیا جو آج مدرسہ خلیلیہ کے نام سے مشہور ہے۔آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی ہزاروں میں پہنچتی ہے۔آپ نے بھی لوگوں کو قرآن پڑھا کر، سکھا کر اور یاد کرا کے سب سے بڑے عابد ہونے کا ثبوت دیا۔آپ اپنے استاد محترم کا بہت ادب واحترام کرتے تھے ۔فرماتے تھے کہ میں جو کچھ ہوں اپنے استاد محترم کی وجہ سے ہوں۔آپ وقت کے انتہائی پابند تھے اور بڑی سختی کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے۔آپ کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ اپنے آخری وقت میں بھی بچوں کے پڑھانے کے اوقات اور چھٹی کے اوقات کو نہ بھولے۔ایک بجے مدرسہ کا وقت ہوتا تھا ادھر آپ نے گھنٹی بجانے کا حکم دیا ادھر اس دنیائے فانی سے آخری سانس لے کر رخصت ہو گئے۔آپ کا مزار مبارک جامع مسجد کے ساتھ ہے۔آج کل آپ کے صاحبزادے غلام یٰسین صاحب نقشبندی بھوروی خلیلوی اس مدرسہ کے مہتمم ہیں اور اپنے والد گرامی کی روایات کو زندہ رکھے ہوئے

ہیں۔آپ انتہائی ملنسار اور مہمان نواز انسان ہیں آپ نے مدرسہ کو جدید انداز میں چلانے کی کوشش کی ہے۔شعبہ حفظ، ناظرہ، درس نظامی اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی دینا شروع کر دی ہے۔حافظ غلام خلیل رحمتہ اللہ تعالیٰ کا عرس ہر سال 25-24 شوال کو منایا جاتا ہے۔

حوالہ : انٹرویو صاحبزادہ مولانا غلام یٰسین صاحب نقشبندی بھوروی خلیلوی (کندیاں)۔

قدوۃ المحققین حضرت علامہ غلام محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (پپلان):

سیبویہ زمانہ، فاضل ریاضیات، امام معقولات ومنقولات اور فقہ حنفی کے تبحر عالم فاضل علامہ غلام محمود وانڈہ محمد خان پپلان ضلع میانوالی میں 1282ھ/1865ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام نور رنگ تھا۔ آپ کو قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے قریبی مسجد میں بھیجا گیا۔ آپ کے پہلے استاد حافظ محمد مرزا تھے جنہوں نے آپ کو حفظ مکمل کرایا۔

مزید دینی تعلیم کا حصول: دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نگر نگر گھومے ہر اچھے استاد کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ فارسی اور صرف کی کتابیں مولانا سلطان محمود بندیالوی سے بندیال میں اور کتب نحو مولانا فیض محمد شاہ جمالی (شاہ جمال ملتان) سے پڑھیں۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں حاضر ہوئے اور علامہ غلام احمد حافظ آبادی کی شاگردی اختیار کی۔ اس کے بعد چکوال میں مولانا احمد دین کی خدمت میں حاضر ہو کر علم کے موتی چنے پھر مولوی لطف اللہ علی گڑھی کی شاگردی اختیار کی اور آخر میں دورہ حدیث مدرسہ دیوبند میں مولوی محمود الحسن سے مکمل کر کے سند فراغت امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔

تدریس: اپنے گھر واپس آ کر یہاں تدریس کرنا شروع کر دی۔ اسی دوران آپ کی علمی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت کے علمی مرکز مکھڈ شریف کے مدرسہ میں تدریس کے لئے بلایا گیا۔ ان دنوں مولانا محمد علی مکھڈوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے

شہرت یافتہ اس مدرسہ میں دور دور سے طالب علم پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ آپ وہاں پر تین سال تک دین کا درس دیتے رہے انہی دنوں میں آپ نے سرکار گولڑہ شریف پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت فرمائی اور ان سے فیض لیا۔ اس کے بعد ایک اور شہرت یافتہ مدرسہ چکی شیخ جی نزد لاوہ ضلع چکوال جو کہ شیخ محمود قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قائم شدہ تھا، میں حاضر ہو کر دین کا علم سکھایا۔ وہاں سے نرحال ضلع ملتان چلے گئے وہاں سے واپس پپلاں آ گئے اور ایک چھوٹی سی کچی مسجد میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آج بھی خانقاہ محمودیہ رضویہ پپلاں کے نام سے قائم ہے۔

تدریس کا انداز: آپ بہت محنتی اساتذہ میں سے تھے اور خوب توجہ سے پڑھاتے تھے۔ آپ کے شاگرد رشید مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ استاد صاحب اس قدر محنتی تھے کہ ایک ایک لفظ پر جھگی ڈال لیتے تھے۔ آپ بہت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ مولوی غلام لیٰسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ سخت سردیوں میں ہم آپ کے دولت خانہ پر جا کر پڑھا کرتے تھے آپ بیٹھک میں تشریف لاتے اور چارپائی پر لیٹ کر پڑھاتے تھے لیکن دوران پڑھائی ان کے رعب کی وجہ سے ہم پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے تھے۔

علامہ اقبال اور علامہ غلام محمود پپلانوی کی ملاقات: ایک روایت کے مطابق علامہ سر محمد اقبال کو تصوف کے موضوع پر ایک کتاب کی ضرورت تھی جو پورے ہندوستان میں کہیں سے نہیں مل رہی تھی۔ انہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے رابطہ فرمایا تو انہوں نے مولانا غلام محمود صاحب کا پتہ دیا۔ چنانچہ آپ سے رابطہ کیا گیا اور علامہ محمد اقبال اور علامہ غلام محمود کی ملاقات

پپلاں ریلوے سٹیشن پر ہوئی ۔مختصر تبادلہ خیالات بھی ہوا۔لوگ بھی علامہ محمد اقبال کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے ۔علامہ محمد اقبال صاحب پپلاں جیسے دوردراز علاقے کے ایک گوشہ نشین عالم سے بہت متاثر ہوئے (حوالہ: بازگشت از ڈاکٹر محمد اجمل نیازی)

تذکرہ اکابر اہل سنت میں آپ کو خراج تحسین:

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے آپ کا ذکر اس انداز میں کیا ہے" آپ کو تمام علوم دینیہ میں زبردست عبور حاصل تھا۔خاص طور پر صرف ونحو، اصول ادب عربی، ہیت وغیرہ میں کمال دسترس رکھتے تھے۔آپ کے تلامذہ اکثر و بیشتر علم و عرفان کے ماہتاب بن کر چمکے۔ ملک المدرسین مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال شریف ضلع سرگودھا اور مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید محمد کرم شاہ الازھری آپ ہی کے فیض یافتہ تھے"۔

تصانیف: آپ کی تصانیف تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کرتی ہیں۔حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے علم غیب پر آپ نے نہایت اعلیٰ کتاب نجم الرحمن تحریر فرمائی۔ جس میں مدلل حقائق پیش کیے گئے ہیں۔محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ تعالی علیہ جیسی بلند پایہ ہستی اپنے شاگردوں کو نجم الرحمن کے مطالعہ پر بہت زور دیتے تھے۔تحفہ سلیمانیہ کے نام سے آفتاب پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے تکملہ عبدالغفور کا حاشیہ تحریر کیا۔اس سے پہلے اس پر کوئی مستقل حاشیہ موجود نہ تھا اور طالب علموں کو اس کتاب پر ازحد محنت کرنا پڑتی تھی۔آپ نے سلیس اور شگفتہ عربی میں اس کے مطالب کی اس طرح تشریح کی اور اس خوبی کے ساتھ کی کہ عام طالب علم بھی اس کو آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔اس کے علاوہ ارمغان شاداں (فارسی گرامر) علم

نحو اور علم ریاضی پر بھی رسائل تحریر فرمائے۔

وصال: آخر کار علم کا یہ سورج یکم اگست 1948 کو غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے دو صاحبزادے مفتی محمد حسین شوق (رحمتہ اللہ تعالی علیہ) اور حکیم تصدق حسین المعروف مولوی نذیر عالم چھوڑے جنہوں نے علم کی میراث کو اپنی آنے والی نسلوں کو منتقل کیا۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ:

۱۔ علامہ مولانا سلطان اعظم چھبڑودی موسی والی پپلاں
۲۔ مفسر قرآن پیر کرم شاہ الازھری بھیرہ شریف
۳۔ پیر سدید الدین مرولہ شریف
۴۔ مفتی محمد حسین شوق پپلاں
۵۔ مولانا کلیم اللہ
۶۔ جامع المعقول والمنقول مولانا عطا محمد بندیالوی
۷۔ مولوی ولی اللہ گجراتی
۸۔ مولانا احمد حسن گھوٹوی
۹۔ مفتی کفایت اللہ
۱۰۔ مفتی محمد حسین حضروی۔

حوالہ جات: (۱) تذکرہ اکابر اہل سنت (۲) بازگشت (۴) خانقاہ محمودیہ کے سو سال از پروفیسر عبدالکریم قاسم پپلاں

شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ غلام فخر الدین گانگوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ

میانوالی): آپ 1922 میں گانگی شریف (میانوالی) میں پیدا ہوئے۔ آپ سلسلہ نسب بتیس واسطوں سے قطب ربانی شہباز لامکانی حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

علمی گھرانے سے تعلق: حضرت علامہ غلام فخر الدین گانگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ویسے تو پورا خاندان میانوالی کی تاریخ میں دینی خدمات کے سلسلہ میں سرفہرست ہے مگر آپ کے والد ماجد حضرت سید احمد دین گانگوی قدس سرہ اور آپ کی دینی خدمات میانوالی کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ کا شمار میانوالی کی تاریخ میں ایک ممتاز عالم دین اور مفتی اعظم کی حیثیت سے ہوتا ہے آپ اپنے دور حیات میں علم و عمل اور سیرت و کردار کے اعتبار سے لوگوں میں نہایت معزز مقام رکھتے تھے۔ بڑے بڑے اہل علم و کمالات آپ کی امامت، جلالت اور علمی فضیلت کے آج بھی معترف ہیں۔

دینی تعلیم کا حصول: قرآن پاک ناظرہ اور پرائمری تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے والد بزرگوار حضرت علامہ سید احمد دین گانگوی علیہ الرحمہ کی دینی درسگاہ جامع شمس العلوم میں علوم و فنون کی تحصیل کے لئے داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ واں بھچراں کے مشہور دینی مدرسہ جامع مظفریہ رضویہ میں بھی داخل رہے یہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1946 میں ہندوستان کی اہل سنت و جماعت کی مشہور عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا اور تاجدار اہل سنت استاد العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج مفسر القرآن سید محمد نعیم الدین جلالی اشرفی مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دورہ حدیث مکمل کیا اور 1947 میں دستار فضیلت کا شرف

حاصل کیا۔

میانوالی میں قیام: جولائی 1947 میں واپس میانوالی آ کر خاندانی دستور کے مطابق خطابت، فتویٰ نویسی، درس و تدریس اور دینی تبلیغ میں مشغول ہو گئے اور اپنی خاندانی دینی درسگاہ جامعہ شمس العلوم گانگوی کی مزید وسعت و ترقی کے لئے دن رات محنت کی۔ کافی پیچیدہ دینی مسائل پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فتاویٰ جاری فرماتے رہے۔ انتہائی صاف گو اور بے باک قسم کی شخصیت تھے۔ فتاویٰ جاری کرتے وقت پورے طور پر عدل و انصاف کو مدنظر رکھتے اور کسی رشتہ داری اور دھونس کو خاطر نہ لاتے۔

بیعت و خلافت: 1963 میں آپ نے رہبر طریقت و شریعت حضرت قبلہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت و اجازت سے مشرف فرمائے گئے۔ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ آپ ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کے حکم کی پیروی کرتے اور آستانہ عالیہ سیال شریف کی حدود میں حد درجہ کمال ادب کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

معمولات زندگی: حضرت علامہ مولانا غلام فخر الدین گانگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام عمر اپنے علاقہ کے غریب لوگوں کے درمیان گزار دی۔ انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ کسی قرابت یا رتبے کا لحاظ کئے بغیر سب کے ساتھ مساوی سلوک کرتے اور ہر ایک کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ آپ نے ساری زندگی مشائخ اسلام، علمائے کرام اور فقراء کی محفلوں میں گزاری۔ تمام عمر امراء

اوار رؤسا کی صحبت سے دور رہے۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے دینی تعلیم کا فیض حاصل کیا۔ آپ کو دولت سے نفرت تھی جو کچھ آتا دینی مدرسہ میں خرچ کر دیتے۔ سخاوت، ایثار اور مہمان نوازی ان کا شعار تھا۔

آپ کے تلامذہ:

۱۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد باقر شاہ کوٹ گلہ شریف۔
۲۔ مولانا عطا محمد شاہ دلے والی۔
۳۔ مولانا محمد یونس لاہور۔
۴۔ مولانا غلام ربانی فیصل آباد۔
۵۔ مولانا محمد یعقوب سرگودھا۔
۶۔ مولانا سید محمد شاہ پشاور۔
۷۔ مولوی محمد شہباز خان سرحدی۔
۸۔ مولانا غلام عباس خان میانوالی۔
۹۔ مولانا عبدالرحیم کندیاں۔
۱۰۔ مولانا فیض احمد میانوالی۔
۱۱۔ مولانا محمد رمضان روکھڑی۔
۱۲۔ مولانا محمد یوسف میاں خیل۔
۱۳۔ مولانا منظور احمد داؤد خیل۔
۱۴۔ مولانا عبدالعزیز فیصل آباد۔
۱۵۔ مولانا غلام نبی اسکندر آباد۔

یہ تمام حضرات اپنے اپنے علاقوں میں دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

وصال مبارک: علوم اسلامیہ کی درس و تدریس جاری رکھتے ہوئے 23 نومبر 1983 کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپ کی رحلت سے علاقہ کے مسلمان ایک عظیم عالم اور شرعی رہنما سے محروم ہو گئے اور آپ کی کمی اب بھی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین۔ آپ کا مزار مبارک محلہ گانگوی میانوالی کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ شمس العلوم کے احاطہ میں ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار بھی مدفون ہیں۔

آپ کے جنازے پر میجر ضیاء الحق ڈپٹی کمشنر میانوالی کے تاثرات: تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان سے ضلع میں شرعی منصف اعلیٰ مقرر کئے جانے کے لئے ممتاز ترین علمائے کرام کے اسمائے گرامی طلب کئے گئے تھے چنانچہ میں نے بلا تامل اپنے ضلع سے علامہ غلام فخر الدین گانگوی صاحب کا اسم گرامی ارسال کر دیا اور علامہ صاحب کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے انہیں ٹیلیفون پر مبارک باد دینی چاہی مگر ان کا جواب میری توقع کے برعکس تھا۔ وہ منصب جس کے حصول کے لئے کئی سفارشیں مختلف اطراف سے مجھ تک پہنچی تھیں اور جس کے حصول کی آرزو کئی دلوں میں تڑپتی تھی۔ اس منصب کے لئے جس شخصیت کو میں نے کامل دیانتداری اور ضمیر کی گواہی کے ساتھ منتخب کیا تھا انہوں نے بڑے تادیبی لہجے میں مجھ سے کہا "ڈی سی صاحب! آپ مجھ سے پوچھ تو لیتے؟" میں نے ایک عالم تحیر میں پوچھا "حضرت! آپ کو تو خوشی ہونی چاہیے تھی آپ قاضی ضلع مقرر کئے جا رہے ہیں آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"۔ علامہ صاحب نے اسی متانت بھری سنجیدگی سے جواب دیا "خوشی تو مجھے اس چٹائی پر بیٹھ کر قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول صلی اللہ

تعالٰی علیہ والہ وسلم کا درس دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی مجوزہ کرسی پر بیٹھنے والے تو بہت ہوں گے مگر اس چٹائی سے میں اٹھ گیا تو یہاں کون بیٹھے گا؟"۔ یہ تاریخ ساز واقعہ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام فخر الدین گانگوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے بے مثال جنازہ کے موقع پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر میجر ضیاء الحق نے روتی ہوئی آنکھوں اور بلکتے ہوئے لوگوں کے بے کراں مجمع خاص و عام سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا تھا۔ میرے کانوں میں آج تک ان کا وہ اختتامی جملہ گونج رہا ہے جواب تاریخ میانوالی کی امانت بن چکا ہے۔ انہوں نے گداز بھرے لہجے میں کہا تھا" میں نے بہت دنیا دیکھی ہے ایسی بے مثال شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے جو اپنے علم و عمل سے عشق رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی شمعیں فروزاں کرنے میں یوں مگن تھی کہ کوئی دنیاوی جاہ و منصب اس پر اثر انداز نہ ہو سکا۔

نہ تاج و تخت میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے۔

اولاد و خلفاء: آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اللہ تعالٰی نے آپ کو ایک فرزند عطا کیا تھا مگر وہ پیدائش کے بعد ہی فوت ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کے وصال مبارک کے بعد مدرسہ شمس العلوم کے نظم و نسق اور درس و تدریس کا بوجھ آپ کے بھائی اور بھتیجوں کو اٹھانا پڑا اور آپ کے وصال کے چند دن بعد آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے آپ کے بھتیجے صاحبزادہ میاں محمد نعیم الدین شاہ گانگوی) کو بیعت و خلافت کے شرف سے نوازا۔ جنہوں نے ایم اے ایم ایڈ کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے اور اپنے خاندانی دینی مدرسہ جامعہ شمس العلوم کی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہے ہیں اور دینی خدمات کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔

حضرت غلام محمد اویسی عرف بادشاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ (کوچھہ شریف نزد رکھی موڑ میانوالی):

فقیر غلام محمد اویسی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ گوچھہ شریف کے رہنے والے تھے آپ کی وصال کے وقت عمر مبارک 90 سال بتائی جاتی ہے اس لحاظ سے اندازاً آپ کی پیدائش 1870ء کے لگ بھگ کہی جا سکتی ہے آپ کی عرفیت بادشاہ مشہور ہے آپ ایک انتہائی نیک اور عبادت گزار اللہ کے ولی گزرے ہیں۔

خاندانی پس منظر: آپ کے والد محترم حافظ نور محمد عرف لاڈلا ایک انتہائی نیک بزرگ شخصیت تھے آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ پیدائش کے بعد آپ کی پرورش حافظ محمد عظیم وٹے پٹ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے کی۔ انہوں نے آپ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے گھٹی پلائی اور کان میں اذان دی اور آپ کی بڑی محبت کے ساتھ پرورش کی اس لئے آپ حافظ جی صاحب کے لاڈلے مشہور ہو گئے آپ کو لاڈلا کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کا تعلق اعوان خاندان سے ہے۔ شروع سے ہی بزرگوں کے معتقد اور دین کی محبت رکھنے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت کا واقعہ: حافظ نور محمد صاحب والد محترم حضرت غلام محمد اویسی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ، خاصی عمر کے ہو چکے تھے لیکن اولاد نہ تھی۔ آپ کو وراثت میں خاصی زمین ملی تھی چونکہ آپ بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکے تھے اور اولاد نہ تھی اس لئے رشتہ دار آپ کی جائداد پر نظریں گاڑے ہوئے تھے۔ کچھ نے تو برملا آپ کو کہہ دیا کہ آپ کی اولاد ہے نہیں لہذا جائداد ہمارے نام کر دو آپ اس بات پر رنجیدہ خاطر

ہوئے اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جا کر رو دیئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے حکم دیا کہ فلاں شخص کے گھر ایک بہت نیک پاک لڑکی ہے میری طرف سے ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ اس لڑکی نے ہمیشہ شادی سے انکار کیا لیکن حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے غلام جب اس کے باپ کے پاس حاضر ہوئے تو اس کا باپ لڑکی کے پاس گیا اور حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم سنایا تو اس نے سر تسلیم خم کر لیا اور یوں آخری عمر میں شادی کے پہلے سال لڑکی پیدا ہوئی اور دوسرے سال حضرت غلام محمد اویسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد آپ کے والد محترم کا وصال ہو گیا چنانچہ آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔

تحصیل علم : آپ نے کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ بقول جناب صوفی زر صاحب ریٹائرڈ منیجر نیشنل بنک آف پاکستان، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نواز اتھا اور آپ بہت خوبصورت انداز میں وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

عبادت و ریاضت: بچپن سے ہی ایک دینی ماحول میں پرورش پانے کے باعث آپ کا رجحان عبادت و ریاضت کی طرف رہا۔ کوچھ شریف کے نزدیک ایک غار میں آپ نے اکثر عبادات کیں اور وہیں ذکر و اذکار میں مشغول رہتے تھے حتیٰ کہ زندگی کا بہت بڑا حصہ آپ کا معمول رہا کہ چاشت کے وقت آپ وہاں غار میں تشریف لے جاتے وہاں کلام پاک اور دلائل الخیرات کی تلاوت فرماتے تھے۔ مثنوی مولانا روم بہت لحن کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

باجماعت نماز کا سختی سے اہتمام: آپ کے پوتے

حضرت علامہ غلام شبیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ سفر و حضر میں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے آپ جہاں بھی جاتے کچھ احباب، عقیدت مند ضرور ہمراہ ہوتے جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہیں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو میانوالی کچہری میں جانا پڑا۔ جہاں ایک ہندو جج کی عدالت میں آپ نے کسی سلسلہ میں پیش ہونا تھا۔ وہاں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے اذان دلوا کر عدالت کی گیلری میں نماز کی جماعت کرا دی ادھر آپ کی پیشی پڑ گئی اور پکار ہونے لگی لیکن آپ نماز میں مصروف رہے نماز ادا کرنے کے بعد ہندو جج کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے سختی کے ساتھ کہا کہ تم عدالت میں کیوں پیش نہیں ہوئے تو آپ نے بے خوف ہو کر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں پیش تھا۔ جج نے تعصب کی بنا پر آپ کو قانون توہین عدالت کے تحت سزا سنا دی لیکن آپ نے وہیں کھڑے ہو کر کہا کہ جج صاحب آپ کی دنیاوی عدالت ہے میں جس اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش تھا اس نے چاہا تو میں تمہاری سزا سے پہلے رہا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ یہی بات ہوئی آپ چند دنوں میں رہا ہو کر واپس گھر آ گئے۔

بے نمازی مسلمان سے نفرت: کسی تفتیش کے سلسلہ میں ایک تھانیدار آپ کے ڈیرے پر آیا۔ آپ نے اس کی خاطر خدمت کی لیکن اس نے اس دوران کوئی نماز ادا نہ کی حالانکہ وہ کافی دیر وہاں موجود رہا۔ جب مغرب کا وقت آیا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا تم ظہر سے پہلے یہاں آئے ہو میں نے دیکھا ہے کہ نہ تم نے ظہر کی نماز ادا کی نہ عصر کی میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ایک بے نمازی شخص یہاں میرے ڈیرے پر موجود رہے تم یا تو نمازیں ادا کرو یا پھر یہاں سے چلتے بنو کسی

اور جگہ رہائش اختیار کر لو یہاں تمہیں نماز ضرور پڑھنی پڑے گی چنانچہ وہ تھانیدار شرمندہ ہو کر وہاں سے چل دیا۔

علی الاعلان قتل کی گواہی دے دی: آپ کے علاقے میں قتل ہوا اور قاتل علاقے کا سردار اور بڑا شخص تھا۔ سب لوگوں کو معلوم تھا کہ قاتل کون ہے لیکن ڈر کی وجہ سے کوئی بھی گواہی دینے کو تیار نہ تھا۔ انگریز پولیس افسر تفتیش کے لئے آیا تو علاقے کے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے لیکن کسی کی زبان پر سچ نہ آ سکا۔ انگریز افسر جان گیا کہ وجہ کیا ہے؟ مقتول ایک انتہائی غریب شخص تھا۔ اس کی خاطر علاقے کے ملک سے کوئی دشمنی مول لینے کو تیار نہ تھا۔ انگریز پولیس افسر نے اپنے ایک واقف کار سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ رکھی میں حضرت غلام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو انتہائی سچا اور کھرا انسان ہے وہ گواہی چھپانے والا نہیں ہے اور نہ کسی سے ڈرنے والا ہے۔ آپ راستے میں ان سے ملاقات کر لیں۔ چنانچہ وہ پولیس افسر گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے ڈیرے کی طرف چلا۔ گھوڑے کی باگ اسی وڈیرے قاتل شخص نے پکڑ رکھی تھی پولیس افسر نے آپ سے پوچھا کہ قتل کس نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پورے علاقے کے لوگوں کو معلوم ہے کہ قتل کس نے کیا ہے اگر آپ قاتل کو گرفتار کر کے سزا دلوانے کا وعدہ کریں تو میں بتا سکتا ہوں کہ قاتل کون ہے۔ اس نے وعدہ کیا کہ قاتل چاہے جتنا بڑا کیوں نہ ہو اس کو قانون کے مطابق سزا دلوائی جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ یہی ملک صاحب جس نے آپ کے گھوڑے کی باگ تھامی ہوئی ہے قاتل ہے۔ انگریز نے اس کو فوراً گرفتار کر لیا اس پر مقدمہ چلا اور سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا۔ اس گواہی کی بنیاد پر وہ ملک آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ اس نے دو مرتبہ

آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کروایا لیکن خدا کی قدرت کہ اجرتی قاتل آتے اور اندھے ہو جاتے۔ آخر کار اس ملک کی والدہ آپ کی خدمت میں معافی کے لئے حاضر ہوئیں اور دعا کے لئے درخواست گزار ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہماری دشمنی پر کمر بستہ ہے اور ہمیں قتل کرانا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میرا بیٹا اپنے کئے پر نادم ہے اور اس نے عہد کیا ہے کہ اگر وہ رہا ہو گیا تو آپ سے معافی مانگنے حاضر ہو گا اور اگر پھانسی ٹل گئی تو وہ ایک سال تک آپ کی خدمت کرتا رہے گا چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ صلح کی کوشش کرو۔ چنانچہ صلح کی کوششیں بارآور ہوئیں اور مقتول کے ورثاء نے قتل معاف کر دیا اور وہ ملک رہا ہو کر سیدھا آپ کے آستانے پر آیا اور معافی مانگ کر ایک سال آپ کی خدمت کرتا رہا۔

بیعت و خلافت: آپ کی بیعت حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دندہ شاہ بلاول سے تھی اس کے علاوہ ان کے بھتیجے حضرت شاہ محمد ہمدانی سے وابستگی رہی اس کے علاوہ آپ سلسلہ اویسیہ سے منسلک تھے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال 11 اپریل 1960ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مستری فتح محمد سکنہ کلری نے تعمیر کیا۔ خوبصورت روضہ بنا ہوا ہے۔ عقیدت مند اور مریدین یہاں بکثرت حاضر ہوتے ہیں آپ کا عرس باقاعدگی سے منایا جاتا ہے۔

اولاد: آپ کے سات بیٹے تھے جو کہ تمام کے تمام حافظ قرآن تھے۔

حوالہ: انٹرویو علامہ غلام شبیر صاحب خطیب جامع مسجد کوچہ شریف رکھی موڑ ضلع میانوالی

پیر غلام دستگیر شاہ گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (وڑچھہ شریف):

آپ کی ولادت باسعادت 1903 میں عیسیٰ خیل میانوالی میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت حافظ محمد سدید الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت پیر جندوڈا شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ وقت کے ولی اللہ اور پیر سیال خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے خود اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا چنانچہ آپ نے عیسیٰ خیل میں قاضی صاحبان کے مدرسے میں قرآن پاک حفظ کیا اور پھر کتابیں پڑھتے رہے۔

بیعت و خلافت: آپ کی خلافت کے متعلق فوز المقال فی خلفائے پیر سیال میں حاجی مرید احمد چشتی تحریر فرماتے ہیں" آپ کے نانا جان حضرت سید عالم شاہ علیہ الرحمہ آپ کو سیال شریف لے گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد ضیاء الحق والملۃ الدین علیہ الرحمہ کے سامنے بٹھا کر عرض کی قبلہ! ان کے والد گرامی جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں انہیں یتیمی کی پگڑی باندھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ آپ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اٹھ بیٹھے، جلال آ گیا فرمایا! شاہ صاحب جندوڈا شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ صاحب کو خلعت شاہی سے سرفراز کروں یا یتیمی کی پگڑی سے اور اپنے پیارے غلام نصیر الدین کو ارشاد فرمایا کہ میرا خاص بکس ادھر لاؤ اس میں سے طلائی کلاہ اور بہترین پشاوری مشہدی لنگی نکالی۔ آپ کے سر پر باندھی اور فرمایا! جاؤ آج سے تجھے ہر شاہ و گدا سے بے نیاز کر دیا اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرما کر تمام وظائف اور ختم خواجگان کی اجازت مرحمت فرمائی۔

وڑچھہ شریف میں مستقل قیام:

ہر ذرہ آفتاب ہے وڑچھہ شریف کا — خطہ وہ لاجواب ہے وڑچھہ شریف کا
ساجد کروں حساب ہی تو کیا کروں حساب — فیضان بے حساب ہے وڑچھہ شریف کا

تعلیم سے فراغت کے بعد مرشد کامل حضور ثالث خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر قیام کا حکم ارشاد فرمایا جب وڑچھہ شریف میں حضرت خواجہ حافظ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی نے اقامت کا مستقل ارادہ کر لیا تو وہاں اپنے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو بہت جلد مرجع خلائق بن گئی۔

آپ کے خلوص اور حقانیت کا اثر یہ ہوا کہ بہت جلد خلقت کا ہجوم ہونے لگا۔ خانقاہ معلیٰ میں ہزاروں عقیدت مند حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی زبان اور تعلیم میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو آپ کی خدمت معلیٰ میں حاضر ہو جاتا، از حد متاثر ہوتا تھا۔ آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے والوں کی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی آ جاتی تھی۔

آپ زیادہ وقت تلقین وارشاد اور وعظ و نصیحت میں صرف کرتے تھے۔ ہمہ وقت آپ کی مجلس گرم رہتی تھی۔ ہر وارد و صادر کی استعداد، قابلیت اور مزاج کے مطابق کلام کرتے تھے۔ کسی شخص کی گفتگو سے قطعاً مکدر خاطر نہ ہوتے تھے۔ ہر شخص کے سوال کا شافی جواب عطا فرماتے تھے۔ خانقاہ میں امیر غریب، دیہاتی و شہری، جاہل و عالم اور عام و خواص ہر قسم کے لوگ آتے تھے اور آپ ہر آدمی کے مرتبہ و مقام اور حیثیت کے مطابق برتاؤ اور گفتگو فرماتے تھے۔

اتباع شریعت اور اخلاقی درستی کی خاص تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے ارشاد و تلقین کا مریدین پر بہت گہرا اثر ہوتا تھا۔ آپ کی صورت و سیرت میں بلا کی کشش تھی۔ جو

خوش نصیب اور فرخندہ بخت آپ کی ایک بار زیارت کر لیتا تھا وہ آپ پر فریفتہ اور آپ کا غلام بے دام بن جاتا تھا۔ آپ کے دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔

تعمیرات: آپ نے اپنے والد ماجد کا خوبصورت روضہ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ لنگر خانہ، مسجد، مجلس خانہ، درویشوں کے لئے کمرے، مسافروں کے لئے مسافر خانے اور مستورات کے لئے الگ حویلی بنائی۔ سب سے اہم کارنامہ مدرسہ اسلامیہ کا اجراء تھا جس میں بے شمار مشاہیر اور علمائے دین زیر تعلیم رہے۔

وصال: آپ 6 مئی 1965ء کو اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کے چار بیٹے (۱) حضرت غلام ربانی شاہ (۲) حضرت غلام فخر الدین شاہ (۳) حضرت غلام حبیب شاہ اور (۴) حضرت غلام محمد شاہ ہوئے۔ حضرت غلام حبیب شاہ صاحب کو سجادہ نشینی ملی۔

عرس: آپ کا عرس ہر سال 13-12 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ آج کل سید انوار الحسن شاہ گیلانی صاحب سجادہ نشین ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) فوز المقال۔

(۲) ملاقات سید انوار الحسن شاہ گیلانی۔

حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی مکھڈوی ترگوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ترگ شریف):

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام بڑی بڑی فتوحات اور معرکے سر کرنے والے شہنشاہوں اور حکمرانوں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کا سہرا بزرگان دین اور اولیائے کرام کے سر سجتا ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی اعلائے کلمتہ الحق کے لئے وقف کر دی اور جو لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آج کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں جو اولیائے کرام کی تبلیغ کے مرہون منت ہیں اور ان کی روحانی قوت و طاقت اور حق و صداقت کی ہیبت کے آگے ہندوستان کے سرکش انسانوں کی گردنیں جھک گئیں اور کفرستان ہند کے ظلمت کدہ میں حق و اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کی شمع روشن ہوئی کفر و طغیان کی تاریکیوں میں نیکی و شرافت کے ستارے چمک اٹھے۔ پتھروں اور بتوں کے پجاریوں کے دلوں میں رب کعبہ کی ہیبت و عظمت بیٹھ گئی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شمع تاریک دلوں میں روشن ہو گئی۔ بت خانوں میں توحید و رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ڈنکے بجنے لگے۔ ایسی درویش صفت شخصیات میں حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی شامل ہیں جو اٹک، میانوالی اور شمالی پنجاب کی اس سرزمین پر ایک ابر کرم بن کر برسے اور ایک عرصہ تک اس علاقے کے عوام کے قلوب و اذہان کو علم و معرفت کی روشنیوں سے منور کرتے رہے۔

ولادت: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 15 شعبان المعظم 1332ھ بمطابق 1912ء کو مکھڈ شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے

والدمحترم فخر الاولیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے ایک نہایت ہی ممتاز عالم دین عارف کامل اور خانقاہ معلّٰی حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔آپ فخر الاولیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔والدمحترم آپ سے نہایت پیار ومحبت اور شفقت فرماتے تھے۔آپ نے اپنے اس کمسن فرزند کے متعلق بشارت دی کہ میرا یہ بیٹا بڑا ہوکر اپنے وقت کا ولی کامل اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے ایک گوہر نایاب بن کر ابھرے گا۔اندھیروں اور گمراہی وجہالت میں ڈوبے ہوئے ایک خطے کو آباد کرے گا اور وہاں رشد وہدایت کے سدا بہار اور لازوال دیے جلائے گا۔

ابتدائی تعلیم: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے والدمحترم سے پائی۔اپنے والدمحترم کے علاوہ قرآن پاک اور درس نظامی کی تعلیم اس وقت مکھڈ شریف کے شہرۂ آفاق دینی درس گاہ کے ممتاز اور جید اساتذہ کرام اور علمائے کرام سے حاصل کی۔ان میں مولانا نواب علی صاحب مکھیاں والے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا قطب الدین صاحب غورغشی والے شامل ہیں۔

والد محترم کا وصال: 8 سال کی عمر میں ہی آپ اپنے عظیم المرتبت اور شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔والدمحترم کی جدائی کے بعد آپ کی عظیم اور بلند ہمت والدہ محترمہ نے بڑے پیار اور محنت سے آپ کی تعلیم وتربیت کا بیڑا اٹھایا۔آپ کی والدہ محترمہ ایک نہایت نیک سیرت،غریب پرور اور خدا شناش خاتون تھیں اور ایک عالم اس نیک سیرت خاتون کی برکات سے فیض یاب ہو رہا تھا۔والدہ محترمہ کے علاوہ آپ کے برادر بزرگ سراج المتقین حضرت مولانا محمد الدین مکھڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تونسہ شریف کے سجادہ نشین سرتاج الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی تعلیم وتربیت میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔انہی برگزیدہ شخصیات کی روح پرور اور کیمیا گر سرپرستی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصول علم میں دل وجان سے مگن ہو گئے اور نہایت تیزی سے علم دین کی منازل طے کرنے لگے۔

اعلیٰ تعلیم کا حصول: تحصیل علم کے لئے آپ غورغشی نزد حضرو ضلع اٹک تشریف لے گئے اور وہاں چودہ ماہ تک قیام کر کے شیخ الحدیث استاد العلماء حضرت مولانا قطب الدین غورغشی والے سے حدیث پاک کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

ہندوستان کا سفر: حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تعلیم کے لئے اپنی والدہ محترمہ کی اجازت سے ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں کئی اسلامی مدارس میں جید علمائے کرام سے علم حدیث پاک اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کی آخری منازل طے کر کے مکھڈ شریف واپس تشریف لے آئے۔اس وقت کے تونسہ شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علم دین کی تکمیل پر آپ کو اپنے دستِ اقدس سے دستار فضیلت پہنائی۔

بعیت و خلافت: علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد آپ علوم باطنیہ کی طرف مائل ہوئے۔آپ اپنے والدمحترم فخر الاولیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔آپ کو والدمحترم نے بیعت کرنے کی اجازت فرمائی۔ان کے علاوہ

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ کو بیعت کرنے کی اجازت فرمائی تھی۔ آپ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسب فیض کرنے لگے۔ پیر کامل کی نگاہ نے آپ کی شخصیت کو کندن اور کیمیا گر بنا دیا۔ علوم ظاہریہ اور باطنیہ کی تکمیل کے بعد آپ خلق خدا کی فیض رسانی کی طرف متوجہ ہوئے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے آپ کا وجود مسعود ابر کرم ثابت ہوا۔

ترگ شریف میں آمد: آپ اپنے عظیم والد محترم کی بشارت کے مطابق کہ میرا یہ بیٹا سرزمین کچھی کو آباد و شاد کرے گا۔ 1933 میں اپنا سب ساز و سامان اور اثاثہ چھوڑ کر مکھڈ شریف سے ترگ شریف ضلع میانوالی تشریف لے آئے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد آپ اپنی والدہ محترمہ اور اہل و عیال کو بھی اپنے ساتھ (مکھڈ شریف) ترگ شریف لے آئے۔

مدرسہ و مسجد زینت الاسلام کا قیام: ترگ شریف آتے ہی حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعت علم دین کے لئے ایک وسیع علاقے پر ایک مسجد اور مدرسہ زینت الاسلام کی بنیاد رکھی۔ مسجد کو وہ شان ملی کہ پورے ترگ شریف اور مضافات کے ہزاروں لوگ نماز عید یہاں آ کر پڑھتے ہیں اور مدرسہ زینت الاسلام نے وہ مقام پایا کہ اکناف عالم سے طلباء آ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔ درس نظامی کے علاوہ دورۂ حدیث تک پڑھایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے جید علمائے کرام اسی دینی درس گاہ میں خلق خدا کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ فرماتے ہیں اور جناب قبلہ و کعبہ حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اساتذہ اور طلباء کی آرام و آسائش کا بے حد خیال رکھتے یہی وجہ تھی کہ اس دینی درس گاہ نے بے حد شہرت پائی۔

بحیثیت استاد: ممتاز اور جید علمائے کرام کے ساتھ ساتھ آپ خود بھی طلباء کو درس نظامی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ طلباء کو اس انداز سے پڑھاتے کہ سبق ذہن نشین ہو جاتا اور بوجھ محسوس نہ کرتے۔ مشفقانہ اور ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کا یہ شیوہ ہونا چاہیے کہ طلباء کو پڑھانے سے پہلے سبق کا خود مطالعہ کر لے۔ آپ فرماتے کہ میں نے آج تک بغیر مطالعہ کئے کسی طالب علم کو سبق نہیں پڑھایا۔ فن حدیث پاک میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا اور آپ طلباء کو حدیث پاک خود پڑھاتے تھے۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پاک پڑھانے کی اجازت: آپ کو حدیث پاک پڑھانے کی اجازت بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کی تعلیم دینے کے لئے خود رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خواب میں مجھے اجازت عطا فرمائی۔

بحیثیت مفتی: آپ جو فتویٰ دیتے اس پر عمل بھی کرواتے اور شریعت کی خلاف ورزی کے مرتکب اشخاص پر شرعی تعزیریں بھی لگواتے۔ آپ کے فتویٰ کے خلاف کسی کو جرات نہ ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے کئی سال تک علم فتویٰ پڑھا۔ مطالعہ کرتے کرتے گھٹنوں پر نشانات پڑ گئے۔ ہر مسئلہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا عبور حاصل ہے کہ مسئلہ جس کتاب میں جس صفحہ پر درج ہے وہ صفحات بھی یاد ہیں۔ مگر بغیر تحقیق کئے فتویٰ دینے میں جلدی نہیں کرتا آپ نے اپنی مبارک زندگی میں اکثر پیچیدہ مسائل کا حل فرما کر خلق خدا پر احسان کیا ہے۔

بحیثیت مرد مجاہد: آپ علم و عرفان کی ان لازوال اور بہت ساری

خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک مرد مجاہد اور مرد خدا پرست بھی تھے۔ فسق و فجور اور باطل تحریکات کے خاتمے کے لئے آپ نے ایک بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے دور میں چلنے والی متعدد اسلامی تحریکات میں اپنے مریدین کے ساتھ نہایت جوش و خروش اور ایمانی جذبے سے حصہ لیا۔ آپ نے تحریک مدح صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لکھنؤ میں ایک نہایت جاندار اور متحرک کردار ادا کیا اور اس تحریک کے ممتاز اور صف اول کے رہنماؤں میں شامل رہے۔ اسی تحریک میں آپ نے حضرت مولانا ظہور احمد بگوی کے ساتھ مل کر کام کیا اور اپنے مریدین کی ایک کثیر جماعت لے کر عازم لکھنؤ ہوئے۔ راستہ میں واں بھچراں کے مقام پر گرفتار ہو کر میانوالی جیل میں نظر بند کر دیئے گئے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے بالآخر یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ تحریک جہاد کشمیر و تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور تحریک ختم نبوت میں بھی کام کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے قادیانی فتنہ کے خطرناک نظریات سے لوگوں کو آگاہ کیا اور بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا دجال کذاب اور کافر ہے۔ ان تحریکات میں اپنے مریدین کے ساتھ نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی مرتبہ گرفتار بھی ہوئے۔

بحیثیت مقرر: آپ کو فنِ تقریر میں ایک نہایت خاص مقام اور ملکہ حاصل تھا۔ آپ پنجابی اور اردو میں تقریر فرماتے تھے اور تقریر میں مولانا جامی، علامہ اقبال اور حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی کے اشعار نہایت ترنم اور کثرت سے پڑھتے تھے۔ آپ کی تقریر میں نہایت شیرینی اور چاشنی ہوتی اور آپ کی تقریر سے سامعین نہایت محظوظ ہوتے۔ آپ کو فنِ تقریر میں وہ ملکہ حاصل تھا کہ ایک گھنٹہ تقریر فرماتے تو اس کا

مقصد لب لباب چند منٹوں میں بیان فرما دیتے۔ تبلیغ دین آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ خلق خدا کو دین حق کا راستہ بتایا اور ان کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شمع روشن فرمائی۔ آپ اکثر اپنی تقاریر میں حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے حیات طیبہ کے واقعات و کرامات نہایت پرلطیف اور دلنشین انداز میں بیان فرماتے۔

حضرت علامہ محمد اقبال حسین کلیار صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر کلور شریف عیسیٰ خیل فرماتے ہیں کہ اردگرد کے علاقہ میں جب کبھی کوئی عالم تقریر کے لئے آتا تو حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ساتھ بہت سی کتابیں لاتے اور اس جلسے میں شرکت کرتے اور آپ سے پوچھا گیا کہ یا حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ کتابیں ساتھ کیوں لاتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ اکثر علماء دوران تقریر کوئی بات کہہ ڈالتے ہیں اگر کوئی معترض اعتراض وارد کردے تو جواب نہیں دے پاتے۔ میں کتابیں ساتھ اس لئے لاتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی بات ہو جائے تو میں مسلک حق اہل سنت کی حقانیت ثابت کرسکوں اور معترض کو کتابوں کے حوالے سے جواب دے کر مطمئن کردوں۔

شب بیداری اور اخلاق حسنہ: آپ نہایت عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ رات گئے نوافل ادا کرتے رہتے اور نہایت انہماک سے درودِ پاک کے ذکر میں مشغول رہتے اور نماز تہجد باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے، سادگی پسند تھے۔ لباس سادہ اور سفید استعمال فرماتے، خوراک سادہ۔ صاحب جمال تھے جمال اتنا کہ دل چاہتا تھا کہ بس دیکھتے ہی رہیں۔ طبیعت میں اعتدال کا عنصر پایا جاتا تھا۔ میانہ روی اور اعتدال کے قائل تھے۔ آپ کی ان اوصاف حمیدہ کا عالم دل وجان سے

معترف ہے۔

اولیائے کرام سے عقیدت: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مکھڈ شریف، تونسہ شریف، چشتیاں شریف، پاکپتن شریف اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں سے نہایت محبت وعقیدت تھی اور اپنے مریدین کے ساتھ کثرت سے ان بزرگان دین کے مزاراتِ پر انوار پر حاضری دیتے اور ان عظیم البرکت شخصیات کے عرائس مبارکہ پر حاضری دیتے۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ آپ اجمیر شریف اور دہلی میں ان بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔

سرکار دو عالم ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سید المرسلین رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے نہایت محبت وعقیدت وعشق تھا۔ جونہی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر مبارک ہوتا آپ کی آنکھوں سے عقیدت ومحبت کے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا۔ آپ کثرت سے نعت شریف سنتے تھے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔ آپ سات مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مستفیض ہوئے۔

خلوص و محبت کے ساتھ درود پاک کا ذکر: آپ نہایت انہماک، خلوص اور کثرت سے درود پاک کا ورد کرتے اور اپنے مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ وہی درود پاک قبولِ دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہوتا ہے اور درود پاک پڑھنے میں اس وقت مزا اور سُرور پیدا ہوتا ہے جب ایک مسلمان اس انداز سے انہماک ولگن اور تصور سے درود پاک پڑھے کہ

اس کی آنکھوں کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا روضۂ اطہر اور گنبدِ خضریٰ ہو اور وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حضور صلوۃ و والسلام پڑھ رہا ہو۔ اور ہدیہ درودِ وسلام بھیج رہا ہو اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس کے اس درود پاک کو بنفس نفیس سن رہے ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے اس مسلمان کے دل پر رحمت کا نزول ہو رہا ہو اور اس کے دل کو ایک اطمینان اور سکون حاصل ہو رہا ہو۔ حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اسی تصور سے درودِ پاک بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں پیش کیا جائے تو اس کا سب سے زیادہ اجر وثواب ہے اور یہ بہت ہی بابرکت اور مقبول بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے اور زیارت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا موجب ہے۔

بحیثیت مصنف: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان ڈھیر ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ہی بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں درج ذیل شامل ہیں:

نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیات مصطفیٰ (ﷺ)

بدر الدُجیٰ، نور الہدیٰ، شمس الضحیٰ،

سعادت دارین

فضیلت ذکر

مجاہدین فی سبیل اللہ

نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیات مصطفیٰ (ﷺ) آپ کی ایک نہایت مستند اور بلند پایہ تصنیف ہے جس میں آپ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ

اور مسئلہ حیات النبی کے متعلق مستند حوالے دیئے ہیں اور اس کتاب کے ایک ایک لفظ سے آپ کی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عشق اور محبت وعقیدت کا ثبوت ملتا ہے۔ کئی ممتاز اور جید علمائے کرام نے اس کتاب کو ایک عارف ومحقق کامل اور عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی والہانہ کاوشوں کا ایک شاہکار قرار دیا ہے۔

آپ کا خاص کارنامہ (اسلامی مدارس و مساجد کا قیام): حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی پوری زندگی اشاعت اسلام اور ترویج علم دین کے لئے وقف کردی اور علم کی روشنی کو پھیلانے کے لئے آپ نے پاکستان کے مختلف مقامات پر اسلامی مدارس اور مساجد قائم کیں اور ان میں ممتاز اور جید علمائے کرام، قراء اور حفاظ کرام کو تعینات کیا۔ ان مدارس میں سے مدرسہ زینت الاسلام ترگ شریف، جامعہ محمدیہ نوریہ عیسیٰ خیل، مدرسہ زینت الاسلام شیخ آباد شریف، مدرسہ زینت الاسلام کرمشانی، مدرسہ زینت الاسلام مکڑوال ضلع میانوالی، مدرسہ عربیہ کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد (سندھ)، مدرسہ جامع محمدیہ حنفیہ فریدیہ چشتیہ سلیمانیہ رجسٹرڈ مہاجر کیمپ کراچی، جامع مسجد ومدرسہ انوار مدینہ گلشن اقبال کراچی، جامعہ فیض محمدی، جامع مسجد ومدرسہ تجلی نورنئی آبادی سعید آباد کراچی اور کئی دوسرے مدارس ومساجد قائم کر کے ملک کے کونے کونے میں علم دین کی مقدس شمع کو روشن کیا۔

وصال مبارک: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا بھی جامع مسجد ومدرسہ تجلی نورنئی آبادی سعید آباد کراچی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ بروز جمعرات 21 ذی الحجہ شریف 1398ھ بمطابق 23-22 نومبر 1978 کی درمیانی

شب بوقت عشاء علم ومعرفت کا یہ آفتاب ایک عالم کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ: آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے بہترین دوست اور معتمد ساتھی اور میانوالی کے ممتاز عالم دین اور فقیہہ کامل حضرت مولانا غلام فخر الدین صاحب گانگوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی نماز جنازہ میں عوام کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور خلق خدا اپنے اس محبوب اور عظیم روحانی پیشوا کی جدائی میں پرنم اور مغموم تھی۔ 23 ذی الحجہ شریف 1398ھ بمطابق 23 نومبر 1978ء کو دوپہر کے وقت اس عظیم مرد کامل اور مرد مجاہد کے جسد انور کو سپرد خاک کیا گیا۔

مزار پر انوار اور عرس مبارک: آج حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار اقدس ترگ شریف ضلع میانوالی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 22 ,21 ,20 ذی الحجہ شریف کو ترگ شریف ضلع میانوالی میں نہایت تزک واحتشام اور عقیدت سے منایا جاتا ہے۔

اولاد: حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج حافظ غلام معین الدین چشتی نظامی صاحب آج ترگ شریف میں آپ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔

یہ مضمون کتاب حیات مرشد تحریر حاجی غلام قاسم شاہ سکنہ ترگ سے لیا گیا ہے۔

شیخ المشائخ مخدوم الوریٰ حضرت میاں غلام محمد حضوری قادری مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بکھڑا شریف والے (قبرستان نور محمد گھنجیرہ علیہ الرحمہ ڈنگ کھولہ):

ابتدائی حالات: آپ کی ولادت مردم خیز سرزمین بکھڑا شریف میں ایک کاشتکار خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام نور احمد تھا۔ جن کے سات بیٹے تھے جن میں اللہ کے برگزیدہ بندے حضرت غلام محمد حضوری بھی شامل تھے۔ آپ کا تعلق چدھڑ خاندان سے تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا تعین (آپ کی وفات کے وقت عمر جو کہ 120 سال سے زائد بتائی جاتی ہے) کے حساب سے کیا جائے تو 1783ء کا سن بنتا ہے گویا آپ نے تین صدیاں اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھیں۔ اٹھارویں صدی کا آخری عرصہ، انیسویں صدی مکمل اور بیسویں صدی کے ابتدائی سال آپ کی زندگی کا عرصہ بنتا ہے۔

دینی تعلیم کے راستے پر: جناب غوث محمد جوئیہ SST پپاتھی جوئیانوالی ضلع میانوالی اپنے خاندانی حوالوں سے آپ کے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر ہل چلا رہے تھے اچانک ایک درویش نمودار ہوا وہ حضرت غلام محمد صاحب کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اس کے ہاتھوں میں غلاظت بھرا ٹوکرا تھا جو آپ کو دکھاتا تھا۔ آپ خاموشی سے کام کرتے رہے آپ

کے بھائیوں نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا یک خاص الخاص بندہ تھا جو مجھے اشارہ دے رہا تھا کہ اگر اس طرح دنیا میں مگن رہو گے تو یہی غلاظت حاصل ہوگی یعنی ذلت و رسوائی مقدر ہوگی۔ تم اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کے بھائیوں نے باہم مشورہ کر کے آپ کو دینی تعلیم کے لئے چکی شیخ جی ضلع چکوال روانہ کر دیا۔

حضرت شیخ محمود قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں: ان دنوں خانقاہ چکی شریف سابقہ ضلع کیمبل پور موجودہ ضلع چکوال نزد لاوہ کو دینی تعلیم اور تصوف کے حوالے سے خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو قادری سلسلہ کے مجاز بزرگ تھے۔ آپ نے چکی شیخ جی میں دینی مدرسہ اور مسجد کا اہتمام فرمایا۔ دور دور سے طالب علم پڑھنے کے لیے آتے تھے چنانچہ حضرت غلام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہاں تعلیم حاصل کی۔ وہاں قبرستان میں زمین کھود کر ایک بھورا (یعنی غار) بنایا گیا تھا جو کہ حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی چلہ گاہ تھا۔ آپ کے شاگرد وہاں ریاضت میں مصروف رہتے چنانچہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو بھی وہاں ریاضت کا حکم ملا اور آپ وہاں چلہ کش رہے۔

بیعت و خلافت: آپ نے اپنے استاد محترم سے بیعت کی ہوئی تھی اور پھر چلہ کشی مکمل کرنے کے بعد حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو باقاعدہ طور پر سلسلہ قادریہ میں خرقۂ خلافت عطا فرما کر اپنے علاقے میں جا کر مخلوق کو فیض یاب کرنے کا حکم دیا۔

بکھڑا شریف واپسی: آپ اپنے گھر واپس ہوئے۔ دریائے سندھ کے بالکل کنارے پر یہ بستی واقع تھی۔ آپ نے وہاں پر اللہ کا ذکر شروع کر دیا تو دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے حتیٰ کہ اردگرد کے علاقوں میں آپ کی شہرت پھیلتی گئی۔ آپ حد درجہ شریعت پر عمل کرنے والے تھے۔ سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عامل تھے حتیٰ کہ لوگ گواہی دیتے تھے کہ آپ ایسی شخصیت کے مالک تھے جن سے سنت تو ایک طرف مستحبات بھی ترک نہ ہوتے تھے آپ نے لوگوں میں نماز کی محبت اور عبادت و ریاضت کا شعور بیدار کر دیا اور بزرگ بتاتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں بکھڑا شریف کی مسجد میں تہجد پڑھنے والوں کی تعداد آج کل کے جمعہ شریف پڑھنے والوں کے برابر ہوا کرتی تھی۔

اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والی چیز (مردان دنیا ہے: آپ کے صاحبزادے نے دو دن مغرب کی نماز جماعت سے ادا نہ کی۔ دوسرے دن ہی آپ نے اپنے صاحبزادے کو بلا لیا اور باجماعت نماز نہ پڑھنے کا سبب دریافت فرمایا۔ وہ عرض کرنے لگا حضور ہماری بھینس شام کے وقت ریوڑ چرانے والا واپس لے کر آتا ہے تو میں اس کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہوں کہ مبادا کہیں اور نہ چلی جائے۔ میں اس کو پکڑ کر گھر لے جاتا ہوں آپ نے یہ بات سنی تو فوراً گھر تشریف لائے اور چھری لانے کا حکم دیا ساتھ ہی ذبح کرنے والے کو بھی بلا بھیجا۔ لوگ حاضر خدمت ہوئے آپ نے بھینس کو ذبح کرنے کا حکم دیا لوگوں نے بہتیرا اصرار کیا کہ دودھ دینے والی بھینس ہے اسے ذبح نہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز اللہ کی یاد سے غافل کر دے وہ اسی قابل ہے کہ ذبح کر دی جائے۔

غلطی سے خلاف سنت پانی پیا تو حلق سے باہر آگیا: ایک دن آپ نے پانی مانگا اور خادم نے آپ کی خدمت میں پانی حاضر کر دیا آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر پانی پیا تو آپ کا پانی حلق سے باہر آگیا۔ آپ نے سر مبارک پر ہاتھ پھیرا تو سر مبارک ننگا تھا آپ نے خادم کو سرزنش فرمائی کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ میرا سر ننگا ہے کہ ننگے سر کھانا پینا ناجائز ہے۔

چور ڈاکوؤں کو خیرات کی رقم بھجوادی: ایک مرتبہ بارش نہیں ہو رہی تھی چنانچہ علاقے کے لوگوں نے مل کر رقم اکٹھی کی تاکہ کوئی چیز پکوا کر خیرات کی جائے۔ لوگ رقم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ فلاں بندوں کو یہ رقم دے آؤ۔ لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ حضور وہ تو ظالم ہیں، چور ہیں، ڈاکو ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسی لئے تو دلوا رہا ہوں کہ ان کو رقم ملے گی تو کچھ دن تو مخلوق خدا ان کے ظلم سے امن میں رہے گی۔

حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ کی آپ کی خدمت میں حاضری اور ان کی راہنمائی: سوانح حیات حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ میں تحریر ہے کہ آپ کے والد صاحب آپ کو بکھڑا شریف لے آئے جو ضلع میانوالی کے مضافات میں ایک قصبہ ہے وہاں ایک بزرگ جن کا اسم گرامی حضرت غلام محمد علیہ الرحمہ ہے وہاں قیام پذیر تھے اور وہ قصبہ ان کا آبائی گاؤں ہے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت موصوف الاستقامۃ خیر من الف کرامت پر قائم تھے۔ جناب سے ترک مستحب بھی نہیں ہوتا۔ ان کی خدمت میں حضرت قبلہ بھوروی کے والد ماجد نے شرف بیعت

کے لئے عرض کیا تو حضرت موصوف نے فرمایا کہ عزیز فتح محمد کا فیض باطن حضرت مولانا جان محمد صاحب میبل شریف کے ساتھ منسلک ہے آپ بیٹے کو میبل شریف لے جائیں۔

مولانا احمد خان (خانقاہ سراجیہ) کی پیدائش سے قبل بشارت دے دی: موضع بکھڑا ملک مستی خان والد مولانا احمد خان کا مسکن تھا۔ اس زمانہ میں ایک بزرگ مولانا غلام محمد صاحب رہتے تھے جو اسرار و معارف میں مہارت کاملہ اور بصیرت تامہ کے مالک تھے۔ خاصے معمر ہو چکے تھے۔ وہ ملک مستی خان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اپنے خدام کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جب ملک مستی خان ہمارے ڈیرے کے پاس سے گزرا کریں تو ہمیں پنگھوڑے میں بٹھا کر ان کے استقبال کے لئے لے جایا کرو۔ چنانچہ جب ملک صاحب موصوف گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے ڈیرے کے پاس سے گزرتے تو دور سے دیکھ کر مولانا کے خدام آپ کو پنگھوڑے میں بٹھا کر گزرگاہ پر لے آیا کرتے تھے۔ ملاقات ہوتی اور تھوڑی دیر بعد ملک صاحب اپنے کام کاج کی غرض سے چلے جایا کرتے۔ پھر مولانا واپس اپنے مکان میں تشریف لے آتے۔ مولانا کے خدام حیران ہوتے تھے کہ حضرت مولانا ایک دنیادار زمیندار کا اتنا احترام کیوں کرتے ہیں کہ باوجود ضعف خود تشریف لے آتے ہیں۔ آخر کار ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ آخر اس میں کیا راز ہے کہ آپ ایک دنیادار زمیندار کا اس قدر احترام کرتے ہیں اور اس کے لئے باوجود ضعف بہت اہتمام فرماتے ہیں۔ ایک دنیادار کا اس قدر احترام ہم خدام پر سخت گراں گزرتا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا تمہیں خبر نہیں، درحقیقت میں اس ولی کا احترام کرتا ہوں

جو اس ملک مستی خان کی پشت میں موجود ہے جب ملک صاحب یہاں سے گزرتے ہیں تو میں اس ولی کا نور اور خوشبو محسوس کرتا ہوں اور عالم امکان میں عنقریب ظاہر ہونے والی اس عظیم ہستی کے احترام پر مجبور ہو جاتا ہوں۔

آپ کی پیشن گوئی: مولانا احمد خان کے خاندان والے حضرت مولانا غلام محمد صاحب سے عقیدت مندانہ ربط و ضبط رکھتے تھے۔ اس لئے عالم صغر سنی ہی میں مولانا احمد خان کو ان کے دوسرے بھائی ملک محمد خان کے ساتھ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی خدمت میں لے گئے اور دونوں کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے صاحبزادہ احمد خان کے حق میں علوم ربانیہ کے حصول کی دعا کی اور ملک صاحب سے فرمایا اس بچہ کو علم دین سکھانا یہ دین کے قابل ہے اور دوسرے صاحبزادے ملک محمد خان کے متعلق فرمایا بچہ بڑا ہو کر عزت و وقار کا مالک ہوگا۔ آغاز شان و شوکت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ وقار و تمکنت ایک دن زوال پذیر ہوگا۔ چنانچہ صاحبزادہ احمد خان نے علوم دینیہ ظاہر و باطن حاصل کر کے حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان کا نام پایا اور دوسرے بھائی ملک محمد خان نے دنیوی تعلیم حاصل کر کے اولاً فوج کی ملازمت اختیار کی بعد ازاں کوئٹہ میں تحصیلدار متعین ہوئے۔ کچھ عرصہ بڑی شان و شوکت اور دبدبہ سے گزرا لیکن پھر مولانا غلام محمد بکھڑوی کی پیشگوئی کے مطابق ستارۂ عروج زوال میں آ گیا، حسابات مال میں تین روپیہ اور ایک روایت کے مطابق صرف ایک پیسہ کی غلطی پائی گئی جس کی پاداش میں معزول ہو کر گھر آ بیٹھے۔

باجماعت نماز سے محبت: بکھڑا شہر کو دریائے سندھ نے اپنی موجوں کی لپیٹ میں لے لیا تو آپ وہاں سے نقل مکانی کر کے خانقاہ نور محمد گھنجیرہ

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے غربی جانب قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں آپ نے مسجد تعمیر کرائی جس کے ساتھ ایک حجرہ بھی بنایا گیا آپ وہاں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے بہت لمبی عمر پائی بعض لوگ 130 سال بتاتے ہیں۔ چنانچہ آخری عمر میں آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے حتیٰ کہ آپ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے آپ کی ٹانگیں جسم کے ساتھ چمٹ گئیں لیکن اس حالت میں بھی باجماعت نماز ترک نہ کی۔ لوگ آپ کو پنگھوڑے میں بٹھا کر مسجد میں لے آتے سہارا دے کر کھڑا کرتے جیسے ہی آپ امام صاحب کے پیچھے اللہ اکبر کہتے آپ کا جسم مبارک ٹھیک ہو جاتا آپ مکمل نماز صحیح طریقے سے ادا فرماتے حتیٰ کہ رکوع و سجود مکمل اور صحیح ادا فرماتے۔ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد آپ کی حالت پہلے کی طرح ہو جاتی اور پھر آپ کو پنگھوڑے میں سوار کر کے واپس لے جایا جاتا۔

بارگاہ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تحفہ عطا کیا گیا:

تحفۂ سعدیہ میں تحریر ہے کہ مولانا غلام محمد صاحب ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ وہاں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ مجھے کوئی ہدیہ عنایت فرمایا جائے۔ درخواست کے بعد اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ جب دوبارہ حضرت کے مزارِ پر انوار پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ قبر مبارک پر بچھے ہوئے غلاف کی درمیانی سطح اوپر اٹھی ہوئی ہے۔ مولانا سمجھ گئے کہ میری درخواست قبول ہو گئی ہے اور غلاف کے نیچے جو چیز بھی موجود ہے وہی میرے لئے ہدیہ ہے چنانچہ غلاف اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے مٹی کی ڈلی رکھی ہوئی تھی اس کو اٹھا لیا اور چند روز قیام کے بعد واپس اپنی خانقاہ

میں تشریف لے آئے۔ جب مولانا کی وفات کا وقت قریب آتا تو انہوں نے مولانا احمد خان (خانقاہ سراجیہ) کو بلایا اور کہا کہ مجھے آپ پر کامل یقین ہے کہ آپ میری آخری آرزو پوری کریں گے یہ کہنے کے بعد انہوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک سے ملنے والی مٹی کی ڈلی کا ذکر کیا جو انہیں ہدیہ کے طور پر عطا کی گئی تھی اور فرمایا کہ اس مٹی کو باریک پیس کر ان کی وفات کے بعد تمام اعضائے سجدہ پر مل دیا جائے چنانچہ مولانا احمد خان صاحب نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور انگلیوں کے ساتھ تمام مٹی ان کے اعضائے سجدہ پر حسب وصیت لگا دی اس کے بعد آپ نے برتن میں پانی ڈالا اور باقی ماندہ مٹی گھول کر تبرکاً پی لیا۔

شجرہ طریقت سلسلۂ قادریہ:

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سرور کائنات خاصہ و خلاصہ موجودات فخر نبی آدم سید العرب والعجم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

الٰہی بحرمت راز و نیاز امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول الثقلین رضی اللہ عنہا

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ عبداللہ محض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت موسیٰ الجون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ عبداللہ مورث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ موسیٰ ثانی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ داؤد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ محمد مورث شمس الدین رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ یحییٰ زاہد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ ابی عبداللہ الجیلی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر سید محی الدین محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی کریم الطرفین الحسنی الحسینی حضرت ابی محمد عبدالقادر جیلانی جی شیئاً للہ امدونی فی قضاء حاجتی فی سبیل اللہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ عبدالرزاق رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ شرف الدین قتال رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ عبدالوہاب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ بہاؤ الدین رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ عقیل رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ شمس اللہ صحرائی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید گدا رحمٰن رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ فدیل رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ کمال کیتھلی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ سکندر اولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام ربانی و عارف حقانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی سرہندی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت عروۃ الوثقٰی خواجہ محمد معصوم جی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید شاہ حجت اللہ ثانی محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت قطب الاولیاء سید قطب الدین محمد اشرف حضرت حیدر حسین رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید سادات منبع الفیوضات غوث المحققین قطب الواصلین حضرت سید عطاء اللہ المشہور سید محمد روشن پشاوری رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ المشائخ زبدہ اہل جو رقدوہ اہل شہور حضرت شیخ محمود صاحب جی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث زمان قطب دوراں محبوب بارگاہ حمد جناب حضرت میاں غلام محمد صاحب جی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہم اداللہ فیضہٗ مداللہ ظلہ علی رؤس المریدین والمحبین آمین استجب یارب العالمین محبوب العالمین

وصال: آپ کا وصال یکم رجب المرجب 1324ھ کو بمطابق 21/08/1906ء ہوا۔ آپ کا مزار خانقاہ نور محمد گنجیرہ علیہ الرحمہ کے قبرستان میں غربی جانب ہے۔ جمعرات کے دن اور محرم الحرام کے ابتدائی دس دنوں میں زیارت کے لئے یہ مزارات کھول دیئے جاتے ہیں ورنہ حساس اور اہم علاقہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ عام دنوں میں داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔

عرس: آپ کا عرس ہر سال 4 رجب المرجب کو منایا جاتا ہے

اولاد: آپ کا صرف ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام الٰہی بخش تھا۔ آج کل آپ کی اولاد میں سے حضرت پیر محمد مختار صاحب سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے کمال شفقت سے بہت سی اہم معلومات مہیا فرمائیں۔

خلفاء:

۱۔ میاں امیر علی (چاہ میانہ)
۲۔ میاں اکبر علی (چاہ میانہ)
۳۔ سید امیر بادشاہ پشاوری (موسیٰ خیل)
۴۔ میاں سید امیر (چکی شیخ جی)
۵۔ غلام محی الدین شاہ (لاہور)
۶۔ فتح محمد شاہ کاظمی (دلے والی)
۷۔ مولانا علی محمد شاہ (دلے والی)

حوالہ:

(۱) تحفہ سعدیہ (۲) فتح مبین
(۳) غوث محمد جوئیہ SST گورنمنٹ ہائی سکول پھاتھی جوئیانوالی میانوالی
(۴) گفتگو حافظ محمد صدیق صاحب عربی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول علو والی (ضلع میانوالی)

حضرت میاں غوث علی جانڈلو فقیر علیہ الرحمہ (ڈنگ کھولہ):

بھکھرا شریف کی مردم خیز زمین کو بے شمار اولیائے کرام نے اپنی خصوصی عنایات سے نوازا۔ جن میں حضرت میاں غوث علی قریشی ہاشمی بھی تھے۔ آپ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ پروا سے تشریف لائے اور دریائے سندھ کے کنارے بکھوا شریف میں قیام پسند فرمایا۔ یہاں کی غیر مسلم اقوام کو دین اسلام کی دعوت دی اور پہلے سے موجود مسلمانوں کو دینی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کی یہاں آمد انیسویں صدی کے وسط میں اندازا کی جاسکتی ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید احمد تھا۔ آپ بھی بکھوا شریف تشریف لائے تھے۔ لیکن وفات کے بعد آپ کو اپنے پرانے مسکن پروا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان لے جایا گیا اور آپ کا مزار وہاں بنایا گیا۔ آپ کی اولاد میں حضرت میاں نور حسین علیہ الرحمہ اور حضرت میاں نور کمال ہوئے۔

مزار: آپ کا مزار میاں نور محمد کھنجیرہ (علیہ الرحمہ) کے مزار کے غربی جانب ایک حویلی کے اندر ہے۔

جانڈلو کہلانے کی وجہ: آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت سلطان محمود المعروف قتال علیہ الرحمہ ہو گزرے ہیں۔ جن کا مزار ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہے۔ آپ کی کرامت یہ تھی کہ آپ نے جنڈ کے درخت پر سوار ہو کر اسے چلنے کا حکم دیا تھا۔ اس کرامت کی وجہ سے اور جنڈ کے درخت کی نسبت سے آپ جانڈلو کہلائے اور آپ کی اولاد کا بھی یہی لقب ہے جو آج کل سعید آباد اور کندیاں میں مقیم ہیں۔ جن میں کئی اولیائے کرام اور علمائے کرام ہو گزرے ہیں۔ (حضرت میاں نور حسین علیہ الرحمہ کا تذکرہ الگ موجود ہے)

حضرت میاں غوث علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (دلے والی شریف):

دلے والی شریف کے سادات کاظمی میں بے شمار اولیاء کرام ہوگزرے ہیں۔ حضرت میاں غوث علی ولد میاں نور حسین بھی بہت بلند پایہ بزرگ ہوگزرے ہیں۔ آپ کے والد محترم میاں نور حسین اور دادا محمد حفیظ کا شمار بھی اللہ کے بڑے برگزیدہ بندوں میں کیا جاتا ہے۔

خاندانی حوالوں سے مولانا عطا محمد صاحب اپنی کتاب 'تذکرہ دوست محمد خیل' میں فرماتے ہیں "محمد حفیظ کے میاں نور حسین ہوئے ان دونوں باپ بیٹے کی طرف ایک کرامت کا انتساب ہے کہ نور حسین لڑکپن میں تھے اور گھر سے دور پڑھائی کے لئے گئے ہوئے تھے گھر میں کسی تہوار پر سویاں پکیں۔ نور حسین کی والدہ محترمہ نے عرض کیا کہ اگر نور حسین گھر میں ہوتا تو ہمارے ساتھ سویاں کھاتا۔ محمد حفیظ صاحب نے فرمایا کہ اچھا نور حسین کو بلاتے ہیں چنانچہ شہر سے باہر نکل کر نور حسین کو آواز دی کہ گھر آجاؤ۔ نور حسین نے استاد سے اجازت طلب کی۔ استاد صاحب بھی صاحب کشف و کرامت تھے کہ ہاں بھئی! تمہارے باپ کی آواز کو میں نے بھی سنا ہے۔ چنانچہ میاں نور حسین گھر پہنچ گئے اور ان کی ماں کا تقاضا پورا ہوا" اور ایسے امور اللہ والوں کے لئے کوئی بعید نہیں۔ قرآن مجید میں آصف برخیا کا قصہ تخت بلقیس کو طرفۃ العین میں لے آنے کا موجود ہے۔

آپ کی سخاوت و مہمان نوازی: آپ بہت زیادہ مالدار تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ بے حد سخی بھی تھے۔ آپ کے در سے مانگنے والا خالی ہاتھ نہ جاتا۔ آپ نے بھینسیں پال رکھی تھیں اور اذن عام تھا کہ جس کو دودھ ضرورت ہو خود نکال کر لے جائے۔

عالم خان نمبردار تری خیل بیان کرتے ہیں کہ میاں غوث علی شاہ جب تری خیل میں رہتے تھے تو میری والدہ از روئے عقیدت صبح سویرے تازہ روٹی پکا کر مکھن اور لسی کے ہمراہ کر کے میری بہن کے ہاتھ میاں صاحب کو بھجوا دیتیں۔ ایک منگتے کو اس امر کا پتہ چل گیا اس نے سوال داغ دیا۔ میاں صاحب نے وہ مکھن، روٹی اور لسی اسے اٹھا کر دے دی چنانچہ اس نے معمول بنا لیا اسی وقت آتا اور یہ کھانا اڑا کر لے جاتا۔ ایک دفعہ میری بہن نے کھانا لے جانے سے انکار کر دیا۔ ماں نے پوچھا تو کیوں نہیں لے جاتی؟ بہن نے سارا واقعہ سنایا کہ میاں صاحب خود کھاتے تو ہیں نہیں ایک گداگر کو اٹھا کر دے دیتے ہیں۔

میاں صاحب کی مہمان نوازی کا بھی شہرہ تھا کہ وہ اپنی روٹی رات کو اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کہ مہمان کے آنے کا وقت ٹل نہ جاتا تھا۔

آپ عنفوان شباب میں بڑے مشہور شاہسوار تھے جب آپ عبادت و ریاضت کی طرف مائل ہوئے تو اس میں بھی بزرگی و کمال حاصل کیا۔

بیعت: پہلے آپ سادات نوری حضوری ڈگر ضلع لیہ والوں کے مرید تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے میاں ملوک علی اور میاں معظم علی سیال شریف پڑھتے تھے اور پھر شہباز طریقت حضرت خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمہ کے مرید ہوئے اور ان کی نگاہ لطف کے یوں شکار ہوئے کہ وہیں کے ہو رہے اور آپ کی خدمت میں ساری زندگی

گزار دی۔ دونوں بھائی جب گھر آتے تو والد محترم میاں غوث علی شاہ صاحب آپ سے مذاق فرماتے کہ میرے بیٹے جٹوں کے مرید ہیں اور میں سادات کا مرید ہوں۔ چنانچہ دونوں بیٹے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں شکایت لے کر پہنچے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے والد محترم ہمیں یوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کسی دن اپنے والد محترم کو لے آؤ۔ ایک دن میاں غوث علی شاہ بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ سیال شریف حاضر ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ صاحب نے نگاہ اٹھا کر میاں صاحب کو دیکھا تو یہ بے خود ہو کر آپ سے بیعت کے لئے التجا کرنے لگے اور بیعت ہو کر واپس آئے۔ واپسی پر سادات نوری حضوری ڈگر والوں نے بلا بھیجا حاضر ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ کیا عورت دو نکاح کر سکتی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا! تم نے سیال شریف بیعت کیوں کی ہے؟ عرض گزار ہوئے حضور میں مجبور ہو گیا تھا فرمایا کہ اچھا تو اب تمہارے اوپر سلسلہ ولایت ختم، اب تمہاری اولاد میں کوئی ولی پیدا نہ ہوگا۔

میاں غوث علی شاہ صاحب از حد ذکر و درود کرنے والے تھے لوگ بتاتے ہیں کہ آپ کا سینہ ذکر سے پھڑکتا تھا اور آپ کے سینے سے سینہ نہیں ملایا جا سکتا تھا۔

اولاد: آپ کے چھ بیٹے ہوئے معظم علی، ملوک علی، مراد علی، میاں عبداللہ، قمر الدین اور غلام محمد۔ افسوس کہ باپ کے مقام کو کوئی نہیں پا سکا۔ البتہ ملوک علی صاحب نے بہت عرصہ سیال شریف رہ کر اپنے پیر و مرشد کی خوب خدمت کی۔ کتاب انوار شمسیہ کی بیشتر روایات آپ ہی کے حوالے سے تحریر کی گئی ہیں۔ ان کا وصال 1921ء کے لگ بھگ ہوا اور درویشوں کے قبرستان سیال شریف میں دفن ہوئے۔

روضہ مبارک: آپ کا مزار دلے والی شریف کے قبرستان میں ہے جس پر خوبصورت روضہ آپ کے پوتے جناب عبدالغفار شاہ صاحب نے تعمیر کرایا ہے۔

سلطان الکاملین برہان الواصلین پیر طریقت حضرت سید غلام نصیر الدین شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (خواجہ آباد شریف):

میانوالی کی صاحب کمال ہستیوں میں پیر سید غلام نصیر الدین شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام بڑے ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ حضرت دادا دوست محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے سادات کاظمی کا یہ چشم و چراغ اللہ کے ایک برگزیدہ بندے حضرت پیر بخش شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیال شریف کے ہاں 1890ء میں پیدا ہوئے آپ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت: حسب دستور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو اپنے خاندان کے ایک عالم حضرت علامہ مولانا علی محمد شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا آپ نے ان سے اکتساب علم کیا پھر مختلف کتابوں کی تعلیم بنوں اور بھیرہ شریف سے حاصل کی۔ انتہائی کتب جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں پڑھیں۔

[illegible]ریف کی حاضری: ایک دن شمس الاولیاء سراج السالکین [illegible] صاحب ثانی غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بارادہ زیارت [illegible]ر ہوئے۔ آپ کو حضرت موصوف سے بے حد محبت تھی کیونکہ آپ کے والد صاحب حضرت خواجہ شمس العارفین غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ نشینوں، خوشہ چینوں اور اعظم خلفاء میں سے تھے تو حضرت ثانی غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

نے دریافت فرمایا کہ شاہ صاحب کون سی کتابیں پڑھتے ہو تو جواباً عرض کیا اور آپ کو اپنے اسباق سے مطلع کیا پھر حضرت ثانی غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب اب آپ نے علم ظاہری کافی حاصل کر لیا اب میدان عبادت و ریاضت میں آیئے وہاں سے واپس ہو کر آپ گھر تشریف لے آئے اور آپ نے اپنے والد ماجد کو حضرت ثانی غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے اس سے بڑھ کر اور کون سی سعادت ہو گی چنانچہ آپ عبادت و ریاضت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

عبادت و ریاضت: آپ نے اپنے پیرومرشد کے حکم کے مطابق عبادت و ریاضت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اللہ والوں کے ذکر کے لئے پہاڑوں کی غاریں اور جنگل ہمیشہ سے پسندیدہ مقامات ہوئے ہیں۔ آپ نے بھی ملاخیل کے پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔ آپ کے والد محترم نے بھی انہی ملاخیل کے پہاڑوں میں چلہ کشی کی تھی۔ وہاں پر واقع حضرت خاصہ بابا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر آپ اکثر حاضر ہوتے اور پہاڑوں اور وادیوں میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ آپ نے اپنے دادا جان حضرت دوست محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار واقع ڈلے والی پر بھی چلہ کشی اختیار کی۔ اس کے بعد اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

بیعت و خلافت: حضرت پیر بخش شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں صاحبزادوں حضرت غلام فرید شاہ کاظمی اور حضرت غلام نصیر الدین شاہ کاظمی صاحب کی بیعت امام العارفاں خواجہ خواجگان محمد الدین ثانی لاثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھی اور آپ ہی کی طرف سے دونوں بھائیوں کو خلافت بھی عطا فرمائی گئی تھی۔ (حوالہ

ماہنامہ ضیائے حرم اشرف الاولیا نمبر ستمبر ۲۰۰۶)

خلافت شیخ: آپ بہت طاقتور اور خوبصورت سراپا کے مالک تھے لیکن جب بھی سیال شریف جانا ہوتا تھا تو اپنی سیادت کو ایک طرف رکھتے ہوئے جہاں بھی لنگر کا کام ہو رہا ہوتا تھا آپ بلا تاخیر اس کام میں شریک ہو جاتے تھے اور لنگر کے کسی کام کو کرنے میں عار محسوس نہ کرتے۔ آپ اپنی طاقت کو خدمتِ شیخ میں صرف کرتے تھے آپ کی طاقت کے اس مظاہرے کے متعلق تفریح الروائح میں لکھا ہے۔

ضیاء الملتہ والدین قبلہ سیدی خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب کے ساتھ آپ ایک سیال کی شادی پر گئے۔ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نیزہ بازی کی سانگ چاندی کی تھی جو آپ کو بطور تحفہ ملی تھی۔ بوقت نیزہ بازی حضرت خواجہ غریب نواز الحاج غلام نصیر الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھوڑا دوڑا لیا۔ اس اثناء میں جبکہ خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سانگ جو ایک طرف کھڑی تھی آپ کا دشمن سیال لے کر روانہ ہو گیا۔ وہ بھی اسپ سوار تھا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو للکارا کہ میں سانگ لے جا رہا ہوں پھر یہ نہ کہنا کہ سیال چھپا کر لے گیا ہے۔ اتنے میں حضرت قبلہ خواجہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آ پہنچے آپ نے اس کے عقب میں گھوڑا دوڑا لیا وہاں جا کر ایک زوردار نعرہ لگایا وہ مبہوت ہو گیا اور آپ نے اس سے سانگ چھین لی اور واپس اپنے پیرومرشد کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت ثالث غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوشی میں آ کر فرمایا کہ اگر انسان سیالوں کی شادی پر جائے تو شاہ صاحب بھی ضرور ساتھ ہوں۔

بپھرے ہوئے دریائے سندھ سے ڈوبتے کو

نکال لانے: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کا عالم شباب تھا اور آپ کی عمر مبارک تقریباً 18 سال کی تھی عصر کا وقت تھا آپ خواجہ آباد شریف کہنہ میں تھے اور کافی نوجوان دریا کے دلچسپ نظارے دیکھ رہے تھے ساون کا مہینہ تھا اور دریائے سندھ اپنی شباب میں مستی سے گونجیں گرجیں نکال رہا تھا ایک ایک لہر دو گز کی بڑھ رہی تھی حتیٰ کہ سخت خوف کا مقام تھا دن غروب ہونے لگا تھا اور اتنے میں دریائے سندھ سے آواز آئی کہ خدا کے نام پر کوئی جان دے اور مجھے دریا سے نکالے۔ وقت بڑا خطرناک تھا اور دریا کی حالت پریشان کن تھی۔ نوجوانوں میں تو تو میں میں ہونے لگی کسی نے بھی ہمت نہ کی۔ اس مرد قلندر نے جو آواز سنی تو آپ نے اپنے برادر اکبر حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی کو تیاری کے لئے کہا تمام ساتھیوں نے بہتیرا منع کیا لیکن اس مرد سراپا محو عشق ربانی نے ایک نہ سنی اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اللہ کا نام لے کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ تھوڑی دور گئے تو ایک مگر مچھ جو بہت لمبا چوڑا تھا سامنے آ گیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک طرف ہو گیا سورج غروب ہو گیا رات کی تاریکی چھانے لگی ستارے ٹمٹمانے لگے اور وہ آدمی نظروں سے غائب ہونے لگا صرف آواز سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر بعد شیر الٰہی بھی جا پہنچے کنارے سے بہت دور آ چکے تھے اس آدمی کو پکڑ کر ساتھ لیا اور پھر واپس ہوئے گردابوں سے نکلتے ہوئے اور مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے کنارے پر پہنچے۔ آدمی کو باہر نکالا اور اوندھا ڈالا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ صحیح سلامت رہا اور اس کی جان بچ گئی۔

انسانی ہمدردی کی انتہا: آپ صرف عابد و زاہد ہی نہیں بلکہ انسانی ہمدردی کے جذبے سے سرشار تھے۔ آپ میں انسانیت سے محبت کوٹ کوٹ کر

بھری ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کمر مشانی میں مقیم تھے کمر مشانی شہر کے ساتھ ہی دریائے سندھ بہتا تھا۔ وہاں کی دو بچیاں پانی میں ڈوب گئیں لوگوں نے تلاش شروع کر دی مگر ان کی لاشیں دستیاب نہیں ہو رہی تھیں آپ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ فلاں جگہ پر دو بچیاں پانی میں ڈوب گئی ہیں اور ان کی لاشیں کوشش کے باوجود نہیں مل رہی ہیں آپ نے سب حاضرین کو کہا کہ چلو ہم بھی چلتے ہیں چنانچہ آپ خود موقع پر پہنچ گئے اور جاتے ہی آپ نے چادر باندھی اور دریا میں اتر کر غوطہ خوری شروع کر دی اور کچھ دیر کے اندر ہی دونوں بچیوں کو تلاش کر کے باہر نکال کر لے آئے تمام لوگ حیران رہ گئے واقعی اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے والے ایسے پیر آج کہاں ملتے ہیں۔

حضرت پیر فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے تاثرات: تفریح الروائح میں حضرت علامہ مولانا ابوالسعید محمد حسین چشتی کمالوی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ایک دعوت پر علاقہ عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پھر بھور شریف تشریف لے گئے جناب برہان شریعت و طریقت حضرت خواجہ قبلہ میاں فتح محمد صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت بھور شریف نے آپ کی بڑی عزت کی اور آپ کو رخصت کرتے وقت ایک میل شہر سے باہر آئے اور جب تک آپ نظر آتے رہے آپ کھڑے رہے پھر آپ گھر تشریف لے گئے تو درویشوں اور مریدین نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہمیں اس راز سے مطلع فرمائیں کہ آپ نے خواجہ صاحب خواجہ آباد شریف کی اتنی عزت کیوں کی آپ نے انکار کیا مگر بار بار پوچھنے پر مجبور ہو گئے اور فرمایا کہ حضرت صاحب ہمیں روزانہ صبح کی نماز مدینہ شریف میں پڑھاتے ہیں ایک تو ہمارے باطنی امام ہیں

دوسرا آپ غوث زمان ہیں لہذا ان کی تعظیم ہم کو واجب ہے۔

کشف و کرامات: تفریح الروائح میں حضرت علامہ مولانا ابوالسعید محمد حسین چشتی کمالوی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے چوروں ڈاکوؤں کو یہ جرات نہ تھی کہ آپ کے علاقہ میں چوری کر سکیں بلکہ آپ کے حسن اخلاق سے انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس برے کام سے توبہ کر لی اور آپ کے مریدین میں شامل ہو کر نیکی کے کاموں میں مشغول ہو گئے خود انہی چوروں کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابھی میں عقیدت مندوں میں شامل نہیں تھا میں اور میرے چند ساتھی خواجہ آباد شریف میں چوری کی نیت سے رات کو آئے ہم کوئی سامان اٹھا کر چلتے تو ہماری بینائی بالکل ختم ہو جاتی اگر سامان رکھ دیتے تو پھر بحال ہو جاتی اسی طرح ہم کو صبح ہو گئی اور ہم سمجھ نہ سکے آخر صبح کا وقت ہو گیا۔ آپ نے کسی درویش سے فرمایا کہ فلاں جگہ کوئی آدمی پھر رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا کہ اب مصیبت آ گئی کہ ان کو معلوم ہو گیا اور اب ہماری خیر نہیں آخر وقت فرار ختم ہو چکا تھا مجبوراً قبلہ و کعبہ حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا آپ نے فرمایا کہ ایسی جگہ چوری کرنی مشکل ہوتی ہے۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہہ دیجئے ان شاء اللہ پوری کروں گا۔ ہم درویش لوگ ہیں تم یہاں کیا چوری کرو گے۔ آپ نے ہمیں وقت کے مطابق کھلایا پلایا۔ ہم سخت خجل اور شرمندہ اور روسیاہ تھے اور ہم آپ کے سامنے آنے کی تاب نہ لا سکتے تھے کہ آپ کو تو رات کا تمام قصہ معلوم ہو چکا ہے۔ ہم نے آپ کی کرامت دیکھ کر آپ کی بیعت اختیار کر لی اس دن سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایسے کاموں سے مولا کریم نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔

پاگل کتے کے کاٹے کا دم: آپ بالخصوص پاگل کتے کے کاٹے کا دم فرمایا کرتے تھے اور باذن اللہ مریض شفا پاتے تھے۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں باؤلے کتے کے کاٹے کے دم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

کشف سے اپنے مرید کے دل کا حال جان لیا: آپ کی سوانح حیات تفریح الروائح میں عبدالرحمن عرف بنوچہ خان بیان کرتے ہیں کہ آپ مغل خیل ضلع بنوں میں تشریف لائے وہاں آپ نے چند روز قیام فرمایا مجھے اپنے گھر میں پتہ چل گیا کہ حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مغل خیل آئے ہوئے ہیں تو میں بھی گھر سے روانہ ہوا کہ جا کر زیارت سے مشرف ہوں اور ادھر حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکمل تیاری فرما کر مغل خیل سے جب باہر گئے تو فرمانے لگے کہ آج میں یہاں رہوں گا۔ ایک عطر کی شیشی بطور ہدیہ پیش کرنے کے لئے میرے پاس تھی اور واللہ باللہ میرے دل میں یہ بات تھی کہ قبلہ حضرت غریب نواز بے بسوں کے بس اور بے کسوں کے کس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غسل فرما چکے ہوں اور میں پہنچ جاؤں اور یہ عطر پیش کروں اور آپ اپنی ریش مبارک پر لگائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ تھوڑی دیر بعد حضور قبلہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آرام گاہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ غسل فرما کر دھوپ میں تشریف فرما ہیں کیونکہ سردیوں کا موسم تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ جلدی آؤ بنوچہ خان کہاں ہے عطر کی شیشی تا کہ میں سر اور ریش پر لگاؤں کافی دیر سے منتظر ہوں تمام لوگ حیران ہو گئے اور کہا کہ بنوچہ خان حضور قبلہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج تیاری کر کے گاؤں سے باہر نکلے اور پھر واپس تشریف لے آئے ہمیں معلوم نہیں ہو سکا آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے۔ حالانکہ جانے میں کوئی امر

مانع نہیں تھا صرف یہی بات ہو سکتی ہے کہ حضور کو باطنی طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ تم آنے والے ہو اور وہ تمہارا انتظار کر رہے تھے۔

﴿☆﴾ یہی عبدالرحمن المعروف بنوچہ خان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ گھر میں تھا اور مجھے خیال آیا کہ اس مرتبہ شہد چھتے سمیت خواجہ آباد شریف لے جاؤں اور حضور غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہدیہ پیش کروں تو میں گھر سے شہد تلاش کرنے کی نیت سے نکلا کچھ دور ہی گیا تھا کہ جھاڑی نظر آئی میں اس کے قریب گیا تو ایک بہترین مکھیوں کا چھتہ نظر آیا شہد کو دیکھتے ہی جان میں جان آئی کہ میرے دل کی مراد پوری ہونے والی ہے اسی طرح کاٹ لیا اور گھر واپس آیا دوسرے دن میں نے آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف کی تیاری کی۔ موٹریں وغیرہ نہ تھیں لہذا پیدل روانہ ہوا۔ خیال یہ تھا کہ اگر قبلہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس سے دو تین انگل شہد تناول فرمائیں تو کیا ہی اچھا ہو گا۔ جس دن گھر سے روانہ ہوا اسی دن سے دوسرے دن حضور غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے درویشوں سے فرمایا کہ آج مجھے کھانسی آ رہی ہے اگر مولا کریم خالص شہد چھتے سمیت بھیجے تو کیا ہی اچھا ہوتا میں اس سے دو انگل شہد کھا لوں تو اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کھانسی کی شکایت رفع ہو جائے گی آخر سفر طے کرنے کے بعد میں بھی حاضر خدمت ہوا اور قدم بوسی کے بعد شہد پیش کی آپ نے اسی طرح دو انگلیاں تناول فرمایا اور فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میری کھانسی اب ٹھیک ہو جائے گی۔ درویش حیران ہو گئے اور ان ہی پیر بھائیوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے آنے سے پہلے قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آج مجھے کھانسی آ رہی ہے اگر مولا کریم خالص شہد چھتے سمیت بھیجے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور میں اس سے دو انگل شہد کھا لوں تو

اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کھانسی کی شکایت رفع ہو جائے گی۔ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تم بعینہٖ شہد چھتے سمیت لائے۔

حج بیت اللہ کی سعادت: حاجی مرید احمد چشتی اپنی کتاب فوز المقال فی خلفائے پیر سیال جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ثالث غریب نواز سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو بہت سی نیک ہستیاں آپ کے ہمراہ تھیں دوران سفر سمندر میں شدید طوفان آ گیا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے حضرت ثالث غریب نواز سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ سید غلام نصیر الدین شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خواجہ آباد شریف کو فرمایا کہ حزب البحر کا وظیفہ تلاوت کریں۔ آپ عرشے پر تشریف لے گئے اور وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا جونہی آپ نے وظیفہ مکمل کیا طوفان ختم ہو گیا اور تمام لوگوں کی جان میں جان آ گئی۔

آپ کے ذکر جہر سے بحری جہاز ایک سمت میں جھک گیا: اسی سفر کے دوران تمام حضرات اکٹھے بیٹھے تھے کہ حضور ثانی غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے کہ شاہ صاحب آپ کا ذکر جہر بڑا مشہور ہے آج ذکر جہر کر کے دکھائیں۔ آپ نے **الامر فوق الادب** کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کی تیاری فرمائی جب **لا الٰہ** فرمایا تو جہاز ایک سمت کو جھک گیا تمام عازمین حج نے شور مچایا اور اکثر عورتیں بچے رونے لگے اور جب آپ نے **الا اللہ** فرمایا تو جہاز سیدھا ہو گیا۔ اسی طرح حضور مرشدی وسیدی حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا واہ شاہ صاحب واہ! مشہوری سنتے تھے آج کے ذکر کا لطف ہی الگ تھا۔

گستاخ اولیا کو سزا مل گئی: حافظ محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت پیر غلام نصیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ بھی تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں حج پر جانے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔ زادراہ کے لئے گھر میں رقم اکٹھی کر رکھی تھی۔ ان دنوں محمد عظیم نامی مفرور نے ہر طرف ظلم و بربریت پھیلا رکھی تھی اس کو معلوم ہو گیا اور اس نے میرے گھر ڈاکہ ڈال کر تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ میں دل میں حرمین شریفین کی زیارت کا ارمان لئے بیٹھا تھا گویا اس نے میرے دل کو ہر حسرت کو جلا کر راکھ کر دیا۔ ایسے میں ہمارا غمگسار ہمارا پیر و مرشد ہی تھا۔ دکھی دل کی فریاد لے کر آپ کی خدمت میں جا حاضر ہوا اور رو رو کر داستان سنائی تو حضرت صاحب سخت طیش میں آگئے اور غصے میں آگ بگولہ ہو کر بولے حافظ صاحب صبر کرو جس طرح اس نے تمہارا دل جلایا ہے اللہ تعالیٰ اس کا تمام گھر جلائے گا۔ میں اسی دن گھر واپس آ گیا اور دوسرے دن ہی پولیس نے بھاری اسلحہ کے ساتھ محمد عظیم ڈاکو کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ وہ مقابلے سے فرار ہو گیا اور پولیس کی بے تحاشہ فائرنگ کی وجہ سے اس کے گھر کو آگ لگ گئی۔ اس کے بعد پولیس نے لوگوں کی عام اجازت دے دی کہ گھر کے اندر جو کچھ ہے جو بھی اٹھائے گا اسی کا ہوگا۔ چنانچہ لوگ اس کے گھر پر ٹوٹ پڑے اور پل بھر کے اندر گھر کا سارا مال و اسباب غلہ وغیرہ لوگ اٹھا کر لے گئے اور وہی گھر جو کبھی غرور و کبر کا مظہر تھا چند منٹوں میں کھنڈر میں تبدیل ہو گیا اس کے بعد بھی اس ڈاکو کو کئی سزائیں ملیں اور جیسا حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا وہی ہو کر رہا اس کو اللہ کے ولی کی بددعا نے کہیں کا نہ چھوڑا اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

وصال مبارک: آپ کی طبیعت مبارک کچھ علیل ہوئی پھر تقریباً معمول پر آ گئی۔ آپ کے بھتیجے الحاج حضرت غلام کمال الدین شاہ کاظمی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کو کسی کام کے سلسلہ میں بنوں جانا تھا آپ جانے لگے تو قبلہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب نہ جاؤ کچھ دن بعد جانا۔ پھر حضرت خواجہ غلام نظام الدین سے فرمایا کہ تم نے مکان بنوانا ہے لہذا کچھ کچی اینٹیں اور لکڑی کے پھٹے دروازوں کے لئے نکلوا لاؤ اور مکان بنوانا شروع کر دو۔ آہ! یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ اینٹیں اور پھٹے آپ مکان کے لئے منگوا رہے ہیں یا اپنی آرام گاہ کے لئے۔ دوسرے دن آپ کی طبیعت مبارک زیادہ علیل ہو گئی اور اسی علالت میں ہفتہ عشرہ گزر گیا۔ آخر ایک دن آپ کو آرام آ گیا سب مطمئن ہو گئے کہ اب آپ بفضلہ تعالیٰ ٹھیک ہو گئے۔ آپ نے بوقت عصر تمام نواسوں، نواسیوں اور خاندان کو بلایا اور بہت زیادہ پیار کیا اور تمام پر رقم تقسیم کی اور ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ تمام کو گلے لگانا اور ملنا شاید آخری بار ہے آپ کی طبیعت عشاء تک بالکل صحیح رہی عشاء کے وقت آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کیا تاریخ ہے تمام نے عرض کیا حضور یکم رجب المرجب ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا پھر تو تاریخیں مل گئیں آپ کے پیر طریقت حضور خواجہ ثانی غریب نواز آستانہ عالیہ سیال شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس دار فانی سے دار بقا کو یکم رجب المرجب کو انتقال فرمایا تھا آپ کا عرس سیال شریف میں یکم رجب المرجب کو ہوتا ہے رات کو پونے دس بجے آپ نے بھی اس دار فانی سے انتقال فرمایا اور واصل الٰہی ہو گئے آپ کا انتقال پر ملال یکم رجب 1375ھ بمطابق 1955ء ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

تذکرہ دوست محمد خیلاں میں آپ کا ذکر خیر:
حکیم عطا محمد کاظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حاجی الحرمین خواجہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب بے حد ریاض اور صاحب مجاہدہ تھے چلہ کشی میں ضرب المثل تھے اور خوش خلق

ایسے کہ بیگانہ بھی ملے تو یگانہ ہو جائے ان کے عہد میں دربار کو بے حد ترقی ملی۔آپ کے مریدین کا سلسلہ چھن چھناتے چشموں اور خم کھاتی وادیوں کی شفاف سرزمین پشاور سے لے کر ترش و تلخ سمندر کراچی تک، دہشت کے وطن وزیرستان سے لے کر علم کے مرکز لاہور تک پھیلا ہوا ہے۔

اولاد: آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔آپ کے دو بھتیجے آپ کے بھائی خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ کے فرزند غلام نظام الدین اور غلام کمال الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم نے ان کا سجادہ خوب سنبھالا۔اپنے والد اور عم بزرگوار کی طرح اپنے پیر شیخ الاسلام مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمہ سے دستار خلافت حاصل کی۔

خلفاء: آپ کے مشہور و معروف خلفاء میں حضرت مولانا مرید حسین شاہ ساکن پپاتھی میانوالی، مولانا غلام نبی بنوں اور حافظ میاں محمد عثمان باہی موسیٰ خیل شامل ہیں۔

مزار شریف: آپ کا مزار شریف خواجہ آباد شریف میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں ہے۔حضرت غلام کمال الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بہت خوبصورت روضہ بنوایا ہے جو کہ سنگ مرمر سے مزین ہے اور دور سے دیکھنے پر ایک بہار کا منظر سامنے دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تفریح الروائح

۲۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال

۳۔ تذکرہ دوست محمد خیلاں

۴۔ انٹرویو علامہ طارق حسین شاہ کاظمی دلے والی۔

حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ (خواجہ آباد شریف) خلیفہ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمہ:

غوث زمان حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی صاحب کے بھائی اور خواجہ محمد پیر بخش شاہ کاظمی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند 1885ء میں خواجہ آباد شریف میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی لیکن صوفیانہ اور قلندرانہ مزاج کے باعث تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔آپ پیدائشی ولی تھے اور بچپن سے ہی شہرت پا چکے تھے۔ اشرف الاولیاء حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کرتے رہے اور وہیں سے دستار خلافت بھی حاصل فرمائی۔آپ اپنے شیخ سے بے حد محبت کرتے تھے اور ان کی خدمت میں رہ کر لنگر شریف کے تمام کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد حسن و جمال عطا کیا تھا اور ساتھ ہی آپ بے حد طاقتور بھی تھے۔آپ کے متعلق مشہور تھا کہ آپ اونٹ کو مع اس کے وزن کے اٹھا لیتے تھے۔آپ بہت مختصر عرصہ میں ولایت کا آفتاب بن کر چکے لیکن بہت تھوڑی عمر پائی اور تقریباً 40 سال کی عمر میں اپنے مریدین اور معتقدین کو روتا ہوا چھوڑ کر راہِ عدم کے مسافر ہوئے۔آپ نے 1924ء میں وصال فرمایا۔آپ کا مزار خواجہ آباد شریف میں اپنے والد محترم کے ساتھ موجود ہے۔

جہاں سے گیا سوئے خلد بریں

غلام فرید اختر اہل دیں

زہے تاج مجلس غلام فرید

کہو سال رحلت یوں فیض الامین

...............1924...............

اولاد: آپ کے تین صاحبزادے سید غلام نظام الدین شاہ، سید غلام کمال الدین شاہ اور سید محمد حسن شاہ ہوئے۔

حوالہ جات:

۱۔ ضیائے حرم مضمون حاجی مرید احمد چشتی

۲۔ تذکرہ دوست محمد خیلاں

حضرت علامہ مولانا پیر فتح محمد بھوروی نقشبندی :

حضرت علامہ مولانا پیر فتح محمد بھوروی نقشبندی بہت بڑے عالم دین صاحب کرامت ولی اللہ ہوگزرے ہیں جن کی ولادت تقریباً 1828ء میں بھور شریف (تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی) میں ہوئی۔

بھور شریف: عیسیٰ خیل سے ایک سڑک بھور شریف کو جاتی ہے اور فاصلہ تقریباً 3 کلومیٹر ہے۔ پیدل بھی جایا جاسکتا ہے اور کرایہ پر رکشہ وغیرہ بھی مل جاتا ہے۔

آباؤاجداد: آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد گرامی حضرت میاں جنگ باز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک انتہائی نیک صفت، عبادت گزار اور درویش تھے اور آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) سلسلہ قادریہ میں مجاز تھے۔ آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا خاندان ڈیرہ اسماعیل خان سے ہجرت کر کے بھور شریف آیا اور یہاں اس علاقے کا نصیب چمک اٹھا اور آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے کی یہاں پر پیدائش ہوئی جس کی ضیاء پاشیوں نے دور دور تک علاقے کو روشن کردیا۔

تعلیم و تربیت: آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد صاحب نے آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ابتدائی تعلیم کے لئے آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کو عیسیٰ خیل بھیجا۔ یہاں پر آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اردو کی تعلیم پائی۔ پھر اس زمانے میں علم دین کے سلسلہ میں عیسیٰ خیل کے قاضی نور کمال ہاشمی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا شہرہ تھا۔ دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

آپ کا الگ تذکرہ موجود ہے۔

فقیر گل محمد ہاشمی کے مزار پر حاضری: آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت گل محمد ہاشمی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزار شریف پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔اس دوران آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کہ عامل تھا اور جنات اس کے قبضے میں تھے۔چنانچہ آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس سے یہ عمل پوچھا اور جنات کو قابو کرنے میں کامیابی حاصل کی۔اس کے ساتھ آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے کچھ عرصہ دینی علوم کی تدریس بھی کی اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

رہبر طریقت کی تلاش میں: آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کو اس دوران جستجو ہوئی کہ کسی اللہ کے نیک بندے سے رابطہ کر کے بیعت کی جائے۔آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خط و کتابت حضرت غلام فرید (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کوٹ مٹھن شریف سے پہلے ہی چل رہی تھی چنانچہ ایک دن اچانک آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے دوست کے ہمراہ سفر کو نکل پڑے۔آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد محترم کو معلوم ہوا تو وہ بھی آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پیچھے چل پڑے۔چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خان کی ایک مسجد میں دونوں باپ اور بیٹے کی ملاقات ہوگئی آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد محترم نے آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی راہنمائی فرمائی کہ ایک انتہائی نیک بزرگ ہیں ان کی خدمت میں چل کر تمہیں بیعت کراتے ہیں۔چنانچہ آپ ان کی خدمت میں جا پہنچے۔

حضرت غلام محمد قادری بھکڑا شریف والوں کی

خدمت میں: آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) سلسلہ قادریہ کے بلند پایہ بزرگ ہیں۔انتہائی نیک، پارسا اور عبادت
گزار تھے حتی کہ آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کبھی مستحبات کو بھی ترک نہ فرمایا اور اس وقت دور دور تک آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی شہرت تھی۔حضرت فتح محمد بھوروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے والد گرامی کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان کو بیعت نہ فرمایا بلکہ راہنمائی فرمائی کہ آپ حضرت مولانا جان محمد میبل شریف کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔آپ کو وہاں فیض ملنے والا ہے۔قبلہ حضرت غلام محمد صاحب کی راہنمائی میں آپ حضرت مولانا جان محمد میبل شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت جان محمد صاحب کی خدمت میں: حضرت مولانا جان محمد (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا سلسلہ بیعت و خلافت زکوڑی شریف سے منسلک تھا اور اس زمانے میں میبل شریف نزدیک کلور کوٹ ضلع میانوالی کا حصہ تھا۔چنانچہ جب مولانا فتح محمد بھوروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تعارف کے بعد آپ نے حکم ارشاد فرمایا کہ آپ جنات والے شغل کو چھوڑ دیں تو تب آپ کی بیعت کی جائے گی ورنہ نہیں۔چونکہ حضور فتح محمد صاحب بھوروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) آپ کی نگاہوں کے اسیر ہو چکے تھے لہذا آپ نے تمام عملیات کو ترک کر دیا اور قید جنوں کو آزاد کر دیا تب آپ کی بیعت ہو سکی پھر آپ اپنے مرشد کامل کی خدمت میں 14 برس سلوک کی منازل طے کرتے رہے حتی کہ آپ کو خلافت عطا کر دی گئی۔

حضرت محمد حسن لاله صاحب زکوڑی شریف کی خدمت میں: حضرت بھوروی صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے پیر و مرشد کی ہدایت کے تحت ان کے پیر خانہ کی خدمت میں جا پہنچے اور اپنے پیر و مرشد کا رقعہ پیش کیا۔ آپ کی عزت افزائی کی گئی۔ آپ نے رات بسر کی صبح حضرت محمد حسن صاحب نے آپ کو طلب کر کے اپنے والد ماجد فقیر صاحب زکوڑی شریف کے مزار مبارک کے قریب کھڑا کر کے آپ کی دستار بندی کی اور یہ بھی فرمایا کہ رات خواب میں مجھے میرے والد محترم فقیر صاحب نے حکم دیا کہ حضرت فتح محمد بھوروی کی میرے پاس دستار بندی کرو اور ساتھ ہی آپ کو خلق خدا کو معرفت و ہدایت کی تبلیغ کا حکم دیا۔

فیض حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع: حضرت مولانا قبلہ فتح محمد بھوروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس کے علاوہ بھی مختلف جگہوں سے فیض حاصل کیا۔ حضرت مولانا غلام محمد بھکواوالی سرکار (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بھی آپ پر کرم کیا اور آپ کی جھولی میں بہت کچھ ڈالا۔ تاجدار سرہند حضرت مجدد الف ثانی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزار پر حاضری کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مراقب تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) سامنے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ لوگ زائر بن کر آتے ہیں مجاور بن کر نہیں۔ چنانچہ میں نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا اور پورے چالیس دن وہاں مجاور بنا رہا حتیٰ کہ ایک دن حالت مراقبہ میں خود حضرت مجدد (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دولت دیدار بھی عطا فرمائی اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ سائیں توکل شاہ انبالوی سے بھی آپ نے بہت کچھ پایا۔ حصول فیض کے لئے آپ ملا خیل حضرت خاصہ بابا (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)، حضرت شیخ نیکا (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)، مندہ خیل میں میاں

نواب علی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اور کنڈل میں میاں ملوک علی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزارات پر آپ اکثر رات کو تشریف لے جاتے اور وہاں سے فیض حاصل فرماتے تھے۔

حضرت میاں مراد وند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا روحانی فیض: میانوالی شہر کے مشہور بزرگ حضرت میاں سلطان ذکریا (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پوتے میاں مراد وند (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) بہت بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت فتح محمد بھوروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے مرید صوفی جہانگیر خان کے ہمراہ ان کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے اور جب ان سے روحانی فیض حاصل ہو گیا تو فارسی میں یہ شعر ادا فرمائے۔

مراد علی مراد ساکلا نست　　　مراد وند مشہور جانست
نصیب فتح محمد نیک بودہ　　　کہ وقت خوش برقبرش رسیدہ

حضرت فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات: آپ نے 14 سال اپنے چہرے پر نقاب اوڑھے رکھا۔ اس کی وجہ نگاہ کو غیر سے محفوظ رکھنا بھی ہوتا ہے اور کثرت اوراد و وظائف کی وجہ سے چہرے پر جو نور چھا جاتا ہے عام آنکھ اس کے مشاہدے کی تاب نہیں لا سکتی کیونکہ آپ کا صرف ایک وظیفہ ڈیڑھ لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذکر تھا۔

آپ حد درجہ سخی واقع ہوئے تھے جو کچھ تحفے تحائف ان سلے پارچہ جات آتے۔ آپ اپنے قریبی ساتھیوں اور طلباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ کی شہرت چاروں کونوں میں دور دور تک پھیلی اور دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے حالانکہ پہلے پہل بھور شریف چند گھرانوں پر مشتمل تھا لیکن آج اچھا خاصا شہر آباد ہو گیا ہے آپ کے مریدین کی تعداد بلا شبہ ہزاروں میں ہے ہزار ہا لوگ آپ

سے استفادہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے اور دینی و دنیاوی حاجات لے کر آنے والے دعاؤں کی درخواست کرتے اور آپ کسی کو مایوس نہ کرتے تھے۔

معاشرے کی اصلاح: چونکہ آپ رہبر شریعت وطریقت تھے اس لئے لوگوں کو آپ نے سمجھایا کہ جب تک شریعت نہ ہو طریقت نہیں آتی اور جب تک طریقت نہ ہو شریعت کی صحیح سمجھ نہیں آتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت، نسبت اور اتباع کے بغیر حقیقت و معرفت کی منزلیں طے نہیں ہوتیں۔ اسی طرح زندگی کے ہر شعبے میں دین لاگو ہوتا ہے۔ انسانی معاملات اور کاروبار بھی شریعت کے تابع ہوتا ہے چونکہ اُس دور میں ہندو کاروبار پر چھائے ہوئے تھے اور مسلمان ان کے قرضے تلے دبے رہتے تھے اور اکثر مسلمان ہندوؤں سے سود پر قرض لیتے اور پھر ساری زندگی اس بوجھ تلے دبے رہتے۔ آپ نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی اور انہیں کاروبار اور تجارت کے پیشے سے منسلک کیا اور سودی لین دین کی سختی سے مخالفت کی تاکہ مسلمان ترقی کر سکیں۔ اسی طرح قادیانی فتنہ جب بیدار ہوا تو آپ نے اپنے متعلقین کی اس سے آگاہی فرمائی کہ ہمارے نبی محترم آخری نبی ہیں اور حضور تاجدار مدینہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویدار جھوٹا ہے۔

تحریک پاکستان میں حصہ: آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پاکستان بننے کے بعد کشمیر کی جنگ کے دوران فرماتے تھے کاش میں جہاد کشمیر میں حصہ لے سکتا۔ چونکہ ان دنوں آپ کی صحت خراب تھی۔ آپ نے اپنے عقیدتمندوں کی ایک جماعت وہاں بھجوائی اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلائی۔

خدمت خلق: آپ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے اکثر فرمایا کرتے تھے "عارف وہی ہے جو اپنا دل حق تعالیٰ کو دے دیتا ہے اور جسم کو خدمت خلق کے لئے

مختص کر دیتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر خصوصی توجہ فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے

اللہ اللہ کردی رہ ویلی نہ بہہ   خالی بھانڈا بھردی رہ ویلی نہ بہہ

آپ کے متعلقین کے بیان کردہ واقعات و کرامات: (۱) آپ کی سوانح حیات "فتح مبین" میں صاحبزادہ میاں غلام محمد صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خان کے رحیم بخش کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن بھور شریف میں کافی مہمان آ گئے اور ان کے سلانے کا انتظام حضرت صاحب نے میرے سپرد کیا۔ گرمیوں کا موسم تھا میں نے تمام مہمانوں کا انتظام مکمل کر دیا حضرت صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مہمانوں کو چارپائیاں بستر وغیرہ دے دیا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور تمام انتظام ٹھیک ہو گیا ہے۔ فرمایا! تمہاری چارپائی؟ میں نے عرض کیا میں تھڑے پر سو جاؤں گا۔ فرمایا! تم میری چارپائی پر سو جاؤ۔ میں نے ادبا معذرت کی۔ لیکن جناب نے میرا بازو پکڑ کر مجھے چارپائی پر سلا دیا۔ حضور خود چارپائی کے ساتھ لکڑی کے تخت پر بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ آپ نے مجھے اپنی چادر اوڑھا دی۔ ادھر میرے نصیب جاگ اٹھے مجھے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زیارت نصیب ہوئی اور پھر مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں خواب میں اعلان کر رہا تھا جو کہ باہر بھی سنائی دے رہا تھا کہ جس نے حضور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کرنی ہے کر لے۔ میں جاگ اٹھا دیکھا تو حضور قبلہ بھوروی وظائف میں مشغول ہیں فرمایا! رحیم بخش یہ راز کی باتیں ہیں انہیں افشاء نہیں کیا جاتا۔ میں نے قبولیت دیکھتے ہوئے عرض کی! حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ زیارت حرمین اور روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حاضری بھی نصیب ہو جائے۔ فرمایا! تمہیں 12 سال بعد ان شاء اللہ زیارت حرمین نصیب ہو گی۔

رحیم بخش کہتا ہے کہ میں نے تاریخ نوٹ کر لی اور ٹھیک بارہ سال بعد مجھے زیارت حرمین نصیب ہوئی۔

(۲) سخاوت خان چیئرمین کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہا تھا اور میرے پاس دس کا نوٹ تھا جس کا کھلا لینے کی کوشش کی لیکن نہ ملا اور میرا ارادہ تھا کہ دو روپے لنگر کے لئے دوں گا چنانچہ کھلا نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً دس کا نوٹ حضور قبلہ بھوروی صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں پیش کر دیا کہ لنگر کے لئے ہے اور قربان جاؤں آپ کے کشف پر فرمایا سخاوت خان! اس میں سے دو روپے لنگر کے لئے ہیں اور بقایا تمہارے۔

وصال شریف: آپ نے تقریباً 120 سال عمر پائی اور جمعۃ المبارک کے دن 31 دسمبر 1948ء کو اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اور آخری وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بھور شریف میں ہزاروں لوگوں نے جنازہ کی نماز ادا کی اور وہیں آپ کا مزار بنا۔ 1973 میں آپ کے مزار پر خوبصورت روضہ بنایا گیا۔

آپ کی اولاد: حضرت قبلہ بھوروی صاحب کی اولاد میں دو صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے۔ صاحبزادہ میاں محمد آپ کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔ دوسرے صاحبزادے موجودہ سجادہ نشین حضرت علامہ محمد صدیق صاحب ہیں۔ جو عالم بے بدل اور بہت بڑے زاہد و عابد ہیں اس وقت خاصے عمر رسیدہ ہیں۔ علاقہ کے تمام مشائخ کرام میں آپ کا بہت بڑا ادب و احترام ہے۔ آپ بھور شریف میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرنے کی روایت کو خوب نبھا رہے ہیں۔ حضرت علامہ محمد صدیق صاحب بھوروی کے صاحبزادے بھی علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بے مثال

ہیں۔ حضرت علامہ میاں غلام محمد اور حضرت علامہ میاں خیر محمد جن کے علم و فضل کا شہرہ پورے پاکستان میں ہے۔

خلفاء:

۱۔ محمد حسین قریشی (ڈنگ)
۲۔ محمد عیسیٰ قریشی (جڑانوالہ فیصل آباد)
۳۔ علامہ عبدالمجید (اباڑو ضلع سکھر)
۴۔ صوفی جہانگیر خان (بلوخیل میانوالی)
۵۔ مولانا فتح محمد قریشی (دلے والی)
۶۔ حافظ محمد حسین قریشی (جڑانوالہ)
۷۔ صوفی میاں محمد عثمان (کوٹ چاندنہ)
۸۔ شیر علی خان (عیسیٰ خیل)
۹۔ حافظ محمد شریف (شاہ پور سرگودھا)
۱۰۔ علامہ محمد سعید (ماڑی انڈس)

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل کتب کی مدد لی گئی۔

۱۔ فتح مبین
از: ابوالطاہر شیخ الحدیث مولانا محمد رمضان

۲۔ The Life of Hazrat Bhoorvi Sahib
از: کرنل محمد عبدالرشید بھٹی، قاضی حفیظ اللہ

۳۔ مراتب سلطانی
از: علامہ محمد عالمگیر شاہ

سید فتح محمد شاہ قریشی ہاشمی کاظمی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (دلے والی شریف میانوالی):

آپ کاظمی سادات دلے والی شریف سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت دادا دوست محمد شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا غلام حبیب شاہ علمی شخصیت تھے آپ کی پیدائش اسی چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی اور یہیں تعلیم بھی حاصل کی۔

تذکرہ دوست محمد خیلاں میں آپ کا ذکر: مولوی غلام حبیب شاہ کے فرزند مولوی فتح محمد شاہ تھے۔ بھور شریف والوں سے بیعت تھے اور سلوک کی تمام منازل ان ہی کی تربیت میں حاصل کیں۔ آپ روزانہ ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات اللہ کا وظیفہ ادا فرماتے تھے اور عبادت وریاضت میں موجودہ دور کے حساب سے یکتا تھے۔

بیعت و خلافت: جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ حضرت فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور انہوں نے آپ کو چار سلاسل میں خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ کو یہ خلافت 13/01/1931 میں عطا ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ سے تحریر شدہ سند پروفیسر محمد حنیف شاہ صاحب میانوالی کے پاس موجود ہے۔

فتح مبین سوانح اعلیٰ حضرت بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے "جناب مولانا فتح محمد قریشی صاحب (دلیوالی موچھ) ایک متواضع، بردبار اور

شرافت سے آراستہ اور شیخ طریقت کے شیدائی تھے۔ جب اپنے پیر طریقت کا ذکر کرتے تو آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو بہتے رہتے۔ قریشی صاحب کو آپ سے اتنی والہانہ نسبت تھی کہ شیخ کا غیبی تصور یعنی مشاہدہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ بعض دفعہ اپنے باذوق اور ہمراز احباب سے کہتے کہ پیر مجھے سامنے نظر آتا ہے۔ جب سجادہ نشین قبلہ محمد صدیق صاحب خلیفہ صاحب کے شہر موچھ میں تشریف لے گئے تو دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس گھر تشریف لے جاتے تو آخری دعا میں قبلہ فتح محمد بھوروی صاحب قریشی صاحب کو نظر آتے۔ قریشی صاحب ایک مرتبہ سجادہ نشین صاحب کی دعوت کر چکے تھے لیکن پھر دوسری مرتبہ دعوت کے لئے عرض کیا کسی نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ دعوت کر چکے ہیں۔ قریشی صاحب نے کہا کہ ہاں بات درست ہے لیکن دعا کے وقت قبلہ بھوروی مجھے نظر نہیں آئے۔ جیسے کہ ان گھروں میں نظر آئے لہذا میں دوسری مرتبہ دعوت کر کے دعا کے وقت اپنے پیرومرشد کو اپنے گھر دیکھنا چاہتا ہوں اور پھر ایسا ہوا۔

اسی خلیفہ قریشی صاحب نے اپنے شیخ طریقت کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا نام (اللہ) میری قبر کے اردگرد لکھوانے کا حکم دیا ہے کہ میرا بندہ فتح محمد میرے نام سے بہت محبت کرتا تھا اور رات دن میرے ذکر میں مشغول رہتا تھا لہذا اس کی قبر پر ہر طرف میرا نام لکھ دو۔ فتح محمد آپ لوگ بھی میرے مزار پر ہزار بار لفظ "اللہ جل جلالہٗ" لکھ دو۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور مزار شریف کے سنگ مرمری تعویذ پر اور جو غلاف اوپر ڈالا جاتا ہے اس پر بھی ہزار بار اللہ جل جلالہ لکھا جاتا ہے (سبحان اللہ)

قریشی صاحب نے سلوک کی منازل طے کر کے خلیفۂ مجاز کا مرتبہ حاصل کیا اور عامۃ الناس میں ذکر وفکر کی تبلیغ وتلقین کرتے رہے۔ آپ بہت کم لوگوں کو بیعت فرماتے تھے اور اکثر وقت اللہ عزوجل کے ذکر میں گزارا کرتے تھے۔ نماز پڑھ کر مسجد سے تشریف لاتے تو اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ اس وقت تک اپنے حجرے سے تشریف نہ لاتے جب تک ایک لاکھ کی تعداد پوری نہ ہو جاتی تھی۔

کشف وکرامات: جناب مولوی شیر محمد شاہ ودے والی جو آپ کے پوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ عبدالکریم ڈرائیور میانوالی جو آپ کا مرید تھا اس نے عرض کیا کہ کافی عرصہ سے اولاد سے محروم ہوں دعا فرمایئے آپ نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کی پشت پر ہاتھ کا نشان ہوگا اگر یہ نشان ہوا تو سمجھ لینا کہ فقیر کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکا عطا فرمایا چنانچہ وہ ہمارے گھر آ گیا اس وقت میرے والد صاحب بھی وصال فرما چکے تھے مجھے اپنے گھر لے گیا اور بچہ دکھایا اور پھر کہا کہ یہ آپ کے دادا جان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ پھر اس کی پشت دکھائی جس پر واقعی ہاتھ کا نشان بنا تھا۔

وصال: آپ نے 09/11/1971 بمطابق 18/رجب 1391ھ کو جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اسی دن اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمانے لگے کہ میں نے آج وصال کرنا ہے مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ہے۔ آپ کے پاس 1000 منکے والی تسبیح تھی جس پر آپ اسم ذات کا ایک لاکھ مرتبہ روزانہ ورد فرماتے تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ یہ تسبیح میرے ساتھ دفن کرنا اور یہ شعر جو آپ اکثر پڑھا کرتے تھے فرمایا کہ میری قبر پر لکھ دینا۔

اللہ اللہ کر دی رہ ویلی نہ بہ   خالی بھانڈا ابھر دی رہ ویلی نہ بہ

چنانچہ اسی دن آپ نے انتقال فرمایا اور مولانا پیر محمد صدیق صاحب بھوروی نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ قبرستان دادا دوست محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ودے والی کے شمالی کونے میں آپ کا مزار ہے۔

اولاد: آپ کے دو فرزند شیر محمد اور محمد حسین ہوئے۔ آج کل مولوی شیر محمد شاہ ولد محمد حسین آپ کے پوتے جانشین ہیں۔ انہوں نے یہ معلومات باہم پہنچائیں۔ آپ مولانا محمد صدیق بھوروی صاحب سے بیعت ہیں اور آپ کو ان سے خلافت بھی عطا ہوئی ہے۔ (واللہ اعلم)

حوالہ جات:

۱۔ فتح مبین
۲۔ تذکرہ دوست محمد خیل
۳۔ انٹرویو مولوی شیر محمد شاہ صاحب سکنہ ودے والی
۴۔ ملاقات پروفیسر محمد حنیف شاہ صاحب (میانوالی)

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید میاں فتح محمد گیلانی چشتی سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میانوالی شہر):

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ سادات گیلانی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا شجرہ نسب 34 واسطوں سے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ شیخ جلال الدین عرف جلا پیر کے بیٹے سید میاں محمد جو کہ بانی میانوالی میاں علی محمد کے بھائی ہیں، کی اولاد میں سے ہیں۔

شجرہ نسب: پیر حضرت میاں فتح محمد گیلانی بن حضرت میاں عمر گیلانی بن حضرت شیخ سید میاں محمد ثانی المعروف داداجی کندھاں ٹور بن میاں یوسف قادری گیلانی بن میاں بزید قادری گیلانی بن سید میاں محمد (آپ سید میاں علی بانی میانوالی کے بھائی تھے۔ آپ بھی اپنے والد کے ہمراہ علاقہ کچھی میں تشریف لائے تھے) بن شیخ سید جلال الدین جلا پیر

ولادت: آپ کی ولادت آپ کی عمر بوقت وصال 82 سال کے حساب سے اندازاً 1832ء بنتی ہے (واللہ اعلم)

تعلیم و تربیت: آپ کے والد محترم میاں عمر شاہ عین جوانی میں وصال فرما چکے تھے۔ ان کے دو صاحبزادے میاں فتح محمد اور میاں سلطان احمد تھے۔ چونکہ علمی اعتبار سے آپ کا گھرانہ ایک خاص حیثیت کا حامل تھا لہٰذا آپ نے اپنے گھر سے ہی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ عبادت و ریاضت کی طرف رجحان ہونے کی وجہ سے آپ کی زندگی کے شب و روز اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تھے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کے نیک بندے وہی ہیں کہ ان کی راتیں اللہ کی بارگاہ میں قیام و سجود کی حالت میں

گزر جاتی ہیں۔

تلاش رہبر شریعت: یہ وہی زمانہ تھا جب ہر طرف حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی خوشبو چہار سو پھیل چکی تھی اور عشاق دیوانہ وار اس پھول کی جانب کھچے چلے جا رہے تھے جہاں سے یہ خوشبو نکل رہی تھی۔ یعنی عشاق سیال شریف کی طرف رواں دواں تھے۔ چنانچہ آپ بھی اس شہباز طریقت و معرفت کی خدمت میں جا کر مرید ہو گئے۔ پیر و مرشد کے صرف اشارہ کرنے کی دیر ہوئی آپ کے درجۂ ولایت میں روز افزوں ترقی ہونے لگی حتیٰ کہ آپ کو دستار خلافت عطا ہوئی اور میانوالی جانے کا حکم ملا۔ آج بھی وہ جبہ آپ کی اولاد میں موجود ہے۔

مسجد و مدرسہ کا قیام: 1870ء میں موجودہ جامع مسجد میاں فتح محمد گیلانی جو آپ ہی کے نام سے مشہور ہے، آپ نے اس کی بنیاد رکھی۔ یہاں ایک کنواں کھدوایا۔ اس وقت دور دور تک پانی کے لئے یہی کنواں استعمال ہوتا تھا۔ ساتھ ہی ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مدرسہ کے مدرس حافظ مظفر خان صاحب تھے۔ یہاں بے شمار طلباء نے دین کا علم حاصل کیا۔

پیر سیال کی مدرسہ میں آمد: اس مسجد میں حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی رونق افروز ہوئے اور یہاں نماز بھی ادا فرمائی جس حجرے میں قیام فرمایا وہ بنگلہ پیر سیال کے نام سے مشہور تھا لیکن اب مسجد میں توسیع کی وجہ سے شاید مسجد کا حصہ بن چکا ہے۔

کشف و کرامات: عمر خان گنڈی خیل مرحوم کا بیان ہے کہ ہم بے حد غریب

خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب بہت سے لوگ یہاں سے ہجرت کر کے تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں منتقل ہو رہے تھے کیونکہ یہاں کی زمین سے پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی۔ میں بھی اسی ارادہ سے کہ یہ جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں، اجازت کی خاطر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور تھوڑی سی زمین ہے اور گزارہ بھی نہیں ہوتا حتی کہ اتنی رقم بھی نہیں کہ بیج کے لئے گندم خرید کر سکوں تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بھوسہ پڑا ہے؟ میں عرض کی جی حضور۔ فرمایا! بسم اللہ پڑھ کر بجائے گندم کے بھوسہ زمین میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا یہ (کوندر) کا گٹھا گھر لے جاؤ اور اس کی رسی بنا کر اپنے جانوروں کے گلے میں ڈال دو ان شاء اللہ تعالیٰ مال مویشی میں برکت ہوگی۔ عمر خان کہتا ہے کہ میں گھر آیا اور کوندر کے گٹھے سے رسی بنا کر جانوروں کے گلے میں ڈال کر اپنے گھر کا سارا بھوسہ اکٹھا کیا اور جھولی میں ڈال کر اپنے کھیتوں میں گیا اور رات کے وقت سارا بھوسہ ڈال کر واپس آیا اس خیال سے کہ لوگ کہیں گے کہ تو پاگل ہو گیا ہے کہ گندم کی جگہ بھوسہ ڈال رہا ہے لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے پیر و مرشد نے فرمایا ہے تو ضرور گندم ہوگی چنانچہ خدا کی قدرت کہ اس جگہ خوب گندم اُگ آئی۔ میں خوشی خوشی اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات عرض کی آپ نے فرمایا کہ جب فصل کاٹنے کا وقت آئے تو میری چادر لے جانا۔ چنانچہ جب گندم کی کٹائی ہوگئی تو آپ کے حکم کے مطابق آپ کی چادر گندم پر ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں اس سال وافر گندم حاصل ہوئی اور میرے جانوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ میری غریبی دور ہوگئی۔

وصال: آپ کا وصال 7 صفر المظفر 1333ھ بمطابق 1914ء میں ہوا۔ آپ کا

وصال نماز میں عین سجدہ کے دوران ہوا۔ آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو بہت طویل سجدہ ہو گیا چنانچہ آپ کے فرزند میاں فضل احمد صاحب تشریف لے آئے انہوں نے آپ کو آوازیں دیں بابا جی! بابا جی! اور جب آپ کو سنبھالا گیا تو آپ اس دنیا سے سجدے کی حالت میں وصال فرما چکے تھے۔ آپ کا مزار آپ کی مسجد کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

اولاد: آپ کا ایک ہی بیٹا میاں فضل احمد گیلانی تھا۔ موجودہ سجادہ نشین میاں ضیاء الحق گیلانی آپ کے پوتے ہیں۔ میانوالی کے مین بازار کا ایک مشہور چوک آپ ہی کے نام سے میاں فتح محمد چوک مشہور ہے اور اس کے قریب ہی آپ کی قائم کردہ مسجد آپ کے نام سے مشہور ہے۔

میاں فضل احمد گیلانی (میانوالی): آپ میاں فتح محمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ 1901ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد محترم کے زیر سایہ دینی و روحانی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ نے حفظِ قرآن اپنی مسجد کے مدرسہ سے حافظ مظفر خان سے کیا اور مولانا اکبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں کتابیں پڑھتے رہے جو کہ رشتہ میں آپ کے ماموں بھی تھے۔ کم عمری میں ہی آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا بہر حال آپ نے ہمت نہ ہاری اور اپنے والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ کو چلاتے رہے۔ ساتھ ہی جامع مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

پیر ضیاء الحق گیلانی فرماتے ہیں کہ دادا جان اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

کیا فائدہ جو ریش بڑھائی تو نے

ماتھے پہ بھی محراب سجائی تو نے
تسبیح و مصلیٰ سے ہوگا کیا حاصل
گر نہ کی دل کی صفائی تو نے

خدمت مسجد: آپ نے بڑی محبت کے ساتھ مسجد کی خدمت کی اور ذاتی خرچ سے انتظام چلاتے رہے، کبھی کسی کا چندہ وصول نہ کیا۔ آپ نے 67 سال مسجد کی خدمت میں گزار دیئے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس مسجد میں حافظ عطاء اللہ خان قرآن سناتے تھے اور آپ خود سامع ہوتے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ ضیاء الدین چشتی سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کا وصال 19/01/1981 بروز پیر ہوا اور والد صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ کی اولاد میں دو فرزند میاں فضل حق شاہ اور حاجی میاں عبدالحق شاہ ہوئے۔ موجودہ سجادہ نشین میاں ضیاء الحق شاہ گیلانی حاجی میاں عبدالحق شاہ کے بیٹے ہیں۔ آپ انتہائی ملنسار، نیک اور مہمان نواز ہیں۔ آپ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، پیر محمد صدیق بھوروی اور خواجہ ذکریا تونسہ شریف سے خلافت یافتہ ہیں۔

یہ معلومات آپ کے صاحبزادے میاں احسان الحق شاہ گیلانی نے بہت محنت سے ترتیب دے کر مہیا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا قاضی قمر الدین نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (چکڑالہ):

آپ کا تعلق اعوان قبیلے کے تگوال خاندان سے ہے۔ آپ کے والد صاحب کا نام قاضی محمد سلیمان تھا۔ چکڑالہ میں آپ کی پیدائش 23 رمضان المبارک 1274ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو ابتدائی دینی کتب خود پڑھائیں اس کے بعد آپ نے سفر کی روایت کو اپناتے ہوئے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ دیا۔ انگہ سکیسر ضلع خوشاب میں آپ نے تعلیم پائی۔ 1293ھ میں سہارن پور تشریف لے گئے اور مولوی احمد علی کی شاگردی اختیار کی اس کے علاوہ مولوی احمد حسن کان پوری سے تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا۔ 1296ھ میں سند فضیلت حاصل کر کے واپس ہوئے۔

بیعت و خلافت: علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد آپ کو طریقت کے راستے پر جانے کا شوق ہوا۔ چنانچہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان حضرت مولانا محمد سراج الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی اور ان کی زیر نگرانی سلوک نقشبندیہ مجددیہ کی منازل کو طے کیا اور پھر آپ کو خلافت عطا کی گئی لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا اس لئے آپ بہت کم مرید بناتے تھے جو بیعت کی درخواست کرتا آپ سید لعل شاہ ہمدانی دندہ شاہ بلاول کی خدمت میں لے جا کر مرید کرا دیتے حالانکہ آپ کے پیر و مرشد آپ کی تعریف کرتے ہوئے آپ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ”خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو استغراق قوی عطا فرمایا ہے اور ان شاء اللہ اسی استغراق کے سبب آپ کو جناب اقدس کی جانب کشش عطا فرمائے گا۔ یہاں سے جب فقیر آپ کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو پہلے کی نسبت آپ کے باطن میں وسعت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک قسم

کی بے رنگی آپ کے باطن میں پائی جاتی ہے یہ وسعت اور سرنگی لطیفہ نفس میں معلوم ہوتی ہے امید ہے آپ کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہوگا"۔

خدمت مرشد: آپ نے اپنے مرشد کی خدمت میں بہت عرصہ گزارا۔ گرمیوں میں آپ کے مرشد سکیسر میں ڈیپ کے مقام پر تشریف لے آتے یہاں پانی کی تکلیف ہوتی تھی تو کنواں کھدوانے کا پروگرام بنایا گیا۔ آپ مستری لے آئے اور خود اپنی نگرانی میں کنواں کھدوایا جو کہ چاہ عثمانی کے نام سے مشہور ہوا۔

تدریس: آپ مدینہ منورہ میں علم حدیث کا درس دیتے رہے اس کے علاوہ زیادہ عرصہ چکڑالہ میں رہ کر دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں سید شاہ محمد دندہ شاہ بلاول، مولانا شمس الدین گوجرانوالہ، حضرت احمد حسن سواگ شریف، مولانا نصیر الدین غورغشی ہیں۔

فتنۂ چکڑالوی کی مخالفت: آپ نے ہمیشہ مولوی عبداللہ چکڑالوی جو کہ اہل قرآن مشہور تھا اور آپ کا قریبی رشتہ دار بھی تھا، اس کی شدید مذہبی مخالفت کی اور اس کے عقائد باطلہ کی تردید کی اور لوگوں کو اس سے بچانے کی کوشش کی۔

وصال مبارک: آپ کا وصال 12 شوال 1327ھ بمطابق 127 کتوبر 1909 میں ہوا۔ آپ کا مزار چکڑالہ کے قبرستان میں ہے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کی ایک بچی تھی جو کہ قاضی کلیم اللہ صاحب کے گھر تھی۔ آپ بھی وقت کے بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ آج کل قاضی محمد ظفر ذبیح مجددی نقشبندی آپ کی اولاد سے ہیں۔ یہ معلومات انہوں نے بکمال شفقت مہیا فرمائیں۔ آپ بہت خلیق، ملنسار اور مہمان نواز طبیعت کے حامل ہیں آپ سے مل کر پرانے بزرگوں کی شفقت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

حضرت فقیر گل محمد قریشی رحمتہ اللہ علیہ (عیسیٰ خیل):

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لوگوں میں حضرت میاں گل فقیر کے لقب سے مشہور تھے آپ خاندان قریش کے چشم و چراغ تھے اور آپ کو دنیا سے رخصت ہوئے 150 سال ہونے والے ہیں۔ حضرت علامہ خلیل الرحمن ہاشمی پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج عیسیٰ خیل کے بیان کے مطابق حضرت گل فقیر صاحب کی شہرت تین اوصاف پر مشتمل تھی۔ (پہلی) آپ عالم باعمل تھے (دوسری) دوسرے ولی کامل (تیسرے) آپ مجذوب الی اللہ بھی تھے۔ فتح مبین میں سوانح حیات حضرت پیر فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں تحریر موجود ہے کہ بچپن میں آپ اور آپ کا بھائی بہت سخت بیمار ہو گئے چنانچہ والد محترم حضرت جنگ باز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دونوں بچوں کو لے کر حضرت میاں گل فقیر صاحب کی خدمت میں لے گئے انہوں نے دونوں بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ خیر ہے بچے۔ آپ کے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں بچوں کو شفا عطا کر دی۔ حضرت بھوروی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے مزار پر بھی اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور وہاں سے فیض پاتے تھے۔

میاں گل فقیر صاحب اکثر جذب کی کیفیت میں رہتے تھے البتہ کبھی کبھار سالک کی حالت میں بھی جلوہ گر ہوتے اور اکثر کچے کے علاقے میں رہتے تھے۔ آپ کے زمانے میں ایک بزرگ سید عادل شاہ بخاری جو کہ مجذوب تھے اگر اس طرف آ جاتے تو دونوں میں کشتی شروع ہو جاتی لیکن لوگ بتاتے ہیں کہ ہار جیت کسی کی نہ ہوتی تھی۔

وصال: 1282 ھجری بمطابق تقریباً 1865ء میں آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اوران دنوں عیسیٰ خیل کا شہر دریائے سندھ کی شدید طغیانی کی لپیٹ میں تھا اور کٹاؤ اتنا شدید تھا کہ لوگوں کے مکان گر رہے تھے چنانچہ باہمی مشورہ سے دریا کے کنارے پر آپ کا مزار بنایا گیا اور کچھ دیر بعد دریا کی طغیانی ختم ہوگئی دریا واپس چلا گیا اور آج تک واپس نہیں آیا ہے۔

تعمیر روضہ مبارک: کچھ عرصہ پہلے یہاں صرف قبر ہوا کرتی تھی لیکن ملک امیر عبداللہ نامہ نگار عیسیٰ خیل کو یہ سعادت ملی اور انہوں نے بڑی محنت سے تمام لوگوں کے تعاون سے خوبصورت روضہ کی تعمیر مکمل کرادی ہے۔

حوالہ: فتح مبین

معلومات وتحریر پروفیسر خلیل الرحمن ہاشمی گورنمنٹ ڈگری کالج عیسیٰ خیل۔

حضرت گوانڈی بابا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(سوانس): آپ کے متعلق معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ آپ کا نام، آپ کا علاقہ، آپ کی قومیت سب پر سوالیہ نشان ہے۔ صرف ایک بات مسلمہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور قبرستان سوانس میں آپ کا مزار بڑا ممتاز ہے۔ ماسٹر محمد عظیم شاہ صاحب سوانس کے رہائشی اور بہت نیک بزرگ گزرے ہیں۔ ان سے سنی ہوئی بات ان کے صاحبزادے عبدالرقیب شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی اور ان کو حکم ملا کہ میرا روضہ تیار کراؤ۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ میں انتہائی غریب آدمی ہوں وسائل کہاں سے لاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا نام لے کر کام شروع کردو۔ چنانچہ ماسٹر سہراب خان، نیک محمد لوہار اور حافظ مو

ہانواں سے مشورہ کے بعد کام کا آغاز کردیا گیا اس طرح یہ روضہ مکمل ہوگیا۔ انہی بزرگوں سے سنی گئی روایت کے مطابق ایک مرتبہ شب برات کے موقع پر میں رات کو مزار پر حاضر ہوا تو وہاں سبز لباس میں ملبوس نورانی چہرے والوں کا ایک ہجوم نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی کو آہستہ سے اشارہ کیا کہ تمہیں بھی کچھ نظر آرہا ہے تو وہ یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گیا۔

خشک سالی کے موسم میں جب بارش نہ ہوتی تھی تو لوگ اناج یعنی گندم وغیرہ کا بھت بنا کر اس مزار پر لے جاتے اور سب لوگوں کو بلا کر کھلایا جاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بارانِ رحمت نازل فرماتا۔

حضرت حافظ گل محمد صاحب رحمتہ اللہ تعالی علیہ (پپلاں):

دنیا میں ایسے افراد بہت کم ملتے ہیں جن کی تحقیق ہی میں دوسروں کے کام آنے کے عنصر غالب ہوں اور ایسے لوگ کمیاب ہیں جو اپنے لئے جینے کی بجائے دوسروں کے لیے جینے میں زیادہ لطف اور کیف وسرور محسوس کرتے ہیں۔ حضرت حافظ گل محمد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا شمار انہی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جو اپنے لئے کم اور دوسروں کے لئے جینے کو زندگی کا ایک مقصد سمجھتے ہیں۔ احادیث مبارکہ کے مطابق سب سے افضل بندے وہی ہیں جو قرآن پاک پڑھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں یقیناً حافظ صاحب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ سے بڑھ کر اور خوش قسمت کون ہوگا جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قرآن پاک پڑھتے اور پڑھاتے گزرا۔ انہوں نے عملی زندگی کا آغاز تدریس قرآن پاک ہی سے کیا اور پھر اس میں اتنے کھوئے کہ زندگی اسی پاکیزہ شغل میں گزار دی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ میانوالی کے ایک قصبہ پپلاں کے ایک محلہ میں وہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ وہاں کی تین نسلوں کو جو مقامی طور پر وہاں آباد ہیں قرآن حکیم ایسی بے بہا دولت سے مالا مال کیا انہوں نے یہ کام کسی صلے اور لالچ کے بغیر محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔

حافظ صاحب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے کسی کے سامنے کبھی دست سوال دراز نہ کیا۔ لیکن ان کے سامنے اگر کسی نے سوال کیا تو اسے کبھی رد نہ فرمایا بلکہ حسب توفیق جو کچھ پاس ہوا وہ سائل کے سامنے حاضر کر دیا۔ حافظ گل محمد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ فقہی مسائل اور دین کی عام سطح پر تفہیم میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ چھوٹے چھوٹے فقہی مسائل دریافت کرنے کے لئے لوگ دور دراز سے آتے تھے۔ آپ نے

زندگی بھر سادگی کو اپنائے رکھا۔ پرتکلف لباس اور پرتکلف کھانے سے احتراز کرتے تھے۔ انسانی ہمدردی بالخصوص بچوں سے محبت ان کی طبیعت ثانی بن چکی تھی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو پڑھانے کے علاوہ پوتوں کی کفالت کا ذمہ بھی لے رکھا تھا اور یہ ذمہ داری بحسن وخوبی پوری کی۔ متحمل مزاج ایسے کہ رنج ومصیبت میں بھی کبھی نہ گھبرائے نہ بدحواس ہوئے بلکہ حوصلے تدبر اور ہمت سے کام لیتے رہے۔ زندگی میں ذاتی رنجش یا ذاتی منفعت کے لئے کسی کو تکلیف نہ دی لیکن اگر انہیں کوئی تکلیف دی گئی تو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم ہے کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں اور قرابت داروں سے حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے۔ اس فرمان کی روشنی میں حافظ صاحب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کی گھریلو زندگی بڑی دلکش معلوم ہوتی ہے۔ بچوں پر بے حد مہربان تھے بچوں کی مار پٹائی یا سخت قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کے خلاف تھے بلکہ پیار ومحبت اور ہلکی سی سرزنش سے بچوں کو سمجھا دیتے تھے گھریلو معاملات میں بڑے نشیب وفراز ہوتے ہیں جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بڑا جگر اور بڑا دل ہونا چاہیے۔ رشتے ناطے کا معاملہ ہو یا برادری کے چھوٹے موٹے جھگڑے حافظ صاحب انہیں اپنی خداداد صلاحیت اور گہرے تجربات کی روشنی میں نہایت خوش اسلوبی سے حل کر لیتے تھے۔ زندگی کے آخری آٹھ سال نابینائی کی نذر ہو گئے لیکن کسی قسم کی احساس کمتری کا شکار ہوئے بغیر اپنے نصب العین کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ بچوں کو درس قرآن پاک دونوں وقت باقاعدگی کے ساتھ دیتے رہے۔ مسجد میں نماز پانچوں وقت کی پڑھتے رہے اور دیگر معاملات زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے ایک جگہ لکھا ہے کہ سچائی، نیکی، حسن اور عشق کسی

کی میراث نہیں یہ خوبیاں بلالحاظ کسی میں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ بات صحیح ہے تو میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کو ان چیزوں کا مرقع کہوں گا۔ سچائی ان کا عظیم نصب العین رہا۔ نیکی انہیں زندگی سے زیادہ عزیز رہی۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے والہانہ محبت کو عشق کہا جا سکتا ہے اور اگر حسن صباحت سے ہٹ کر کوئی چیز ہے تو وہ انسانی کردار کی عظمتوں کے رویے کا نام ہے اور یہی عظمت و کردار حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کو پر کشش اور حیات جاودانی بخشنے کا سبب بنا۔ انسان اس دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اس کے نیک اعمال کی وجہ سے اس کا نام اور کام صدقہ جاریہ کی طرح لوگوں کے دلوں میں جاری وساری رہتا ہے۔ پھر علم کی تدریس کرنے والے لوگوں کا نام اس لئے بھی زندہ رہتا ہے کہ علم کی شمع ازل سے ابد تک جلتی رہے گی۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں تاہم "عالم کی موت عالم کی موت" کے مصداق ان کی وفات سے ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے جسے آسانی سے پر نہیں کیا جا سکے گا۔ مرحوم نابینا ہوتے ہوئے بھی بینا تھے۔ قرآن پاک پڑھانا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی بے طمع خدمت کرنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اسی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ 65 سال کی عمر میں انہوں نے 1985 میں وفات پائی ان کی قبر انور جال شمالی (پپلاں) کے قبرستان میں ہے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ جن میں مفتی محمد نواز اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے اور دوسرے ملک رب نواز اوتھ کمشنر سیشن کورٹ فیصل آباد تھے۔

حوالہ جات: غیر مطبوعہ کتاب تاریخ پپلاں از پروفیسر عبدالکریم قاسم پرنسپل گورنمنٹ کالج پپلاں۔

حضرت پیر لعل خان نقشبندی علیہ الرحمہ (میانوالی): خلیفہ حضرت زندہ پیر سرکار گھمکول شریف۔

آپ کا تعلق راجپوت گھرانے سے تھا اور نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں بوٹا خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ فوج میں ملازمت کرتے تھے اور دوران ملازمت غوث زمان اعلیٰ حضرت گھمکولوی علیہ الرحمہ کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ سید کی صحبت نے پتھر کو نگینہ بنا دیا۔ اپنے پیر و مرشد کی زیر نگرانی آپ نے عبادت وریاضت شروع کی اور ایک بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت زندہ پیر سرکار نے آپ کو خلافت عطا فرما کر میانوالی جانے کا حکم دیا۔ آپ نے میانوالی شہر کے ایک ویران کونے میں ڈیرہ لگا دیا اور وہاں اللہ کا ذکر شروع کر دیا۔ اللہ نے اس ویرانے کو آباد کر دیا وہ بستی اب منور آباد شریف کہلاتی ہے۔ آپ نے موسیٰ خیل حضرت ناگ سلطان علیہ الرحمہ کے مزار پر چلہ کشی اختیار کی۔ پھر موسیٰ خیل کے پہاڑوں میں جا کر ڈیرہ لگایا اور اللہ کے ذکر سے ویرانوں کو آباد کیا۔ آپ کا وصال 13/04/1986 کو بروز پیر ہوا اور منور آباد شریف میں ہی مزار بنا۔ آپ کا بیٹا محمد انور خان بھی زندہ پیر سرکار کا خلیفہ تھا۔ حال ہی میں ان کا بھی وصال ہوا ہے۔

حضرت دادا شیخ موسیٰ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (عیسیٰ خیل):

ولادت باسعادت: آپ کی تاریخ ولادت باسعادت کا ذکر صراحۃً کہیں مذکور نہیں۔ آپ کے وصال کے حساب سے تقریباً 1615ء بنتا ہے گویا 400 سال پہلے کے بزرگ بنتے ہیں۔

نسب: آپ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کے اجداد عیسیٰ خیل میں افغانستان سے تشریف لائے۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب شیخ محمد غوث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں مذہبی رجحان تھا اس لئے آپ دن کے وقت میت والا کے جنگلوں میں محو ذکر و فکر رہتے۔ آپ کو اپنے دادا سے خواب میں راہنمائی ہوئی کہ آپ مخدوم جہانیاں علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر جا کر معتکف ہو جائیں چنانچہ آپ وہاں جا کر معتکف ہو گئے۔ ایک ماہ بعد آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور مخدوم جہانیاں کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے حکم دیا کہ آپ بلوٹ شریف حضرت شاہ عبدالرحمن کے پاس جائیں۔

بلوٹ شریف کا سفر: آپ راستے کی تکالیف اٹھاتے ہوئے بلوٹ شریف جا پہنچے۔ حضرت شاہ عبدالرحمن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسجد کے اندر آپ کے انتظار میں تھے جونہی آپ پہنچے اٹھ کر آپ سے بغلگیر ہوئے حضرت شیخ موسیٰ نے آپ

کی قدم بوسی کی اور آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ آپ کو مدرسہ کا صدر مدرس بنا دیا گیا لیکن اس کے باوجود آپ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر رکھ کر لاتے اور اس طرح اپنے مرشد کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے۔

ادب مرشد: آپ اپنے مرشد کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحمن نے وضو کے لئے پانی مانگا آپ فوراً گرم پانی کوزہ میں لے کر حاضر ہو گئے لیکن اس دوران آپ کسی وجہ سے گھر کے اندر تشریف لے گئے کافی دیر کے بعد واپس ہوئے تو شیخ موسیٰ نے آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا جب حضرت صاحب نے وضو فرمایا تو پانی ابھی تک گرم تھا آپ نے کہا کہ شیخ موسیٰ پانی کو ٹھنڈا ہونا چاہیے تھا آپ نے عرض کیا حضور! میں نے اپنی قمیض اتار کر کوزہ کو ڈھانک کر اپنے سینے سے لگا لیا تھا کہ پانی ٹھنڈا نہ ہو۔ شاہ عبدالرحمن آپ کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحمن اور شیخ موسیٰ ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء بارش شروع ہو گئی اور پانی چھت سے ٹپکنے لگا۔ شیخ موسیٰ نے جب یہ دیکھا تو اپنا عمامہ شریف اتار کر شاہ عبدالرحمن کے سر مبارک پر رکھ کر کھڑے ہو گئے تاکہ بارش کا پانی آپ کو تکلیف نہ دے۔ آپ کے پیر و مرشد نے جب نماز ختم کی تو آپ کو بہت دعائیں دیں اور اپنا عمامہ شریف اتار کر اپنے مرید کے سر پر باندھ دیا۔

آپ کا یہ واقعہ تو ادب مرشد کی بہت بڑی مثال ہے کہ آپ اپنے مرشد کے ہمراہ جا رہے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ کے پیر میں جوتا نہیں تھا گرمی اور تپش کی وجہ

سے آپ کے پاؤں جل رہے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے جو کہ گھوڑے پر سوار تھے آپ کو سخت تکلیف میں دیکھا تو آپ کو اپنا جوتا مبارک عطا کر دیا اور فرمایا پہن لو لیکن آپ نے چوم کر ان جوتوں کو سر پر رکھ لیا۔ شاہ عبدالرحمٰن نے جب یہ دیکھا کہ آپ جوتے سر پر رکھے چلے آرہے ہیں تو پوچھا جوتے پہنے نہیں؟ عرض کیا حضور! میری کیا مجال کہ آپ کے مبارک جوتے پہنوں۔ آپ گھوڑے سے اترے اور آپ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا کیا شیخ موسیٰ کیا شاہ عیسیٰ آپ میرے بیٹے ہیں اور کرم کے علاقے میں 6 ہزار کنال زمین آپ کو بخش دی۔

خلافت: آپ نے سات سال اپنے مرشد کی خدمت کی اور آپ کو سلسلہ جلالیہ سہروردیہ کی خلافت شاہ عبدالرحمٰن نے عطا فرمائی اور ساتھ ہی ہندوستان میں خواجہ معصوم علیہ الرحمہ کی خدمت میں جانے کا حکم دیا۔ آپ حضرت خواجہ معصوم علیہ الرحمہ کی خدمت میں دس سال تک رہے اور آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کی خلافت عطا فرمائی گئی اور ساتھ ہی پہاڑوں میں ریاضت کرنے کا حکم ملا۔

عیسٰی خیل میں آمد: آپ جب عیسیٰ خیل میں تشریف لائے تو یہاں کفار کی اکثریت تھی۔ آپ کی تبلیغ اور دینی کوششوں کی وجہ سے کفار مسلمان ہونے لگے اور آپ کی ان کوششوں کی وجہ سے کافروں کی بے چینی بڑھ گئی اور ان کا سردار آپ پر حملہ آور ہوا لیکن جب وہ بُری نیت کے ساتھ آگے بڑھے تو ان کے گھوڑے زمین میں دھنسنا شروع ہو گئے چنانچہ وہ فوراً آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

سیر و سیاحت: اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق سیر و سیاحت حصول علم کا ذریعہ اور باعث عبرت ہے۔ سیر و سیاحت سے علمی مشاہدات اور اللہ تعالیٰ کی رحمت

کے آثار حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی عمر کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔ چنانچہ حضرت شیخ موسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سفر کے دوران 5 ہزار سے زائد بزرگان دین کی زیارت کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔

خلفاء و مریدین: آپ نے بھی اپنے مریدین کو خلافت عطا فرمائی جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ آپ کے محبوب خلیفہ آپ کے پسر اول شیخ عبدالفتح محمد دریا تھے۔

وصال مبارک: ایک دن حضرت شیخ موسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں سے فرمایا کہ دریائے کرم کے کنارے جاؤ وہاں ایک ہستی آرہی ہیں جو ان کے ہاتھ چوم لے گا وہ راہ ہدایت پائے گا۔ لوگ جب وہاں پہنچے تو حضرت شاہ عیسیٰ آرہے تھے اور دریا کے کنارے سے اوپر چڑھ رہے تھے آپ کے صاحبزادے عبدالفتح محمد دریا نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ چومے پھر سارے لوگ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ چومنے لگے۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا شیخ موسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے؟ کیونکہ گذشتہ رات خواب میں میرے والد صاحب نے حکم دیا کہ جاؤ شیخ موسیٰ کا نماز جنازہ پڑھاؤ۔ چنانچہ وہی بات ہوئی شیخ موسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا اور حضرت شاہ عیسیٰ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا وصال 4 شوال 1125 ہجری بمطابق 1704ء کو ہوا۔

مزار مبارک: آپ کو اپنے آبائی قبرستان درہ تنگ میں دفن کیا گیا۔ 25 سال پہلے آپ کا مزار شریف بنایا گیا عیسیٰ خیل سے تقریباً 12 کلومیٹر دور درہ تنگ کے پہاڑی ٹیلوں میں آپ کا مزار دور سے نظر آتا ہے اور آج بھی مرجع خلائق ہے۔

اظہار تشکر: جناب شیخ محمد اقبال چشتی صاحب مدرس مدرسہ زینت الاسلام شیخ آباد کا از حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کے حالات مہیا فرمانے میں بھر پور تعاون فرمایا۔

حوالہ: دادا شیخ موسیٰ (سوانح حیات شیخ موسیٰ علیہ الرحمہ)

دادا میاں محمد اکبر رحمتہ اللہ علیہ (موچھ شریف): آپ کا اصل نام میاں محمد اکرم تھا لیکن آپ میاں محمد اکبر کے نام سے مشہور ہوئے آپ سادات کاظمی کے چشم و چراغ ہیں اور حضرت دوست محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑپوتے ہیں آپ کے والد میاں نور محمد بن میاں علی محمد بن میاں دوست محمد بن شاہ علاؤالدین موچھ ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش یا وصال کی تواریخ موجود نہیں ہیں البتہ کچھ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ 1830ء کے عرصہ میں وصال فرما چکے تھے۔

1925ء میں دریائے سندھ میں ایک بہت بڑا سیلاب آیا۔ موچھ کا قبرستان بہت بڑا قبرستان تھا جس میں آج بھی حضرت دادا شیر محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار موجود ہے۔ اسی قبرستان میں حضرت میاں محمد اکبر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار تھا۔ حضرت علامہ مولانا محمد خان قادری صاحب موچھ اپنے خاندانی حوالوں سے روایت کرتے ہیں کہ پانی آ جانے کی وجہ لوگوں نے آپ کو یہاں سے تبدیل کرنا چاہا جب آپ کی قبر کو کھولا گیا تو آپ موجود نہ تھے لوگ بڑے پریشان ہوئے اور حضرت پیر صاحب گھنڈ والے (جن کا مزار میانوالی شہر میں ہے) اس وقت حیات تھے اور موچھ میں رہائش پذیر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال عرض کی چنانچہ آپ خود وہاں تشریف لائے اور

لوگوں کو تلاوت کلام پاک کا حکم دیا اور خود بھی تلاوت میں مشغول ہو گئے اس کے بعد آپ وہاں مراقب ہوئے۔ اچانک وہاں گلاب وعطر کی خوشبو کا احساس ہوا اس اثناء میں آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھک گیا اور ہر طرف بالکل اندھیرا چھا گیا۔ حضرت پیر صاحب نے لوگوں کو بتایا کہ آپ قبر میں تشریف لے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے سے تیار شدہ لکڑی کے صندوق میں آپ کا جسم اطہر رکھ دیا گیا جو بالکل تروتازہ اور خوشبو سے معطر تھا۔ اس وقت بہت سے لوگ موجود تھے جن میں غیر مسلم بھی تھے لیکن پیر صاحب نے غیر مسلموں کو اس شرط پر منہ دکھانے کی اجازت دی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کو موچھ شہر میں میاں ملوک صاحب کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آج کل آپ کا مزار مقدس اسی جگہ موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کی اولاد کو موچھ کے لوگ میاں صاحب اور میانہ کے لقب سے پکارتے ہیں اور محلہ عالم خان خیلانوالہ میں رہائش پذیر ہیں۔ راقم الحروف کو بھی ان کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت علامة الوریٰ محمد فخر الزمان شاہ کاظمی (کوٹ چاندنہ):

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا نور الزمان شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت 1904ء میں چکی شیخ جی نزد لاوہ ضلع چکوال کے مقام پر ہوئی۔ آپ کا نام آپ کے والد صاحب نے محمد اسحاق تجویز فرمایا لیکن چکی شیخ جی کے بزرگوں نے آپ کا نام محمد فخر الزمان تجویز کیا اور یہی نام مشہور بھی ہو گیا۔

بچپن میں آپ سخت بیمار ہو گئے اور آپ کے بچنے کی امید نہ رہی لیکن اللہ تعالیٰ کی نیک ہستیاں آپ کی امداد کو پہنچ گئیں اور ان کے صدقے آپ کو شفا مل گئی۔ آپ کے والد محترم کے روحانی مرشد سید مظفر شاہ صاحب دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں کے صدقے سے گویا آپ کو نئی زندگی عطا ہوئی (مفصل واقعہ شاہ مظفر دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے باب میں دیکھیں)

دینی تعلیم: آپ نے اپنے والد محترم سے دینی تعلیم حاصل فرمائی اور ان کے وصال کے بعد مولوی محمد حیات مندہ خیلوی آپ کے استاد بنے جو آپ کے والد محترم کے شاگرد اور خلیفہ بھی تھے۔ آپ امتحان دینے کے لئے سہارن پور (انڈیا) تشریف لے گئے اور وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔

معمولات: آپ نے اپنے والد گرامی کے مشن کو آگے بڑھایا اور سلسلہ کو مزید وسعت عطا کر دی۔ آپ بہت سخی، حلیم و بردبار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت خوش الحانی عطا فرمائی تھی۔ آپ نماز فجر میں اکثر سورہ مریم اور سورہ طٰہٰ کی تلاوت فرماتے تھے۔ آپ کی خطابت اتنی پرزور اور پراثر ہوتی تھی کہ گویا دلوں میں اتر جاتی تھی۔

آپ اکثر اپنے مریدین کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ملتان کے ساتھ ایک چھوٹی سی بستی چھوٹے بوسن میں تشریف لے گئے۔ وہاں مکڑی یعنی ٹڈی

دَل آ گیا لوگ پریشان ہو گئے کہ اب ہمارا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا تمام کھجور اور آموں کے باغ تباہ ہو جائیں گے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضور آپ دعا فرمائیں یہ ٹڈی دَل رخصت ہو جائے اور ہم نقصان سے بچ سکیں۔ آپ نے اپنے خادم کو پانی کا لوٹا بھرنے کو کہا اور باہر کی طرف چل پڑے کچھ دور جا کر درختوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور کافی دیر وہاں کھڑے رہے اور پھر رفع حاجت کے بعد واپس آ گئے۔ لوگوں نے عرض کی حضور آپ خلاف معمول بہت دیر تک وہاں کھڑے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مکڑیوں کے بادشاہ سے میری گفتگو ہوئی۔ انہوں نے یہاں صرف رات بسر کرنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی ہے لیکن اس شرط پر کہ کسی چیز کو نقصان نہ پہنچے۔ صبح کی اذان کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سارا ٹڈی دَل بغیر نقصان کئے واپس چلا گیا۔

وصال مبارک: آپ نے بہت مختصر عمر پائی اور تقریباً 48 سال کی عمر میں آپ کا آپریشن ہوا اور 20 جولائی 1952 کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار کوٹ چاندنہ والد بزرگوار کے پہلو میں اور والدہ محترمہ کے قدموں کی جانب ہے۔ آپ کے ۴ صاحبزادے ہیں۔ علامہ شمس الزمان شاہ صاحب آستانہ عالیہ کوٹ شاہ مظفر ضلع بہاولپور، علامہ بدر الزمان شاہ، علامہ مصباح الزمان شاہ اور علامہ منیر الزمان شاہ اور الحمد للہ سارے عالم دین ہیں۔ پہلے دو صاحبزادگان وصال فرما چکے ہیں اور آج کل حضرت علامہ منیر الزمان شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔

حوالہ: یہ تمام معلومات حضرت علامہ سراج الزمان شاہ صاحب اور حضرت علامہ بدر الزمان شاہ صاحب نے اپنے خاندانی حوالوں سے بیان کیں اور تحریری معلومات بھی فراہم کیں۔

حضرت مولانا شیخ محمد سعید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ماڑی انڈس):

مولانا محمد سعید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جال نزد پپلاں ضلع میانوالی میں حاجی محمد صدیق کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد ہندو تھے اور آپ کے دادا جان نے حضرت علامہ غلام محمود صاحب پپلاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا چونکہ ہندو مالی طور پر مستحکم تھے اور شاہانِ وقت انگریز بھی ان کی حمایت کرتے تھے اس لئے اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے یہ علاقہ چھوڑ دیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم موضع دھلہ کے مولانا فضل احمد سے حاصل کی پھر بندیال کے مشہور مدرسہ میں حضرت مولانا یار محمد بندیالوی کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ دورہ حدیث سہارنپور سے کیا اور سند فراغت حاصل کی آپ نے دین کا علم سیکھنے کے لئے اپنی زندگی کے 32 سال صرف کئے اور در در کی خاک چھانی۔ آپ فرماتے مجھے پتہ چلتا تھا کہ فلاں جگہ اچھا عالم ہے تو میں پہنچ جاتا تھا اسی طرح پشاور میں ایک عالم صاحب ایک دینی کتاب کے بڑے عالم ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور پورا ایک سال ان کی خدمت کر کے علم کے موتی چنتا رہا۔

حصول دین کی راہ میں مشکلات: فرماتے تھے زمانہ طالب علمی میں ہمارے پاس صرف ایک مٹی کا دیا ہوتا تھا اور ہم طالب علم حلقہ بنا کر ارد گرد کتابیں دیے کے ساتھ رکھ دیتے اور کہنیوں کے بل ٹیک لگا کر کتاب کا مطالعہ کرتے تھے حتیٰ کہ ہماری کہنیوں کا گوشت سخت ہو کر سیاہ ہو جاتا تھا جب کوئی طالب علم فارغ ہو جاتا اگلے طالب علم کو اٹھا دیتا اور وہ مطالعہ شروع کر دیتا۔ فرماتے تھے کہ ہمیں بھوک کا احساس جمعہ والے دن ہوتا جس دن ہماری چھٹی ہوتی تھی اس دن ہم کپڑے دھوتے اور نہاتے تھے ورنہ عام دنوں میں مطالعہ اور پڑھائی کی وجہ سے ہمیں کھانا بھول جاتا تھا۔

پیر طریقت کی تلاش: تحصیل علم کے ساتھ ساتھ آپ پیر طریقت کی تلاش میں بھی سرگرداں رہے۔ ان دنوں حضرت فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ کی شہرت دور دور تک خوشبو کی طرح پھیل چکی تھی آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان کی محبت بھری نظروں نے وہ کام کیا کہ آپ انہی کے ہو کر رہ گئے اور ان کی خدمت میں راہ طریقت پر گامزن ہوئے۔

شیخ سے محبت: اپنے پیر سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بھور شریف کے راستے میں جھاڑو دیا کرتے تھے کہ شاید میرا پیر یہاں سے گزرے اور ان کا پاؤں غلاظت پر نہ پہنچے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جب حضرت فتح محمد بھوروی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جانے کی اجازت طلب کرتے تو ہم چھپ جاتے مبادا کہیں ہمیں بھی جانے کا نہ کہہ دیں۔

ماڑی انڈس جانے کا حکم: حضرت اعلیٰ بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ماڑی انڈس میں جامع مسجد کا خطیب مقرر کر دیا اور آپ وہاں آ گئے۔ اس وقت زیادہ سفر ریل گاڑیوں میں کیا جاتا تھا۔ ماڑی سٹیشن تک بڑی گاڑی آتی تھی اس سے آگے چھوٹی گاڑی کا سفر عیسیٰ خیل تک کرنا پڑتا تھا چنانچہ آپ کے ماڑی انڈس رہنے کی وجہ سے بھور شریف کے عقیدت مندوں اور مریدین کو رہائش کی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا گزارا نہیں ہو رہا ہے دعا فرمائیں اس سے بہتر جگہ مل جائے تو حضرت فتح محمد بھوروی نے فرمایا کہ شیخ صاحب پہاڑ اپنی جگہ پر اچھے لگتے ہیں تم ماڑی انڈس جمے رہو۔ آپ نے مرشد کا حکم یوں نبھایا کہ آپ کا مزار بھی مسجد کے احاطہ میں بنا۔

اعلیٰ حسن اخلاق: آپ اچھے اخلاق کے مالک تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک سے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے

ملتے۔ آپ مجسم حسن واخلاق تھے بقول شاعر ۔ **تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی۔**

جو کوئی مہمان آتا بڑی محبت سے اس کی خدمت کرتے۔ آپ نے مختلف لفافوں میں چیزیں سنبھال کر رکھی ہوتی تھیں کبھی خشک فروٹ، کبھی مٹھائی، کبھی بسکٹ مہمان کو پیش کرتے رہتے۔ آپ سے کوئی سوال کرتا اسے رد نہ فرماتے بلکہ حسب توفیق اس کی امداد فرماتے تھے اور اکثر یہ بات دھرایا کرتے تھے کہ اگر کوئی بندہ کسی بندہ کے پاس جائے اور اس کو جانی یا مالی فائدہ اس سے نہ ملے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ گویا وہ کسی مردہ کے پاس گیا ہے۔ آپ اپنے مہمان کو سنت کے مطابق دروازے تک چھوڑ کر آتے تھے۔

عاجزی و انکساری: آپ اتنی انکساری سے کام لیتے تھے کہ اگر آپ کو کوئی فقیر کہہ دیتا تو کچھ برا محسوس فرماتے کہ کون جانے فوت ہو جانے کے بعد کیا ہوگا۔ ایمان سلامت رہتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی تو بات بن جائے گی ورنہ نہیں۔ اگر کوئی مرید بننا چاہتا تو رونے لگ جاتے کہ بندہ یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

اللہ (عزوجل) کا ذکر: مسجد کے ساتھ ایک چبوترا بنا ہوا تھا اس پر اوراد و وظائف پڑھتے اور لوگوں سے ملاقات بھی یہیں فرماتے تھے۔ آپ کی محفل میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر بہت محبت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اولیائے کرام کے تذکرے ہوتے اور اپنے پیرومرشد کی باتیں سناتے۔ کسی بات یا واقعہ کا مکرر تذکرہ فرماتے تو اکثر فرماتے کہ مکھن کھاتے ہوئے دانت نہیں گھستے۔ اچھی بات کو مکھن سے اور سننے کو کھانے سے تشبیہ دیتے تھے۔

آپ کے مرید محمد نواز صاحب فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں چونکہ حاضر رہتا تھا اس لئے ایک مرتبہ عرض کرنے کی جسارت کر بیٹھا کہ حضور استاد جی آپ کہتے ہیں کہ میں فقیر نہیں ہوں حالانکہ ہمیں پتہ ہے کہ آپ دن رات اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

وظائف پڑھتے ہیں۔ اتنی عبادت کرتے ہیں کیا وہ کریم ذات آپ کو یاد نہیں کرتی جس کا فرمان ہے کہ بندہ مجھے ایک مرتبہ یاد کرتا ہے تو میں دس مرتبہ اس کو یاد کرتا ہوں۔ استاد جی پھر آپ ہمارے ساتھ آجائیں دنیا کا کاروبار کریں جب اتنی عبادت اور اللہ کا ذکر کرنے سے بھی بات نہیں بن رہی ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا اور فرمانے لگے محمد نواز پہلے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاتی ہے پھر فقیری ملتی ہے۔

دین کی خدمت: آپ نے 50 سال اس جگہ پر بیٹھ کر لوگوں کو دین سکھایا۔ قرآن پڑھایا اور راہ طریقت پر لگایا۔ آخر کار حسن واخلاق کا یہ مجسم نمونہ اس دنیائے فانی سے 13/06/1979 کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا اور آپ کے جنازے پر حضرت عطا محمد بندیالوی نے خود کو مولانا محمد سعید صاحب کا شاگرد ظاہر کر کے لوگوں کو حیران کر دیا۔ آپ کے علاوہ مولانا محمد رمضان، مولانا عبدالستار آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے مولانا محمد حنیف اور مولانا محمد شریف ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد حنیف رضوی آپ کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں اور اسی جامع مسجد کے امام وخطیب ہیں۔ انہوں نے یہ تمام معلومات کمال محبت کے ساتھ فراہم کیں۔

حوالہ جات:

(۱) یادِ رفتگاں (غیر مطبوعہ مضمون) از محمد نواز مرحوم
(۲) ملاقات مولانا محمد حنیف رضوی خطیب ماڑی انڈس
(۳) حاجی محمد نصراللہ خان ایڈووکیٹ میانوالی

حضرت مولانا محمد اکبر علی چشتی میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میانوالی):

آپ کی پیدائش 1884ء میں حضرت غلام حسین کے گھر میانوالی میں ہوئی۔ آپ کا خاندان موچھ سے نقل مکانی کر کے میانوالی میں آباد ہوا۔

ابتدائی تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے لی۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر مولانا نورالزمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (رسول نما) سے کوٹ چاندنہ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد چکی شیخ جی کے مقام پر مولانا میاں محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کیا۔ 1901 میں دیوبند میں دورۂ حدیث کے لئے گئے اور 1904 میں سند فراغت حاصل کر کے میانوالی آ گئے۔

میانوالی میں قیام: تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے میانوالی کے محلہ زادے خیل بلوخیل روڈ پر واقع چھوٹی سی مسجد کو امامت اور خطابت کے لئے منتخب فرمایا لیکن لوگوں کی سردمہری دیکھ کر دل ٹوٹ گیا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس مسجد میں نماز پڑھنے آئے اور انہوں نے آپ سے فرمایا کہ آپ اسی مسجد میں رہیں آپ کو سب کچھ مل جائے گا اور آپ نے مخلوق خدا کو فیض پہنچانا ہے۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ کے یہ الفاظ آپ پر بہت اثر کر گئے۔ آپ نے مشکلات پر قابو پانے کا فیصلہ کر لیا اور اسی جگہ پر رہنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مدرسہ کی بنیاد: آپ نے یہاں ایک اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی طالب

علموں کو گھر سے لنگر کھلا کر ان کو دین کی تعلیم دی۔ آہستہ آہستہ یہ مدرسہ ترقی کی جانب چلا اور آج یہی مدرسہ جامعہ اکبریہ کے نام سے مشہور و معروف دینی درسگاہ ہے۔

بیعت و خلافت: خواجہ میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی ایک ملاقات سے ہی آپ ان کے گرویدہ ہو گئے اور ان کے ہاں آمد و رفت ہونے لگی اور پھر آپ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ سلوک کی تمام منازل اپنے پیر و مرشد کی نگرانی میں طے کیں اور آپ کو 1907 میں خلافت عطا کر دی گئی۔

عبادت و ریاضت: آپ شروع سے ہی عبادات کا شغف رکھتے تھے اور تکمیل تعلیم کے بعد تو اس میں اضافہ ہو گیا۔ آپ نے جامعہ اکبریہ میں ایک تہہ خانہ بنوا رکھا تھا اور وہاں نوافل کی کثرت کرتے، ذکر کی محفلیں ہوتیں۔ آپ کی مسجد میں تہجد کا خاص اہتمام ہوتا تھا اور دور دور سے لوگ تہجد پڑھنے آتے تھے۔ اس کے بعد ذکر کی محفل ہوتی اور اشراق وغیرہ سے فراغت کے بعد چائے آ جاتی۔ تمام حاضرین کی چائے سے تواضع ہوتی۔ آپ نماز چاشت، اوابین اور تہجد انتہائی پابندی سے ادا فرماتے۔ نفلی روزے بھی رکھتے لیکن اس کی نمائش سے گریز فرماتے۔ آپ نماز اشراق سے فارغ ہو کر درس و تدریس فرماتے۔ فارغ ہو کر دوپہر میں کچھ دیر آرام فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک فرماتے جو عصر تک جاری رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ پھر مغرب کے وقت واپسی ہوتی۔ عشاء کے بعد عبادات شروع ہو جاتیں اور پھر نہ جانے کس وقت آپ بستر پر تشریف لاتے۔

دینی و علمی خدمات: آپ کی عظیم الشان دینی خدمات میں سے ایک، عیدگاہ کا قیام ہے۔ ایک بہت بڑی عالیشان عیدگاہ بنوائی اور تمام ضروریات کا

اہتمام کیا گیا۔ آپ نے 50 سال عیدگاہ کا سارا انتظام خود کیا اور بغیر کسی معاوضے کے خدمات انجام دیں۔

لائبریری کا قیام: اس زمانے میں کتاب خریدنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ کتاب بہت مہنگی ملتی تھی۔ اکثر کتب قلمی ہوا کرتی تھیں اور غریب طالب علم اس وجہ سے کتابوں کو خریدنے کی طاقت نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ ایک کتاب پر بعض اوقات دس دس طلباء درس لیتے تھے اور پھر باری باری مطالعہ کرتے تھے۔ آپ نے لائبریری کا قیام عمل میں لایا۔ آہستہ آہستہ اس میں 5000 کتابیں جمع ہو گئیں۔ ان کی خوبصورت جلد بندی کرائی اور ہر شخص اس لائبریری سے استفادہ کر سکتا تھا۔

دارالافتاء کا قیام: شرعی ضروریات میں لوگوں کی راہنمائی کے لئے دارالافتاء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ خود بڑے عالم اور مفتی تھے۔ خوبصورت تحریر کے ساتھ فتویٰ نویسی فرماتے اور مسائل کے حل کا شرعی جواب تحریراً دیا جاتا۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک ضخیم مجموعہ قلمی شکل میں لائبریری میں موجود ہے۔ جسے اب فتاویٰ اکبریہ کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

جذبۂ بیداری: آپ نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑا دی۔ ان میں یہ سوچ پیدا کی کہ وہ بھی علم کے میدان میں آگے بڑھیں۔ اس کے علاوہ دنیاداری کے معاملات میں آگے آنے کی دعوت لوگوں میں عام کی۔ یہاں ہندو ہر شعبہ ہائے زندگی میں چھائے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو ان کی کم علمی کی بنیاد پر لوٹتے تھے انہیں اپنا ماتحت بنا کر رکھتے تھے۔ خاص طور پر تجارت کا شعبہ ہندوؤں کی مکمل اجارہ داری میں تھا۔ مسلمان تجارت میں بہت کم آتے تھے نتیجۂ ہندو ساہوکاروں کے ہاتھوں ان پر ظلم ہوتا

تھا۔ مولانا اکبر علی صاحب نے انجمن اسلامیہ کے نام سے تنظیم بنائی جس نے مسلمانوں میں شعور پیدا کیا۔

دارالاطفال (یتیم خانہ) کا قیام: اسی تنظیم کے زیر اہتمام جس کے صدر محمد اکبر خان (مرحوم) خنکی خیل تھے۔ لاوارث اور یتیم بچوں کے لئے پہلی بار دارالاطفال بنایا گیا۔ اس کی بہترین عمارت تعمیر کرائی گئی اور ہزاروں یتیم بچے وہاں پروان چڑھے اور اس کے اخراجات یہ تنظیم برداشت کرتی تھی۔

تحریک پاکستان میں حصہ: آپ نے مسلم لیگ کو مکمل حمایت دی۔ تحریک پاکستان کا ایک مشہور جلسہ جامعہ اکبریہ میں مولانا عبدالستار خان نیازی (مرحوم) کی صدارت میں ہوا۔ وہاں پاکستان کے حق میں تقریریں ہوئیں۔ انجمن اسلامیہ نے ایک اشتہار شائع کرایا۔ جس میں قیام پاکستان کے حق میں مسلمانوں کے لئے مسلم لیگ کی حمایت ضروری ہے کا فتویٰ مسلمان علماء اور مفتیان نے دیا جس میں نمایاں نام مولانا اکبر علی کا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں آپ کے حکم پر آپ کے صاحبزادے مولانا غلام جیلانی پیش پیش رہے۔

ہمیشہ سچ بولا: آپ کے خادم محمد شریف بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند مقام عطا فرمایا ہے اس بزرگی کا راز بتائیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے جب سے شعور حاصل کیا ہے اس وقت سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اپنی ذات کی خاطر کبھی سوال نہیں کیا: آپ فرماتے ہیں کہ زندگی میں بارہا تنگدستی کے مواقع آئے لیکن اپنی ذات کی خاطر لوگوں کے سامنے میں نے کبھی دست سوال دراز نہیں کیا۔ حالانکہ بڑے بڑے امراء آپ کی

خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے لیکن تکلیف برداشت کر لیتے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے تھے۔ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر لنگر کے لئے زمین وقف کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لنگر غوث اعظم (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نام ہے اس کے کفیل وہی ہیں اور زمین قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سنت مصطفی ﷺ سے پیار: آپ مقام رضا پر فائز تھے۔اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی۔ایک مرتبہ فرمایا کہ ادنیٰ غلام کی کیا مجال کہ بڑے بادشاہ کے فیصلوں میں اپنی رائے کا تصور لائے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ فرماتے تھے۔میری کوشش ہوتی ہے کہ کہیں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارکہ ترک نہ ہونے پائے۔جو سنت ادا ہو جائے شکر خداوندی ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق طلب کرتا ہوں کہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل ہوتا رہے اور یقیناً اپنی ذات کو صفات محبوب خدا (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں رنگ دینے کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

ولی اللہ: آپ نے فرمایا کہ ولی اللہ ایک دلہن کی طرح ہوتا ہے جو سمٹ سمٹ کر بیٹھتی ہے سارا وجود اس نے کپڑوں میں چھپایا ہوا ہوتا ہے۔یہی حال ولی اللہ کا ہے کہ وہ ولایت کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو چھپاتا ہے اور محرم کے سوا اس کے مراتب کو کوئی نہیں پہچانتا۔

معمولات و مشغولات: آپ نے اپنے پیر و مرشد خواجہ آحمد میروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ) کے حکم کے بعد ضروریات دنیاوی کے سلسلہ میں مسجد سے باہر جانا ترک کر دیا۔دن کا اکثر حصہ مسجد یا اپنے حجرہ میں گزارتے۔دوسرے تیسرے روز حضرت سلطان زکریا اور مخدوم حاجی صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما) کے مزارات پر

حاضری دیتے تھے۔آپ اپنے حاضرین محفل پر یکساں توجہ ڈالتے کہ ہر شخص یہی سمجھتا کہ آپ مجھے زیادہ توجہ سے سنتے ہیں۔

کشف و کرامات: مولوی محمد عظیم شاہ جو کہ نہایت نیک بزرگ تھے اور آپ کے مریدوں میں سے تھے۔فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تہجد کے وظیفہ کے طور پر سورہ زلزال اکتالیس مرتبہ پڑھا کرو۔خواب سے بیدار ہوا تو سب واقعہ یاد تھا جب پڑھنے کا وقت آیا تو سورہ کا نام بھول گیا اس لئے وظیفہ نہ کر سکا۔چند روز بعد حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمانے لگے جو چیز بتائی تھی فوراً بھول گئے بھئی اکتالیس مرتبہ اذا زلزلت الارض بعد نماز تہجد پڑھا کرو۔شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ کامل پیر اپنے مرید پر دور سے نگاہ رکھتا ہے۔یہی حضرت محمد عظیم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں مجھے کوئی شخص کہتا ہے کہ یا اللہ کا ورد کیا کرو۔میں ورد کرنے لگا پھر وہ شخص روپوش ہو گیا اور میں پہچان نہ سکا۔اس خواب کی تعبیر کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ابھی خواب بتایا نہ تھا کہ فرمایا شاہ صاحب! چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ مرتبہ یا اللہ کا ورد کیا کرو۔

ہم عصر اولیائے کرام: آپ کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) گولڑہ شریف سے دوستانہ مراسم تھے چنانچہ مہر منیر سوانح حیات حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) میں آپ کو ان الفاظ کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا گیا ہے" آپ حضرت خواجہ آحمد میروی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے خلفاء میں سے تھے اور ہمارے حضرت کے ساتھ ان کا گہرا روحانی رابطہ تھا۔مستند عالم تھے۔تصوف، کشف اور روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے۔چوہدری اورنگ زیب ڈپٹی کمشنر میانوالی سے جو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے دامن گرفتہ ہیں ان کے

خصوصی تعلقات تھے اور ان سے بعض اوقات خاص اسرار کی باتیں بھی بیان فرما دیتے تھے کہ مثلاً آج سبق کے دوران فلاں بزرگ کی روح تشریف فرما ہوئی۔ ان کے صاحبزادے علامہ غلام جیلانی صاحب اب میانوالی کے خطیب اور اپنے والد صاحب کی مسند پر متمکن ہیں"۔

وصال: آپ نے سفر آخرت کی تیاری پہلے سے شروع کر دی تھی۔ مسجد کے ساتھ متصل قطعہ اراضی میں سے کچھ آپ نے خرید لی۔ اس میں چار دیواری بنا کر نہر والی صاف پاکیزہ مٹی ڈلوا دی۔ آپ کو معمولی سی پیشاب کی تکلیف ہوئی تین دن تک علاج ہوتا رہا بالآخر 29 دسمبر 1956 رات دس بجے یہ پیکر صدق وصفا درویش صفت انسان خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں عشاق حاضر ہوئے اور حضرت علامہ آحمد دین گانگوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی پر ہے۔

آپ کی اولاد: آپ کی اولاد میں غلام ربانی اور مولانا غلام جیلانی دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہوئیں۔ مولانا غلام جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے سجادہ نشین بنے۔

آپ کے خلفاء: (۱) الحاج الحافظ مولانا غلام جیلانی جو کہ آپ کے فرزند تھے (۲) غلام جعفر شاہ بن مخدوم سید سلطان اکبر شاہ سکنہ بھکر جن کے صاحبزادے نے آپ کے حالات پر رسالہ اکبر السوانح تحریر کیا۔ غلام جعفر شاہ صاحب بڑے عالم فاضل تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

حوالہ:

(۱) فتح مبین (۲) جمال فقر

(۳) اکبر السوانح

پیر صاحب گھنڈ والے (میانوالی):

آپ کا نام مبارک محمد اکبر شاہ بن قاری محمد امین شاہ ہے۔ آپ چونکہ ہر وقت چادر میں چھپے رہتے تھے اس لئے گھنڈ والے (پردہ والے) مشہور ہوئے۔

پیدائش و خاندان: آپ کی ولادت 8 دسمبر 1887ء کو محمد شریف والی میں ہوئی جو موچھ سے دس کلومیٹر جنوب مغرب دریائے سندھ کے کنارے پر ہے۔ آپ کے خاندان میں بڑے بڑے اولیائے کرام گزرے ہیں۔ محمد شریف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے نام پر یہ بستی آباد ہے آپ ہی کے جد امجد تھے جو کہ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنے والد گرامی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور محمد فاضل شاہ قادری اور قاضی سلطان احمد سے ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ آپ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں لکھا ہے کہ بچپن میں مجھے کم سنائی دیتا تھا۔ میں استاد محترم کے پاس پڑھ رہا تھا۔ بظاہر نظر کتاب پر اور دل اللہ کے ذکر میں تھا اور بڑے زور سے ذکر اسم ذات جاری تھا کہ استاد نے سبق کے متعلق پوچھا توجہ سبق کی طرف نہ ہونے کی وجہ سے مجھے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور کہنے لگی استاد جی آپ کا بیل گھر میں حرام ہو گیا ہے یعنی مر گیا ہے۔ استاد صاحب فوراً گھر گئے تو بیل مردار دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ واپس آ کر ہمیں پھر سبق پڑھانے لگے۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک بچہ بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا استاد جی آپ کا دوسرا بیل بھی مر گیا ہے۔ استاد جی پھر گئے تو دیکھا دوسرا بیل بھی مر چکا ہے۔ واپس آ کر مجھے

مخاطب کر کے کہنے لگے "ڈورے یعنی بہرے یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے" میں نے عاجزی کی تو کہنے لگے بیٹا تو نے تو کچھ نہیں کیا لیکن اللہ جل شانہ کو میرا تجھ کو مارنا پسند نہیں آیا۔

بیعت و خلافت : آپ اپنی والدہ محترمہ سے ملنے بہاول پور گئے۔ وہاں حضرت شاہ محمود قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت حجۃ اللہ ثانی محمد کے خلیفہ تھے ان سے بیعت و خلافت حاصل فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ کو ناگ سلطان موسیٰ خیل کے دربار پر جا کر فیض حاصل کرنے کا بھی حکم دیا۔ آپ کے پیرو مرشد کا سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جا ملتا ہے۔

حضرت نوری ناگ سلطان رحمتہ اللہ تعالیٰ موسیٰ خیل کے مزار پر چلہ کشی : اپنے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق آپ نے چلہ کشی شروع کی اور حضرت ناگ سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر چلہ کش ہوئے۔ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو ایک چھٹانک کی مقدار کھوری کھاتے۔ آپ روزانہ تلاوت کے علاوہ کلمہ پاک کا دو ہزار مرتبہ ورد کرتے۔ رات کو اکتالیس مرتبہ قصیدہ بردہ شریف پڑھتے۔ دوسری مرتبہ کے چلے متعلق لکھا ہے کہ جو کچھ کھانے کے لئے لے گیا تھا اسی طرح واپس آیا۔ تیسرے چلے کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسجد ناگ سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں زمین میں 6 فٹ گڑھا کھود کر چلہ کش ہوا۔ پہلے طاقت برقرار رہی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا۔ آہستہ آہستہ طاقت جاتی رہی تو فرائض کھڑے ہو کر لیکن نوافل بیٹھ کر پڑھتا رہا۔ ان چلوں کے علاوہ آپ نے جنگل میں ذکر کرنے لئے جگہ بنا رکھی تھی۔ وہاں جا کر تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

نفس کشی: آپ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں فرماتے ہیں کہ میں ایک بزرگ کی زیارت کو گیا۔ وہ بزرگ گوشت بھون رہے تھے۔ مجھے بھی عطا کیا لیکن کھانے سے پہلے میں بسم اللہ شریف پڑھنا بھول گیا۔ بعد میں یاد آیا تو فوراً کھانا چھوڑ دیا نفس نے کہا کہ ہمیں انصاف دو چنانچہ معاملہ موصوف بزرگ کی خدمت میں پیش ہوا انہوں نے ایک عارف کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ ایک سال نفس کو گوشت سے محروم رکھا جائے۔ چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل میں کامل ایک سال نفس کو سزا دی اور گوشت نہ کھایا۔

میانوالی شہر کی طرف ہجرت: آپ موچھ سے نقل مکانی کر کے میانوالی شہر میں آبسے اور یہاں پر مستقل رہائش رکھ لی۔ آہستہ آہستہ یہ محلہ پیر صاحب گھنڈ والے کے نام پر مشہور گیا۔ جس طرح میانوالی شہر بذات خود ایک ولی اللہ کے نام مشہور ہے اسی طرح اس شہر کے بہت سے محلے بھی اولیائے کرام کے نام پر مشہور ہیں اسی طرح یہ محلہ جہاں آپ کا مدفن ہے آپ ہی کی نسبت سے واڈھی گھنڈ والی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے یہاں ڈیرہ ڈال دیا اور مخلوقات جوق در جوق یہاں حاضر ہوتی اور فیض پانے کے بعد یہاں سے جاتے حتیٰ کہ جنات بھی آپ سے دین کی فہم حاصل کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے عبادت خانہ میں گیا تو جنات حاضر ہو گئے اور دین کا علم سیکھنے کی خواہش ظاہر کی میں نے کہا کہ کسی عالم کے پاس جاؤ لیکن وہ بضد رہے آخر نصف رات کے بعد ان کو وقت دیا۔ پہلے چار جن تھے آہستہ آہستہ سولہ ہو گئے پھر کچھ پریاں بھی آ گئیں اور اٹھارہ سال ان کو پڑھایا۔ ایک روز میرا دوست میاں احمد رات کو میرے حجرے میں داخل ہوا تو قوم

جنات نے اس کو مارا اور پھر باندھ کر ڈال دیا۔ میں جب باہر نکلا تو بیچارا رسیوں سے بندھا ہوا پڑا تھا۔ میاں احمد نے بتایا کہ میں آپ کو ملنے آرہا تھا کہ یہ بلا نازل ہوگئی چنانچہ میں قوم جنات پر ناراض ہوا اور ان کو درس سے فارغ کر دیا لیکن بعد میں وہ معافی مانگنے آگئے چنانچہ ان کو معاف کر دیا۔

گستاخ اولیا کی شامت: آپ نے لکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا کچھ مسئلہ دریافت کیا میں نے اس کو جواب دیا پھر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق اس نے گستاخی کے الفاظ کہے۔ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس گستاخ کے پاس سے فوراً اٹھ کر اپنے حجرہ میں چلا گیا ادھر اس گستاخی کے سبب اس شخص کا ذہن الٹ گیا اور پاگل ہو کر ماؤں بہنوں کو گالیاں دیتا تھا۔ سات دن بعد میرے پاس لے آئے میں نے اس کو سمجھایا کہ تو نے حضور غوث اعظم کی شان میں گستاخی کی ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر یہ عذاب رہے گا تو نماز پڑھ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ بنا کر التجا کر کہ یا اللہ تیرے محبوب بندے کی شان میں مجھ کمینے سے بے ادبی سرزد ہو گئی ہے تو اسے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ میں آئندہ ایسی بے ادبی نہیں کروں گا چنانچہ اس کو دعا کرائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت عطا فرما دی۔

وصال: آپ اپنے مریدین کے پاس بیٹھے وعظ و نصیحت فرما رہے تھے اور طبیعت خراب ہونے پر گھر تشریف لے گئے۔ آپ پر فالج کا اٹیک ہوا اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔ بروز ہفتہ دسمبر 1956 کو یہ آفتاب ولایت غروب ہو گیا۔

جنازہ: آپ کے جنازہ کے لئے حافظ سید حسن علی گیلانی جبی والے آئے اور

جنازہ پڑھانا چاہا لیکن پیر شاہ عالم شاہ گیلانی میانوالی آگئے اور بتایا کہ صبح تہجد کے وقت میرے گھر پر دستک ہوئی ابھی میں باہر نہ نکلا تھا کہ آواز آئی پیر صاحب گھنڈ والے وصال فرما گئے ہیں آپ نے جنازہ پڑھانا ہے میں باہر آیا تو کوئی نظر نہ آیا۔ حافظ سید حسن علی گیلانی نے فرمایا کہ پھر آپ جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ گورنمنٹ ہائی سکول کے گراؤنڈ پر پیر شاہ عالم شاہ صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار وانڈھی گھنڈ والی میں مرجع خلائق ہے۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے پیر عبیداللہ شاہ، محمد حفیظ اللہ شاہ پیر مستانہ اور پیر محمد اقبال شاہ تھے۔ آج کل پیر ظفر الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں جو کہ پیر محمد حفیظ اللہ شاہ کے صاحبزادے ہیں۔

حوالہ جات:

قلمی نسخہ گھنڈ نامہ جو کہ حضرت علامہ محمد خان قادری صاحب نے عنایت فرمایا

گھنڈ نامہ از محمد آفتاب سہیل شاہ

مفتی محمد حسین شوق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(پپلاں) : نام محمد حسین اور شوق تخلص تھا۔ آپ حضرت علامہ غلام محمود کے نامور صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش 1912 میں وانڈہ مقرب پپلاں ضلع میانوالی میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد محترم ایک بلند پایہ عالم دین تھے لہذا آپ نے ابتدائی تعلیم ان سے حاصل کی۔ چونکہ سفر کر کے تعلیم حاصل کرنا بزرگوں کا دستور رہا ہے اس لئے آپ نے بھی دین کا علم حاصل کرنے کے لئے مختلف علماء کے در پر جا

کرحاضری دی اوران سے علم کے موتی چنے۔آپ کے اساتذہ میں مولوی غلام لیسین وال بھچراں تھے۔پھر آپ نے اپنے والد کے شاگرد مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جھمرہ شریف میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔اس کے علاوہ مولانا مہر محمد گجرات، مولانا ولی اللہ اور مولانا غلام رسول المعروف انہی والے بابا کی خدمت میں بھی حصول تعلیم کے لئے قیام کیا۔آپ نے کچھ اسباق حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پڑھے۔پھر دورہ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی مفتی کفایت اللہ دہلوی سے کیا۔

تدریس کے شعبہ سے وابستگی : تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے تدریس کا شعبہ اپنالیا۔پہلے پہل اپنے گھر میں تدریس شروع فرمائی حضرت علامہ زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ مدرسہ واقع ترگ شریف ضلع میانوالی میں ان کے بلانے پر تشریف لے گئے وہاں بڑی محنت سے طلباء کو پڑھایا۔ نماز عصر کے بعد خود طلباء کو سیر و تفریح کے لئے لے جاتے اور راستے میں ان سے عربی اشعار سنتے۔آپ اکثر و بیشتر حضرت فتح محمد بھوروی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اوران کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے انہوں نے ایک دن آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تنخواہ لے کر پڑھانا چھوڑ دو اور اپنے والد گرامی کے مدرسہ میں پڑھایا کرو۔یہ نصیحت کارگر ثابت ہوئی اور آپ خانقاہ محمودیہ میں مدرس کی حیثیت سے آگئے۔پھر اس چمن سے یوں وابستہ ہوئے کہ جگر کا خون دے کر اس کی آبیاری کی۔آپ کو مختلف جگہوں سے کثیر مراعات اور تنخواہ کی پیشکش ہوئی لیکن آخر تک اس مدرسہ سے وابستہ رہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ جامعہ بہاول پور میں مفتی کے عہدہ

کے لئے پیش کش ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے اس دارالعلوم سے پیار ہے میں غریبوں کے علاقے کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا اگر میں چلا گیا تو میرے والد محترم کی روح پر فتوح کیا کہے گی۔

تدریس علم دین سے محبت: آپ کو تدریس سے اس قدر محبت تھی کہ بغیر پڑھانے کے رہنا پسند نہیں فرماتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی طالب علم تعطیل کے ایام میں بھی سبق پڑھنا چاہتا تو آپ پڑھا دیتے تھے۔طلباء سے محبت فرماتے تھے ان کے لئے کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا بعض اوقات طلباء کا کھانا خود لے آتے تھے۔ آپ نے تقریباً نصف صدی تک لوگوں کو دینی تعلیم دی۔

اس کے علاوہ آپ کا فتویٰ بھی مستند مانا جاتا تھا اور دور دور سے لوگ آپ کا فتویٰ لینے حاضر ہوتے تھے۔مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے فتاویٰ سے بہت متاثر تھے اور شاگردوں کو مولانا شوق کے فتاویٰ کے مطالعہ کی ہدایت فرماتے اور فرماتے تھے کہ مولانا شوق فقہ سے فقہ نکالتے ہیں۔

آپ کی شخصیت: مولانا شوق بہت کم گو اور سادہ شخصیت کے مالک تھے ۔تہبند کرتا اور دستار زیب تن فرماتے لیکن پروقار اور صاحب وجاہت نظر آتے تھے۔ اپنے مشائخ عظام کا بہت احترام فرماتے۔آپ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سرشار تھے خصوصاً میلاد شریف کے پروگراموں میں شرکت کرتے۔آپ شب بیدار اور تہجد گزار تھے حتیٰ کہ اوائل عمر ہی سے آپ کا شب بیداری کا اہتمام تھا۔

آپ کی تحریر کردہ کتب: آپ نے کئی موضوعات پر کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے جن میں کچھ کے نام یہ ہیں (۱) جام حیات (۲) السیف البارق

(۳) کلمۃ التقویٰ (۴) الجود والعطاء (۵) نجوم ہدایت

شاعری: آپ کو شاعری کا بھی شغف تھا آپ نے فارسی، اردو اور سرائیکی میں شاعری کی اور شوق تخلص تھا اور غالباً شوقیہ شاعری فرماتے تھے۔ آپ کا شاعرانہ کلام آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے۔

آپ کے تلامذہ: (۱) مولانا غلام یٰسین قریشی ڈنگ (۲) مفتی محمد نواز جال (۳) شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی بھکر (۴) مولانا محمد اشرف سیالوی سرگودھا (۵) مولانا مشتاق احمد چشتی گولڑہ (۶) پیر طریقت مولانا حافظ محمد مظہر قیوم پپلاں (۷) مفتی میاں محمد علیہ الرحمہ میانوالی (۸) علامہ ریاض محمود پپلاں (آپ کے فرزند) (۹) پروفیسر عبدالکریم قاسم پپلاں اور بہت سے دوسرے۔

وصال مبارک: ایک مرتبہ حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی پپلاں کسی مرید کے ہاں تشریف لائے تو مفتی صاحب سے بھی ملاقات کے لئے آپ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت آپ تدریس فرمارہے تھے حالانکہ ان دنوں طبیعت سخت ناساز تھی لیکن اس کے باوجود تلاوت قرآن مجید اور تدریس کا کام جاری رہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اب آپ کے لئے آرام بہت ضروری ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتے ہوئے طلباء کو پڑھاتے ہوئے میری روح پرواز کرے۔

مولانا حافظ اللہ بخش صاحب خطیب غوثیہ مسجد پپلاں تحریر فرماتے ہیں کہ ان دنوں ہم اپنے استاد کی ناسازی طبیعت کی وجہ سے آپ کے گھر پڑھنے جاتے تھے ہم طالب علم حاضر خدمت ہوئے استاد محترم تشریف لائے فرمانے لگے کہ رات طبیعت خراب تھی

صبح نماز بیٹھ کر پڑھی ہے ہم نے عرض کی کہ آپ کی خرابیٔ صحت کی وجہ سے پڑھائی کی چھٹی کر لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ آج تو پڑھ لو ہو سکتا ہے کہ آج ہمارا آخری سبق ہو پھر موقع نہ ملے۔ ہم نے سبق پڑھ لیا واپس ہوئے تو استاد محترم کو زیادہ تکلیف ہوگئی۔ ڈاکٹر کی طرف بھاگے واپس ہوئے تو آپ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ آپ کا وصال 17 اکتوبر 1985 کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا سید احمد چشتی صاحب نے پڑھائی ہزاروں لوگ دور دور سے آپ کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے بھی تعزیتی خط تحریر کیا اور آپ کے اہل خانہ سے تعزیت کی۔

آپ کی اولاد: آپ کے چار صاحبزادے حکیم فیاض محمود صاحب، علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب، صاحبزادہ اختر محمود صاحب اور صاحبزادہ اصغر محمود صاحب ہیں۔ آج کل علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب خانقاہ محمودیہ کے منتظم ہیں اور اس ادارے کو بحسن وخوبی چلا رہے ہیں۔

حوالہ: تحقیقی کتاب صد سالہ تاریخ خانقاہ محمودیہ پپلاں از پروفیسر عبدالکریم قاسم صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لیاقت آباد

حضرت خواجه محمد پیر بخش شاه کاظمی چشتی سیالوی رحمته الله تعالیٰ علیه (خواجه آباد شریف):

میانوالی کے بلند پایہ اولیائے کرام میں سے ایک نام حضرت خواجہ محمد پیر بخش شاہ کاظمی کا ہے۔ آپ حضرت دادا دوست محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے ہیں اور سادات کاظمی ہیں۔ آپ کی پیدائش 1860 میں دندی کے مقام پر ہوئی جو دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد محترم سید شرف حسین شاہ سے حاصل کی جو نہایت نیک سیرت اور عالم بزرگ تھے۔ آپ کی اعلیٰ دینی تعلیم کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا ہے ہاں آپ کا لڑکپن سے ہی عبادت و ریاضت کی طرف رجحان تھا۔

دریائے سندھ کے جنگلوں میں اللہ کا ذکر: دریائے سندھ کی سرکش موجیں جہاں شہروں اور بستیوں کو مٹاتی رہی ہیں وہیں اس دریا کے کنارے جنگل اللہ والوں کو خوب تنہائی میسر کرتے تھے۔ آپ بھی اکثر جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ کے ذکر سے ویران جنگلوں کو آباد و شاد کرتے تھے۔

ملاخیل کے پہاڑ اللہ کے ذکر سے گونج اٹھے:

جنگلوں سے نکل کر آپ نے ملاخیل کے خوبصورت پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا لیا اور اللہ کے ذکر سے انہیں آباد کر دیا۔ وہاں موجود ایک خوبصورت پہاڑی ٹیلے پر حضرت بابا خاصہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے آپ اکثر وہاں بھی تشریف لے جاتے اور ان

پہاڑوں کے غاروں میں آپ نے چلہ کشی اختیار فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اور خدمت انسانیت بھی: آپ کا معمول تھا کہ ان پہاڑوں کے اندر جو چشمے تھے ان سے پانی بھر بھر کر لاتے اور پہاڑ کے ساتھ ساتھ جو راستے بنے تھے ان پر جا کر رکھ دیتے تا کہ گزرنے والے مسافر پانی سے سیراب ہو سکیں بہت عرصہ تک لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ پانی کون رکھ جاتا ہے۔ شاید اپنے بندوں سے محبت اور ان کی خدمت کا یہی انداز اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا۔ آپ کو خواب کی حالت میں اپنے راہبر طریقت کی نشاندہی کی گئی۔ آپ اس مرد درویش کی بارگاہ میں جا کر حاضر ہوئے جس کی شہرت خوشبو کی طرح پھیل چکی تھی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں سیال شریف حاضر ہو گئے اور آپ سے بیعت ہو گئے۔

سیال شریف حاضری بیعت اور خلافت: آپ سیال شریف حاضر ہو کر سلوک کی منازل اپنے پیر و مرشد کی راہنمائی میں طے کرنے لگے اور جلد آپ کو خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلافت بھی عطا فرما دی۔

تذکرہ دوست محمد خیلاں میں آپ کی تعریف:

خاندانی شجرہ کے اندر حکیم علامہ عطا محمد صاحب مرحوم و مغفور آپ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں " خواجہ میاں پیر بخش شاہ صاحب خلف شرف حسین شاہ۔ یہ صالح اور مشہور ہستی خواجہ سیالوی سے خرقہ خلافت یافتہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ جسامت کے لحاظ سے بڑے مضبوط، وجیہہ اور قد کاٹھ کے انسان تھے۔ پیر سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اپنے گھر سے سیال شریف (تقریباً دوسو کلومیٹر) سے زیادہ مسافت پا

پیادہ طے کرتے ہوئے جب وہاں پہنچتے تو اپنی سیادت سے بے نیاز لنگر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ لکڑیاں پھاڑتے، گارا اٹھاتے اور کسی کام میں عار محسوس نہ فرماتے۔ ادب و نیاز کو انتہا تک پہنچا دیا اور جس نے پایا ہے ادب و نیاز سے پایا ہے۔ نگاہِ ولی سے تقدیر بدل گئی۔ میاں پیر بخش سے خواجہ پیر بخش ہو گئے۔ قبولیت عامہ و جذب و قلوب کے ڈنکے آسمان و زمین میں بجنے لگے۔ ان کی بستی وندی سے خواجہ آباد شریف بن گئی۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے اور آپ کے مناقب ان گنت ہیں"۔

وصال مبارک: آپ معمولی سے بیمار ہوئے اور ایک روز دریافت فرمایا کہ آج کیا تاریخ اور کون سا مہینہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ آج صفر کی 22 تاریخ ہے۔ فرمایا اچھا یہ تو میرے شیخ محترم کی وصال کا دن ہے۔ پھر کلمہ پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جا پہنچے۔ آپ کا وصال 22 صفر 1334ھ بمطابق 1915ء کو ہوا۔

مزار مبارک کی منتقلی: آپ کا مدفن پہلی آبادی دندی میں بنایا گیا تھا جو دریائے سندھ کے کنارے پر تھا۔ کچھ عرصہ بعد سیلاب نے تباہی مچادی اور شہر کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے غلام نصیر الدین شاہ کو خواب میں حکم فرمایا کہ تم اپنا سامان یہاں سے لے جاؤ اور میرا مدفن بھی منتقل کر دو۔ بہت سے لوگوں کے ہمراہ لحد کھولی گئی تو آپ کا جسد مبارک موجود نہ تھا۔ تمام لوگوں کے ہوش و حواس اڑ گئے اور قبر بند کر دی گئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں صاحبزادگان پر نیند کا غلبہ ہوا اور آپ نے اتنے لوگوں کے جمع ہونے پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ دو تین آدمی باوضو ہو کر درود پاک پڑھ کر قبر کھولیں اسی لئے میں یہاں سے چلا گیا ہوں کہ تم نے بہت

سے لوگوں کو جمع کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ کے فرمان پر عمل کیا گیا۔ قبر کھولی گئی تو آپ موجود تھے۔ جن چند آدمیوں نے آپ کے جسد اطہر کو قبر سے نکالا تھا ان کے مطابق آپ کا جسم مبارک ثابت اور سالم تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ خواب استراحت میں ہیں اور آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ چنانچہ آپ کو موجودہ خواجہ آباد شریف میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک بہت خوبصورت سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے دور سے نظارہ کرنے پر عجیب روحانی سکون ملتا ہے۔

آپ کی اولاد: آپ کے دو صاحبزادے خواجہ غلام فرید شاہ اور خواجہ غلام نصیر الدین شاہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) تھے دونوں صاحبزادے سیال شریف سے خلافت یافتہ تھے۔ خصوصاً خواجہ غلام نصیر الدین شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت نام پایا۔ ان دونوں کا الگ الگ ذکر موجود ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ فوزالقال فی خلفائے پیرسیال
۲۔ انوارشمسیہ
۳۔ تذکرہ دوست محمد خیلاں
۴۔ الحبیب (رسالہ)

فخر السادات حضرت علامہ پیر سید محمد شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ (موازوالا شریف نزد موچھ):

حضرت سید محمد شاہ کاظمی کا تعلق سادات کاظمی گھرانے سے ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت پیر سید [illegible] محمد شاہ بھی بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت 1902ء میں موازوالا شریف نزد موچھ ضلع میانوالی میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: چونکہ سادات کا یہ گھرانہ علمی لحاظ سے بہت آگے تھا۔ آپ کے والد خود عالم تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ان ہی حاصل کی۔ پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت کے میدان کے شہسوار تھے۔

بیعت و خلافت: آپ کے چچا حضرت مراد علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ مدفون بھور شریف جو حضرت خواجہ شمس العارفین پیر سیال کے فیض یافتہ اور خلیفہ تھے۔ آپ کے خاندانی شجرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت مراد علی شاہ کا آخری وقت آ پہنچا تو آپ نے پوچھا غلام یحیٰی شاہ کہاں ہے؟ غلام یحیٰی شاہ حضرت پیر سید محمد شاہ کے بھائی تھے اور پیر مراد علی شاہ کو ان سے بے حد محبت تھی لیکن ملازمت کی وجہ سے موجود نہ تھے۔ چنانچہ پیر سید محمد شاہ صاحب حاضر ہو گئے عرض کی باباجی آپ کا غلام حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا کالو تیرے نصیب اچھے ہیں (چونکہ آپ سانولے رنگ تھے تو آپ کو کالو کہا) آپ نے پیر سید محمد شاہ کو گلے لگایا اور کچھ راز کی باتیں بتائیں اور آپ

نے وصال فرمایا۔ اس کے بعد آپ کا عروج شروع ہوا اور بزرگوں کی نگاہ میں معزز ہوئے اور خلقت نے ہجوم کیا۔ آپ کے والد صاحب کا بھی پیری مریدی کا سلسلہ تھا ان کے مریدین بھی ٹوٹ پڑے اور مضافات سے حاجت مند آتے اور جھولیاں بھر کر جاتے۔ حتیٰ کہ بلوچستان اور پنجاب سے دور دور سے لوگ آپ کے مرید ہونے آتے تھے۔

حسن اخلاق: آپ کے بھتیجے محمد ابراہیم شاہ (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) فرماتے ہیں کہ آپ بے حد خوش اخلاق، سخی اور غریب پرور تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا آپ تقسیم فرما دیتے تھے اور آپ کا لنگر ہر وقت چلتا رہتا تھا۔ آپ کی سخاوت بعد از وصال بھی جاری و ساری ہے۔ ماسٹر سید محمد امیر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قبرستان سے گزر رہا تھا۔ آپ کے روضہ مبارک کے قریب پہنچا تو عقیدت و محبت کی وجہ سے فاتحہ کی خاطر روضہ پاک میں چلا گیا۔ فاتحہ پڑھتے ہوئے میرے دل میں خیال کی ایک لہر آئی کہ زندگی میں جب کبھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو آپ چائے پلائے بغیر نہیں جانے دیتے تھے۔ فاتحہ پڑھ کر مزار سے باہر نکلنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک شخص ہاتھ میں چائے لئے آ پہنچا اور مجھے چائے پیش کی۔ میں نے کہا بھائی کسی اور کو دے دو تو وہ بولا میں آپ ہی کے لئے لایا ہوں۔ میں نے چائے پی اور اللہ تعالٰی کے ولی کی عنایات کا اور معترف ہو گیا۔

سفر حج: آپ کو سفر حج کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ کوئٹہ سے واپسی پر حجاج کرام کو دیکھا کہ حج کو جا رہے ہیں تو دل جذبات سے معمور ہوا اور زیارت کے اشتیاق میں سارا سال روتے گزار دیا۔ ایک مرتبہ لاہور میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ

کے مزار پاک پر حاضری دی اور وہاں زیارت حرمین کی دعا کے درخواست گزار ہوئے۔آپ کو کشف قبور بھی حاصل تھا۔چھٹے دن حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا **قل اعطیت اسئلك یا موسیٰ** اے موسیٰ جو نے سوال کیا تجھے عطا کر دیا گیا۔اس جواب سے آپ اس قدر مطمئن ہوئے کہ اعلان فرمادیا کہ جو شخص فقیر کے لفافہ میں درخواست دے گا۔اس کا نام قرعہ اندازی میں ضرور نکل آئے گا۔ قرعہ اندازی ہوئی تو اخبار کی اطلاع کے مطابق آپ کا نام موجود نہ تھا۔لوگوں نے عرض کی حضور آپ نے تو کہا تھا کہ نام ضرور نکل آئے گا۔آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سامان تیار رکھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ڈاکیا خط لے کر آ گیا کہ آپ کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا ہے۔آپ کراچی کے حاجی کیمپ میں رپورٹ کریں۔

آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ جب حج کی تیاریاں شروع ہوئی تو گھر میں ایک گائے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔120 روپے میں اس کو فروخت کیا اور یہی زادراہ بنا۔والدہ محترمہ از حد پریشان تھیں۔عرض گزار ہوئیں کہ کہیں سے قرض لے لیں رقم بہت کم ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ وہ ذات بے نیاز ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔جب گھر سے روانگی کا وقت آیا اور آپ گھر سے الوداع ہوئے تو ملنے والوں کا بہت ہجوم ہو گیا لوگ پھولوں کی بجائے نوٹوں والے ہار گلے میں ڈال رہے تھے حتیٰ کہ اتنے ہار ڈالے گئے کہ پائی خیل سٹیشن تک تین مرتبہ آپ کے گلے سے ہار اتارنے پڑے۔آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے اخراجات کے لئے رقم بھیج دی ہے پریشان مت ہونا۔

آپ کا کشف: محمد ابراہیم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا جان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا تھا۔ایک دن چکوال سے ایک عالم صاحب تشریف لائے آپ اس وقت نماز کی تیاری کے لئے اٹھ رہے تھے۔اسے دیکھتے ہی مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا۔میں بھاگ کر گیا اور گھر سے 5 روپے لے آیا۔آپ نے اس عالم صاحب سے ملاقات کر کے 5 روپے اس کے حوالے کر دیئے اور فرمایا کہ میں وضو کرنے جا رہا ہوں نماز کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہوگی۔لیکن وہ عالم صاحب عرض گزار ہوئے کہ جناب میں نے بھی موچھ میں تقریر کرنی ہے اس لئے اجازت چاہوں گا۔ چنانچہ وہ واپس ہوا۔محمد ابراہیم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے پیچھے حالات کی تحقیق کے لئے روانہ ہوا۔آگے جا کر وہ عالم صاحب مڑے اور مجھے فرمایا کہ بیٹے حکومت نے مجھے ضلع بدر کر رکھا ہے اور آج انتہائی مجبوری کا عالم تھا میرے پاس ضروریات کے لئے کچھ نہ تھا۔میں یہی ارادہ لئے حاضر ہوا کہ اگر واقعی اللہ والے ہیں تو مجھے بن مانگے عطا کر دیں گے۔میں قربان جاؤں ان کی فراست پر میرے دل کا حال جان لیا اور مجھے مدعا عرض کرنے سے پہلے ہی 5 روپے عطا فرما دیئے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال 25 اکتوبر 1965 کو آپ کے مرید نہال خان کے گھر کوئٹہ میں ہوا۔سفر کے آغاز سے پہلے ہمرائیوں سے فرمایا کہ دعا کرو سفر میں موت آئے کہ یہ بھی شہادت صغریٰ ہے۔آپ کی میت کو موازوالا نزد موچھ لایا گیا۔جنازے کے بعد ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ دفن کیا گیا۔

خلفاء: آپ کے مریدین کا سلسلہ سندھ اور بلوچستان میں دور دور تک پھیلا ہوا ہے اور آپ کے خلفاء کی تعداد 70 کے قریب ہے۔

عرس مبارک: آپ کا عرس ہر سال مارچ میں منایا جاتا ہے اور سندھ، پنجاب اور بلوچستان سے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مزمل شاہ صاحب اور محمد ہاشم شاہ صاحب ہیں۔ حضرت علامہ سید محمد مزمل شاہ صاحب بہت بڑے عالم فاضل شخصیت ہیں اور اپنے والد محترم کی طرح حسن اخلاق اور سخاوت کا مرقع ہیں۔

اس مضمون کی تیاری کے لئے جناب حضرت علامہ محمد مزمل شاہ صاحب، جناب محمد حفیظ اللہ شاہ صاحب، جناب محمد ابراہیم شاہ صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فخر المدرسین علامہ ابوالفتح محمد اللہ بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (شادیہ):

میانوالی کی سرزمین میں ایسی ذہین وفطین ہستیاں ہو گزری ہیں جن کا نام آج بھی بڑے ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے خصوصاً جن لوگوں نے علم دین کو سیکھا اور اس کو آگے پھیلانے میں اپنی زندگیوں کو وقف کیا یہ لوگ اصل میں اللہ کے ولی ہیں اور جن کے نام اور کارنامے آج بھی لوگوں کو یاد ہیں۔ سرزمین شادیہ ضلع میانوالی میں جنم لینے والے مناظر اسلام مولانا محمد اللہ بخش بن مولانا فضل احمد 12 جون 1929 کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن حفظ کر کے دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ علم دین کی لگن میں میانوالی شہر کے حافظ محمد احمد جو دیوبندی عقائد کے حامل تھے، سے ابتدائی کتابوں کا علم حاصل کیا۔ اس کے بعد سیال شریف کے مدرسہ میں حضرت مولانا عطا محمد چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلۂ علم کو آگے بڑھایا۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دورۂ حدیث مکمل کیا اور 1956 میں دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

درس و تدریس: آپ نے درس و تدریس کا آغاز مدرسہ احسن المدارس راولپنڈی سے کیا وہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کی اس دوران آپ نے ایک مسجد میں خطابت کے جوہر بھی دکھائے۔

واں بھچراں (ضلع میانوالی) کے مدرسہ میں: ملک مظفر خان ایک انتہائی نیک منش، بزرگوں، اولیائے کرام اور علمائے کرام کا بڑا عقیدت مند انسان تھا۔ ان کی زیر نگرانی ایک مدرسہ قائم تھا۔ اس مدرسہ کے لئے آپ کا انتخاب ہوا اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رضامندی اور

حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت سے آپ کو واں بھچراں لایا گیا۔ یہاں آپ نے زبردست تدریس کی اور بے شمار شاگرد بنائے اور مدرسے کو چار چاند لگا دیئے۔

تذکرہ اکابر اہل سنت میں آپ کو خراج تحسین:

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی کتاب تذکرہ اکابر اہل سنت میں ان الفاظ سے ساتھ آپ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ ''واں بھچراں کا ریگزار ایک عرصہ سے مولوی حسین علی (بلغۃ الحیر ان والے) کے دور میں الوہیت و رسالت کی تنقیص کی باد سموم کی زد میں رہا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری نے فسوں کاری کے اس ماحول پر شدید ضرب لگائی تھی۔ بعد ازاں مولوی غلام یٰسین 22 سال تک سنیت کا لبادہ اوڑھ کر جامع مسجد مظفریہ واں بھچراں میں خطیب بنا رہا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دور بین نگاہوں نے اس کو بے نقاب کر کے علیحدگی پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی ان بزرگوں کی توجہ کا ثمرہ تھا کہ مولانا محمد اللہ بخش کی آمد سے قصبہ واں بھچراں گلستان سنیت بن گیا ان کے روح پرور بیانات اہل دل کے لئے نسیم سحری ثابت ہوئے۔ جا بجا صلوٰۃ وسلام کے کیف آور نغمے گونجنے لگے۔ میلاد شریف کے جلوس سے عید کا سماں بندھنے لگا اور واں بھچراں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آپ کے زیر اہتمام یوم رضا منایا گیا۔

دیوبندیوں سے مناظرے: آپ کو مناظرہ میں بھی ید طولےٰ حاصل تھا۔ آپ کا مولوی محمد امیر موضع اترا ضلع سرگودھا سے مسئلہ علم غیب پر کیا گیا مناظرہ بہت مشہور ہوا۔ آپ کے زبردست علمی و عقلی دلائل کے باعث اہل سنت کا مؤقف درست ثابت ہو گیا اور اس عظیم الشان اجتماع میں اہل سنت کو زبردست

کامیابی حاصل ہوئی۔ جس پر خوش ہو کر محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ابوالفتح کا لقب عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی مناظرے کر کے اہل سنت کے عقائد کو حق ثابت کر دیا۔

استاد کا ادب و احترام: اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود آپ اپنے استاد مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ایک جمعرات استاد گرامی کی خدمت میں اور ایک جمعرات اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے استاد مکرم نے بھی ان کو بے پایہ شفقتوں سے نوازا تھا۔ آپ کو اپنے اساتذہ کی دعائیں تھیں جن میں حضور قبلہ محدث اعظم پاکستان جیسی ہستیوں کی دعا بھی شامل تھی اور انہی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ بہت تھوڑی سی زندگی میں بہت زیادہ علم دین پھیلایا اگرچہ آپ صرف 45 سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے لیکن 18 سالہ تدریسی زندگی میں ایسے علماء پیدا کئے جن کا آج بہت بڑا نام ہے۔

آپ کے مشہور شاگرد: آپ کے مشہور شاگردان رشید یہ ہیں۔

۱۔ مولانا پیر محمد چشتی پشاور ۲۔ مولانا حاجی محمد علی لاہور

۳۔ مولانا عبدالوہاب اچھروی لاہور

۴۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالوی واں بھچراں میانوالی

۵۔ مولانا بشیر احمد جہلمی آزاد کشمیر

آپ کا وصال مبارک: آپ کا وصال 22 ستمبر 1974 کو دل کا جان لیوا دورہ پڑنے سے ہوا۔

حوالہ: تذکرہ اکابر اہل سنت

حضرت خواجه حافظ سید محمد سدید الدین گیلانی العمروف خواجه پیر جند وڈا شاه گیلانی رحمته الله تعالی علیه (وڑچھه شریف ضلع خوشاب):

آپ کا اصل وطن عیسیٰ خیل تھا۔آپ کی ولادت باسعادت اندازاً 1254ھ/1838ء کو عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہوئی۔

خاندان سادات گیلانی: گیلانی سادات کا یہ خاندان حضرت عبدالرحمن دھلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد ہے جن کو حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرومرشد ہونے کا فخر حاصل ہے۔

آپ کے والد محترم حضرت سید محمد معظم علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت نیک اور بزرگ ہستی تھے آپ صاحب لفظ تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے الفاظ نکلتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام پورا ہو جاتا لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی کے لئے دعا فرماتے تو فرماتے کہ اگر یہ کام اڑھائی پہر میں ہو جائے تو یہی کہنا کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور اس ناچیز غلام کی طرف سے ہوا ہے۔ساتھ ہی گھوڑی پر سوار ہو کر کہتے کہ یا اللہ عزوجل ہم اس شہر سے جا رہے ہیں اگر یہ کام نہ ہوا تو واپس نہ آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھ لیتا۔لوگ ان کو واپس گاؤں میں لے آتے کہ حضور آپ کی دعا مقبول ہوگئی ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم کے متعلق یہی معلوم ہوا ہے کہ آپ نے دو سال کے عرصہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔آپ بہترین قاری اور اجل حافظ قرآن تھے۔عیسیٰ خیل کے قاضی صاحبان کے مدرسے میں علم حاصل کرتے رہے پھر آپ

نے مکھڈ شریف کے مشہور زمانہ مدرسہ میں تکمیل تعلیم فرمائی۔

آپ کے والد محترم کی وصیت: آپ کے والد محترم کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت جند وڈا شاہ کو بلا کر چند وصیتیں کیں اور فرمایا کہ ان پر سختی سے عمل پیرا ہو گے تو کامیاب و کامران ہو گے۔

۱۔ اپنے ازار بند کو مستحکم رکھنا۔
۲۔ اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کرنا۔
۳۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا۔
۴۔ سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دینا۔
۵۔ کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

یہ ہدایات دے کر آپ نے وصال فرمایا۔

عبادت و ریاضت: آپ نے لڑکپن سے ہی عبادت و ریاضت کا معمول بنا لیا۔آپ عیسیٰ خیل کے مضافات میں پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نکل جاتے کبھی دس بارہ کلومیٹر دور دریائے کرم کے یخ بستہ پانی میں محو ریاضت ہوتے۔انہی کٹھن ریاضت کے مراحل کے دوران آپ کو راہنمائی ملی کہ سیال شریف پہنچ کر بیعت کی سعادت حاصل کرو۔

بیعت و خلافت: ان دنوں سیال شریف میں بہت بڑا چشمۂ فیض جاری تھا۔دور دور سے لوگ آتے اور حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے۔بالخصوص سادات کرام نے تو یہاں سے بے شمار فیض پایا۔میانوالی ضلع میں ایک کو چھوڑ کر آپ کے تمام خلفاء سادات عظام تھے۔چنانچہ

گیلانی سادات کا یہ چشم و چراغ بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا جندوڈا شاہ آ گئے ہو۔ بہت دیر لگا دی ہم تمہارے انتظار میں تھے چنانچہ آپ کو آن واحد میں سلوک کی منازل طے کرا دیں اور خلافت بھی عطا فرما دی۔

اللہ تعالیٰ کے ولی نے حافظ محمد سدید الدین کو جند وڈا شاہ بنا دیا: اللہ تعالیٰ کے ولی کی زبان سے آپ کا نام جند وڈا شاہ کیا خوب ادا ہوا کہ آپ کا یہی نام مشہور و معروف ہو گیا لوگ اصل نام بھول گئے۔

مرآۃ العاشقین میں آپ کا ذکر خیر: خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات کی کتاب مرآۃ العاشقین میں درج ہے کہ حضرت جند وڈا شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمائے اور اس ہستی موہوم سے چھٹکارا ملے تو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا یہ محض عطیۂ خداوندی ہے۔ خدا جسے چاہے عنایت کرتا ہے۔ سائل نے پھر عرض کیا کہ میں آپ کو محبوب سبحانی سمجھتا ہوں مجھے اس کا جام وصال پلا دیجئے آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا

کملے لوک میتھوں ماہی دی پچھدے جھوک
میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں

حضرت جند وڈا شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **الفقر فخری و الفقر منی** مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہی شروع ہوا ہے

۔ اس فقر سے کیا مراد ہے فرمایا صوفیائے کرام کے نزدیک اس سے مراد فاقہ ہے اور یہ فاقہ دل کے لئے نور ہے۔

پیر سیال کی عنایات: حضرت خواجہ سید محمد جندوڈا شاہ گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیر سیال نے اسم اعظم عطا فرمایا آپ اکثر نظریں جھکائے رکھتے تھے اور اگر آپ نظر اٹھا کر کسی چیز کو دیکھ لیتے تو وہ اللہ اللہ کرنے لگ جاتی۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال میں حاجی مرید حسین چشتی تحریر کرتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ نور پور تھل تشریف فرما ہوئے تو ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔ ایک بد بخت نے کہا کہ آج کل کے پیروں نے پکھنڈ بنایا ہوا ہے حقیقت کوئی نہیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ اس نے پھر دہرایا۔ آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا جب وہ باز نہ آیا اور بار بار اس بات کو زور زور سے کہنے لگا تو آپ نے فرمایا ''میاں سارے پیر کھیاں نہیں ہوتے'' پھر اس کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے اس کے قلب پر نظر کی تو اس کا قلب سینے سے باہر آ گیا اور اللہ ہو، اللہ ہو کہتا ہوا اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سینکڑوں راجپوت ہندو سکھ مسلمان ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔

وڑچھہ شریف آمد کی وجہ: وڑچھہ شریف سکیسر پہاڑ کے دامن میں آباد ایک بستی ہے۔ وڑچھہ شریف کا ایک شخص بھیرہ شریف سے ایک عورت اغوا کر کے لے آیا۔ اس کے ورثا نے حضرت میراں سید محمدی قادری بھیرہ شریف کی بارگاہ میں عرض پیش کی۔ آپ خود چل کر وڑچھہ شریف آئے اور اس شخص کو حکم دیا کہ مغویہ عورت کو ورثا کے حوالے کر دے۔ ان بدبختوں نے وہ عورت واپس نہ کی اور ساتھ ہی نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ اللہ کے ولی کو غصہ آ گیا اور انہوں نے ان سب کو

بددعا دی "وڑچھ بھک دا کڑ چھا" چنانچہ اس کے بعد فقیر کی بددعا سے ان لوگوں کا جینا حرام ہو گیا بھوک و افلاس نے ان کو گھیر لیا۔ اسی خاندان کے کچھ لوگوں نے حضرت خواجہ محمد الدین ثانی سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بزرگوں کے کئے پر ندامت کا اظہار کیا کہ ہم ان کی غلطی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں تو حضور خواجہ ثانی نے حکم دیا کہ جاؤ سید جند وڈا شاہ گیلانی کو اپنے ہاں لے جاؤ۔ آپ صاحبزادہ صاحب کا حکم پاتے ہی ان کے ساتھ چلے گئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی لیکن مستقل اقامت سے انکار کیا چنانچہ وڑچھ شریف کے لوگ پھر حضور سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت جند وڈا شاہ صاحب کی مستقل رہائش کا سوال کیا چنانچہ اس طرح گیلانی سادات کا یہ خاندان اپنے پیر و مرشد کے حکم کے تحت یہاں آباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کے دم قدم سے ان کے دن پھیر دیئے اور وہاں کے لوگ ایک مرتبہ پھر خوشحال ہو گئے۔

اللہ کے ولی نے اپنے وصال کی خبر پہلے دے دی: جناب حاجی مرید حسین چشتی فوذ القال فی خلفائے پیر سیال میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شہزادہ حافظ سید محمد سلیم شاہ گیلانی اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ سید جند وڈا شاہ گیلانی نے اپنے وصال کی خبر اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کو آٹھ یوم قبل دے دی تھی۔ آپ نے اپنے فرزند سے فرمایا "فرزند من! میرا یوم وصال فلاں روز ہے لہذا کوئی حاجت اور سوال ہو تو کر سکتے ہو یہ خیال نہ کرنا کہ میں تجھے تنہا چھوڑ کر جا رہا ہوں بلکہ یہ شریعت کا حکم ہے جو تمام اولیاء اللہ نے پورا فرمایا ہے ورنہ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ

ہمہ وقت تمہاری زندگی میں تمہارا ساتھ دوں گا میری قبر کو نہ چھوڑنا۔ دوسری خاص بات یہ کہ سیال شریف کی راہ نہ چھوڑنا۔ آپ نے قبل از وصال متواتر چار ماہ کا عرصہ مستقل طور پر وڑچھ شریف میں گزارا۔ پہلے آپ وڑچھ شریف میں اپنے مریدین کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ آپ کا قیام اعوان منگیال خانوادہ کے ایک فرد کے ہاں تھا۔ جمعرات کا روز تھا کہ آپ اپنی قیام گاہ سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کا جم غفیر ہو گیا یہ بھی اسم اعظم کی برکت تھی۔ وڑچھ شریف کے پاس ایک پہاڑی ٹیلہ ہے جس کا رقبہ 500 کنال ہے آپ اس پہاڑی ٹیلے پر جانے لگے تو آپ کی معیت میں مخلوق خدا کا مجمع کثیر تھا۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ایک ایک پتھر اٹھاتے جائیں جب آپ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو سڑک بن چکی تھی آپ نے لوگوں کو متوجہ کر کے فرمایا "کیا آپ کو علم ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"۔ لوگوں نے بیک زبان ہو کر عرض کیا حضور! ہمیں علم نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ کل میرا وقت وصال ہے اور میری قبر کی جگہ یہی ہے۔ پھر آپ نے اپنی قبر کی جگہ کی نشان دہی بھی فرما دی۔ تاکیداً ارشاد فرمایا مجھے اسی مقام پر دفن کرنا آپ کے فرمودات سن کر تمام لوگ زار و قطار رونے لگے۔

آپ نے اپنے دلبند حضرت خواجہ سید غلام دستگیر گیلانی کو پنجابی میں فرمایا لعل گمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس پہاڑی کو خشک جان کر یہاں سے چلے نہ جانا۔ یہ پہاڑی کابل بھی ہے اور کشمیر بھی۔ دوسرے دن جمعتہ المبارک تھا جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو نماز مغرب کا وقت تھا۔ آپ کے اکلوتے فرزند اور جملہ عقیدت مند موجود تھے۔ آپ نے سب لوگوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے کہا اور خود حجرہ

مبارک میں باجماعت نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہو کر جلدی جلدی اپنی چار پائی پر تشریف لائے اور دراز ہو گئے۔ سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت شروع کردی۔ ایک بار مکمل پڑھ چکنے کے بعد دوبارہ نصف تک پہنچے ہی تھے کہ روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کرگئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا وصال مبارک 7 ربیع الثانی 1334ھ مطابق 11 فروری 1916ء موافق 24 ماگھ 1972ب کو وڑچھہ شریف شہر ضلع خوشاب میں ہوا۔ تجہیز و تکفین آپ کے فرزند ارجمند نے کی۔ وڑچھہ شریف کے پہاڑی ٹیلے پر متعینہ مقام پر آپ کا مدفن مرجع خلائق ہے عالی شان گنبد بنا ہوا ہے۔

کشف و کرامات: (۱) حضرت سید محمد جندوڈا شاہ گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم ذات کا کثرت سے ذکر کرتے تھے اور لڑکپن سے ہی ریاضت کی کثرت کرتے تھے۔ نوافل بڑی پابندی سے ادا فرماتے تھے۔ آپ بہت بلند پایہ بزرگ اور صاحب لفظ تھے۔ آپ کی کرامات آج بھی زبان زد عام ہیں۔ فوز المقال میں حاجی مرید احمد چشتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت جو کہ اولاد سے محروم تھی آپ کی خدمت میں آ کر رونے لگ گئی۔ آپ نے قریب کھڑی عورت سے پوچھا بختاں بہن! مائی کیوں روتی ہے۔ عرض کرنے لگی حضور! یہ کچھ کے علاقے سے آئی ہے اور اولاد سے محروم ہے اور اس وجہ سے سخت پریشان ہے آپ کی خدمت میں دعا کے لئے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کی ہے تو پھر صفیں تو بنا لیتی ہوگی۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ اسے کہو جتنی صفیں بنا کر مسجد کو دے گی اللہ تعالیٰ اتنے بچے دے گا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور تین صفیں بنا کر مسجد میں رکھیں اللہ تعالیٰ نے اس کو تین فرزند عطا فرمائے۔

(۲) حضرت سید غلام رسول شاہ ولد محبوب شاہ ساکن تلہ گنگ ضلع چکوال راوی ہیں کہ مارچ اپریل 1907ء میں تلہ گنگ میں طاعون کی وباء پھیلی۔ روزانہ تعداد اموات تقریباً 40 تک پہنچ گئی تھی۔ ہم نے خود دیکھا کہ ایک گھر سے کتا نکلا جس منہ خون آلود تھا کتے کے ساتھ ایک جوان عورت بھی نکلی اس نے کہا سب فوت ہو گئے ہیں اور یہ کتا انہیں کھا کر آرہا ہے۔

میرے والد صاحب نے مجھے قبلہ عالم حضرت سید محمد جندوڈا شاہ گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں وڑچھہ شریف بھیجا کہ انہیں اپنے ساتھ تلہ گنگ لائیں۔ میں جب وڑچھہ شریف پہنچا تو حضرت نماز عصر ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ عرض کیا حضور تلہ گنگ سے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد فرمایا تم کون ہو؟ میں نے والد ماجد کا رقعہ پیش کیا۔ عبارت کچھ اس طرح تھی حضور! ہمارے شہر میں طاعون کی وباء پھیل چکی ہے۔ روزانہ چالیس چالیس افراد کے جنازے اٹھتے ہیں۔ براہ کرم ہمارے ہاں تشریف لا کر بطفیل سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہماری مدد کیجئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ صبح چلیں گے۔ دوسرے روز علی الصبح عازم تلہ گنگ ہوئے۔ راستے میں جہاں جہاں سے آپ گزرے لوگ بڑی تعداد میں آپ کی زیارت کے لئے موجود ہوتے تھے۔ سفر کرتے کرتے شام کو تلہ گنگ پہنچے۔ ہمارے والد اور دادا نے حضرت کے قیام و طعام کا انتظام کیا ہوا تھا۔ نماز مغرب باجماعت ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم پہلے اپنا کام کریں گے بعد ازاں کھانا کھائیں گے۔ حضرت نے اپنی کالی گھوڑی پر سوار ہو کر شہر کے ارد گرد کڑا دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک سوار کی بجائے دو سوار ہیں۔ حضرت نے شہر کا کڑا مکمل کیا اور اپنی قیام گاہ پر

تشریف لائے۔ ہمارے والد اور دادا نے استفسار کیا کہ حضور آپ کے ساتھ دوسری بزرگ ہستی کون تھی؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا جب اصرار حد سے بڑھا تو ارشاد فرمایا" شاہ صاحبان! میرے ساتھ میرے جد اعلیٰ غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ چنانچہ بیماری کا نام ونشان تک مٹ گیا اور لوگ آسودہ ہو گئے۔ لوگوں نے خوشی میں آ کر یہ گرہ بنائی۔

پئی گھن دی پلے پوبندی ساڑھیاں
شالا جیوے محمد جندوڈا شاہ تمیں حکم بیماریاں

شادی بیاہ کے موقع پر عورتیں برکت کے لئے پہلے یہ گرہ الاپتی ہیں۔

تصانیف: آپ نے کچھ کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جن کو چھ کتاب کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس میں آپ کا منظوم سلسلۂ چشت اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مبارک سراپا۔ حلیہ مبارک کے نام سے اور بارہ ماہ پنجابی شامل ہیں۔

اولاد: آپ کا صرف ایک صاحبزادہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی ہوا۔ جنہوں نے وڑچھ شریف میں آپ کا خوبصورت روضہ تعمیر کرایا۔

عرس: آپ کا عرس 7 ,6 ,5 ربیع الثانی کو ہر سال منعقد ہوتا ہے۔

حوالہ جات:

فوز المقال

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (جال پپلاں):

آپ کی پیدائش موضع جال (پپلاں) میں 11 مئی 1928 کو ہوئی۔ آپ کے والد حافظ گل محمد نیک، دیندار، سادہ اور درویش انسان تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم دلوانے کے لئے اولاد پر خاص توجہ دی۔ مفتی محمد نواز نے ابتدائی دینی تعلیم پپلاں میں جامعہ محمودیہ رضویہ سے حاصل کی۔ جہاں پر شیخ الحدیث اور مفسر قرآن مولانا غلام محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مہتمم تھے۔ آپ نے مفتی محمد حسین شوق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے کوٹ رادھا کشن، قائد آباد، پپلاں، ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر اور سرگودھا کے دینی مدارس میں پڑھایا۔ آپ اعلیٰ پائے کے شریں بیان مقرر تھے اور مثالی مدرس کے اوصاف بھی رکھتے تھے۔ مولانا کے ہم عصر مقررین میں مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عنایت اللہ آف سانگلہ ہل، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا حافظ احسان الحق اور مولانا محمد شریف بھکر شامل ہیں۔ جنرل ضیاء الحقؒ کے دور میں آپ اسلامی نظریاتی کونسل میں مشیر مقرر ہوئے۔

مفتی محمد نواز فقہ حنفیہ پر دسترس رکھتے تھے سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ جاری کیے جو انتہائی مدلل اور معتبر ہوئے ہیں۔ مفتی صاحب کو تیتر، مرغابی، بٹیر اور مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ اپنے استاد گرامی مفتی محمد حسین شوق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ترگڑ انوالہ میں مرغابی کا شکار کیا اور تیرہ مرغابیاں ان کے سپرد کیں اور خوشی خوشی اس شکار کی مہم سے واپس آئے۔ 1988 میں آپ کے جواں سال بیٹے ملک محمد متین

رضا کو قتل کر دیا گیا اس سانحہ کے بعد آپ گھر میں مقیم ہو گئے اور فتاویٰ نویسی کا کام کرتے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نواز صاحب نے 1995 میں وفات پائی۔

حوالہ جات: غیر مطبوعہ کتاب تاریخ پپلاں از پروفیسر عبدالکریم قاسم پرنسپل گورنمنٹ کالج پپلاں۔

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (عیسیٰ خیل):

حضرت قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو عیسیٰ خیل میں بڑے قاضی کے لقب سے مشہور تھے اور مفتی اعظم تھے۔ دور دور سے لوگ فتویٰ حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کا تعلق ہاشمی خاندان سے ہے جنہوں نے عیسیٰ خیل میں علم دین کی محبت کو پروان چڑھایا۔ اس خاندان میں بہت سے عالم پیدا ہوئے۔

تذکرہ ہاشمی خاندان: آپ کے دادا محترم حضرت مولانا قاضی شیخ احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو فاضل اجل عالم بے بدل حضرت مولانا محمد علی مکھڈ وی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ نے ان سے علمی اور روحانی فیوضات و برکات حاصل کیں۔

استاد کی دعا کی برکت: حضرت مولانا محمد علی مکھڈ وی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کھانا مکھڈ کے پراچگان سے باری باری آتا تھا حضرت مولانا محمد علی مکھڈ وی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ اپنے شاگردوں میں سے ایک کو باری باری اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ قاضی شیخ احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی اپنی باری آنے پر حضرت مولانا محمد علی مکھڈ وی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ساتھ کھانے کا شرف بخشا۔

آپ نے حضرت کے ہاتھ دھلائے اور اپنے ہاتھ بھی دھوئے۔ کھانے کے برتن سے سرپوش اٹھایا تو مرغی اور حلوہ موجود تھا۔ قاضی صاحب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ کھاؤ قاضی صاحب نے کہا کیا کھاؤں یہ تو مرغی اور حلوہ ہے آج جناب کے ساتھ یہ کھاؤں گا کل یہ نہ ملے گا اور مجھ سے نفس طلب کرے گا یا تو دعا فرمائیں کہ مجھے ہر روز کھانے میں مرغی اور حلوہ ملے تو پھر میں آپ کے ساتھ کھاؤں گا ورنہ نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی مکھڈ وی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے شاگرد کو دعا دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر آپ کی جنگل میں بھی رات آ گئی اور کھانے کی حاجت ہوئی تو آپ کو انواع و اقسام کے کھانے میسر ہوئے اور یہ معمول ساری زندگی رہا۔

حضرت قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد قاضی نور زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو اپنے وقت کے جید عالم دین اور فاضل اجل تھے آپ نے بھی سند فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔

حضرت قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ آپ کے ماموں حضرت علامہ قاضی نور کمال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فارغ التحصیل جامعہ الازہر (مصر) تھے اور حضرت علامہ رہبر شریعت صاحب طریقت منبع فیوض و برکات عارف باللہ مولانا فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد محترم تھے۔ حضرت بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ قاضی نور کمال صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اتنے علوم دینی سے نوازا ہے کہ پھر مجھے کسی اور استاد کی ضرورت نہیں رہی۔

تعلیم و تربیت: حضرت مولانا قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے

ابتدائی تعلیم پرائمری سکول عیسیٰ خیل سے حاصل کی اور ساتھ وظیفہ اور انعام بھی حاصل کیا۔ عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر ضلع میانوالی کے دیہاتوں یعنی سندھ پار کے مشہور عربی مدرسین سے علم سیکھتے رہے۔ اس کے بعد مکھڈ شریف حضرت مولانا غوث زمان غلام محی الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تلمیذ کا شرف حاصل کیا اور آپ کے اسباق حضرت غوث زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے نماز تہجد کے وقت ہوتے تھے۔

آپ کے استاد محترم کا کشف: حضرت مولانا قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے اپنے گھر سے عیسیٰ خیل سے سوہن حلوہ تیار ہو کر آیا۔ آپ نے اپنے دل میں یہ نیت کر لی کہ آدھا حلوہ میں خود کھاؤں گا اور آدھا اپنے استاد محترم حضور غوث زمان غلام محی الدین مکھڈوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں پیش کروں گا اور عملی قدم کے طور پر آدھا حلوہ غوث زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس وقت بغرض استراحت بالاخانہ (روشنی) پر تشریف لے گئے تھے، پیش کرنے کے لئے گئے تو حضور غوث زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بالاخانہ کی سیڑھیوں پر تشریف لا رہے تھے۔ آدھی سیڑھیاں قاضی صاحب اور آدھی سیڑھیاں حضرت غوث زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے طے فرمائیں۔ نیچے تشریف لانے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ کہ قاضی صاحب حلوہ لا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ آدھا سفر وہ طے کریں اور آدھا سفر میں طے کروں۔ سبحان اللہ۔ اللہ والوں کا یہ کشف کہ وہ دلوں کے بھید بھی جان لیتے ہیں۔

ہندوستان میں تحصیل علم: آپ 1309ھ میں جب فارغ التحصیل ہونے کے قریب ہوئے تو حضرت غوث زمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت

لے کر عازم دیو بند ہوئے اور وہاں مولوی محمود الحسن شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند کی شاگردی اختیار کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی قاضی غوث محمد بھی دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہم درس علماء میں مولوی احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا مخدوم محمد اکبر علی چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جامعہ اکبریہ میانوالی وغیرہ شامل ہیں۔
حضرت قاضی صاحب نے وہاں دو سال قیام کیا اور 1311ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور تحریری امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی آپ کو انعام میں موطاء امام محمد اور ایک خوبصورت فاونٹین پین دیا گیا۔ یاد رہے کہ فاونٹین پین ان دنوں برصغیر میں نیا نیا آیا تھا اور قیمتی تحفہ تصور ہوتا تھا۔

عیسیٰ خیل میں خطابت و درس و تدریس: تحصیل علم کے بعد وطن واپس پہنچنے پر آپ کو اپنے استاد محترم حضرت علامہ مولانا غوث زمان غلام محی الدین مکھڈوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوانین عیسیٰ خیل کا امام اور خطیب مقرر کیا۔
آپ اس دوران طالبان علم کی پیاس بھی بجھاتے رہے اور ساتھ ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر قاضی صاحب کی قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آواز ایک مانوس آواز تھی جس کو ہر خورد وکلاں بڑے شوق سے سنتا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین اور وافر صلاحیتوں سے نوازا تھا جن میں ایک صلاحیت خوشنویسی بھی تھی۔ آپ بہت خوبصورت تحریر لکھتے تھے اس لئے آپ کو اپنے استاد محترم حضرت علامہ مولانا غوث زمان غلام محی الدین مکھڈوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کتاب ہاتھ سے لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنی خوبصورت تحریر سے موتی پرو

دیئے اور آج بھی مکھڈ شریف لائبریری میں وہ کتاب موجود ہے۔

وصال: یہ علمی آفتاب و مہتاب 1937ء میں غروب ہوا اور آپ اپنے آبائی گورستان بھور شریف میں مدفون ہوئے۔

اولاد: آپ کے بعد آپ کے فرزند مولانا قاری محمد حمید اللہ فارغ التحصیل ریاست ٹونک (انڈیا)، قاضی محمد ابوبکر فارغ التحصیل حزب الاحناف لاہور اور قاضی محمد ہاشمی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز و فارغ التحصیل جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) امام و خطیب جامع مسجد خوانین صاحب عیسیٰ خیل رہے۔

پروفیسر خلیل الرحمن ہاشمی عیسیٰ خیل کا غیر مطبوعہ مضمون جس سے یہ تمام معلومات اخذ کی گئیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا مثالی تعاون شامل حال رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں ترقیاں عطا فرمائے (آمین)

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد ہاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (عیسیٰ خیل):

ہاشمی خاندان کے قاضی صاحبان کو یہ شرف رہا ہے کہ اس خاندان میں نامور عالم دین پیدا ہوئے۔ مفتی قاضی محمد ہاشمی کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا آپ کے والد مفتی قاضی محمد حفیظ اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔

بشیر احمد بیگ عیسیٰ خیل ''یادرفتگاں'' میں آپ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

صاحبزادہ حضرت علامہ حافظ مفتی محمد ہاشمی جو صورت و سیرت اور علم و عرفان میں اپنے اسلاف کا پرتو تھے۔ طویل عرصہ کلمتہ الحق کی سر بلندی اور دین حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہ کر 31 دسمبر 2005ء کو سینکڑوں سوگواروں کو داغ مفارقت دے کر دارالفنا سے دارالبقا چل بسے۔ آپ کی ولادت باسعادت ایسے دیندار گھرانے میں ہوئی جہاں ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ گھر میں علم و حکمت اور شریعت و طریقت کا چراغ روشن تھا چنانچہ آپ کی تعلیم کی ابتداء گھر سے ہوئی بعد ازاں اپنے نانا مرحوم حضرت قاضی نور کمال جو علم و فضل میں اوج ثریا پر فائز تھے ان کے دینی مدرسہ بازار والی مسجد میں داخل رہ کر سند فراغت حاصل کی علاوہ ازیں آپ دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم میں بھی پیچھے نہ رہے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل سے نمایاں حیثیت سے پاس کیا بعد ازاں بی اے، فاضل اردو، فاضل عربی، فاضل فارسی اور ایم اے کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے امتیازی پوزیشن سے پاس کیے۔ آپ کو بیک وقت اردو،

انگریزی، عربی اور فارسی پر پوری قدرت حاصل تھی۔ آپ شعبہ تعلیم میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے۔ علم دین کے حصول کی لگن آپ کو جامعہ رضویہ فیصل آباد کے علمی حلقہ درس میں لے گئی جہاں محدث کبیر حضرت علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمہ سے سند و دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد عیسیٰ خیل میں اپنے بزرگوں کی مسند سنبھالی اور درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا اور تبلیغ اسلام کو اپنا شعار بنا لیا جہاں آپ ایک اعلیٰ مبلغ و مدرس تھے وہاں آپ صاحب قلم بھی تھے چنانچہ آپ نے وعظ، فقہ اور تفسیر پر کئی کتب تصنیف فرمائیں جو آپ کا بلند پایہ علمی شاہکار ہیں۔ عربی فارسی میں بعض نعتیہ کلام ساٹھ ستر کے قریب اشعار پر مشتمل ہے آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ بھی موجود ہے علاوہ ازیں عربی زبان سے اردو میں تفسیر کا ترجمہ بھی کیا جو کہ آپ کی وسعت علمی کی عکاسی کرتا ہے اور ان دنوں زیر طباعت ہے۔ آپ بڑے خوش الحان قاری بھی تھے قرات کی ادائیگی کا یہ عالم تھا کہ سننے والوں کو مسحور کر دیتا اور رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کو علم تجوید (قرات) پر کمال درجہ عبور حاصل تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مدینۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کو علوم ظاہری و باطنی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ ساری عمر تبلیغ دین میں گزار دی اور خود دین اسلام کے پابند رہے۔ انتہائی سادگی اور مسکینی میں زندگی بسر کی۔ سادہ لباس اور سادہ غذا استعمال فرماتے۔ لوگوں کی رہنمائی کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہے۔ آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے اور یہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم 1973ء میں آپ کو در گوہر بار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر لے گیا آپ نے پروفیسر خلیل الرحمن ہاشمی کو بتایا کہ احقر نے رسالت مآب صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار عالیہ پر اپنی داڑھی سے جاروب کشی کی ہے اور پھر عزت بخاری کشمیری علیہ الرحمہ کا فارسی شعر پڑھا

ادب گاہیست کہ زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ ام آید جنید و بایزید ایں جا

(ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا روضۂ اطہر اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی زیادہ نازک تر ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ اور بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے اپنی سانسیں روک لیں کہ سانس بلند ہو گئی تو کہیں گستاخی نہ ہو جائے۔

آپ کا وصال مبارک 31 دسمبر 2005 کو ہوا۔ آپ نے اپنے پیچھے دو فرزند ارجمند چھوڑے ہیں افضال احمد ہاشمی اور سجاد احمد ہاشمی نیز آپ کے حقیقی بھانجے پروفیسر علامہ خلیل الرحمن جو کہ مرکزی عیدگاہ عیسیٰ خیل کے خطیب بھی ہیں اپنے اسلاف کا عملی نمونہ اور نعم البدل دکھائی دیتے ہیں اور ان دنوں عوام الناس کو علوم دینیہ سے سیراب فرما رہے ہیں۔

آئے بھی گئے بھی وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں اے لئیم
وہ گنج ہائے گراں مایہ تو نے کیا کیے

حوالہ: روزنامہ نوائے وقت (یادرفتگان) بشیر احمد بیگ عیسیٰ خیل

حضرت سید محمد یوسف حسین شاہ وارثی چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(شہباز خیل):

حضرت سید محمد یوسف شاہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق ہندوستان کے شہر اجمیر شریف سے تھا۔ آپ 1898ء میں حضرت سید معروف حسین شاہ اجمیری کے گھر پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ اور نیک بندے تقریباً 1935ء میں شہباز خیل تشریف لائے اور تقریباً 50 سال سے زائد کا عرصہ یہاں گزارا اور اسی جگہ وصال فرما کر یہیں پر آسودۂ خاک ہوئے۔

خاندانی پس منظر: آپ کا تعلق سادات کے معزز خاندان سے ہے۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشینوں میں شامل رہا ہے۔

شہباز خیل آمد کی وجہ: آپ کو خواب میں حضرت عبدالصمد ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار، مسجد اور کنویں کی زیارت کرائی گئی اور حکم دیا گیا کہ آپ وہاں جا کر ان کی خدمت کریں۔ شہباز خیل کے قبرستان میں غربی جانب ایک نو گز لمبا مزار ہے جو بہت قدیم ہے اسی مزار اور مسجد کی خدمت کا آپ کو حکم ملا۔ چنانچہ آپ نے رخت سفر باندھا اور نکل پڑے مختلف جگہوں پر گئے لیکن مطلوبہ مقام حاصل نہ ہو سکا۔ آخر کار میانوالی اور پھر شہباز خیل پہنچے اور آپ کو وہی منظر دیکھنے کو ملا جو آپ

نے خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت عبدالصمد شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد جو کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی بہت خستہ حالت میں تھی اسی طرح آپ کا مزار مبارک بھی حالات کی ستم ظریفی کا شکار نظر آتا تھا چنانچہ آپ نے خدمت پر کمر باندھ لی اور اس مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا اور مزار شریف کی دیکھ بھال شروع کر دی۔

آپ نے ملک غلام رسول ولد محمد زمان قوم ترلا کے ہاں رہائش قبول فرمائی۔ آپ کا اکثر وقت عبادات میں گزرتا تھا آپ کا معمول تھا کہ اکثر روزے سے ہوتے اور خصوصاً ہر ماہ دس روزے ضرور رکھتے بہت کم کھاتے پیتے تھے رمضان شریف کا پورا مہینہ اعتکاف فرماتے تھے۔ ماہ ربیع النور شریف میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا میلاد پاک بڑی محبت وعقیدت سے مناتے اور میانوالی شہر کے جلوس میں شرکت کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ آپ انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے آپ کے اندر عاجزی وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ نے انتہائی مسکینی کے ساتھ اپنا وقت گزارا۔ ہر شخص آپ کا از حد ادب واحترام کرتا تھا۔

خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس مبارک: آپ خاتونِ جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے از حد محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور ہر سال 16 رجب کو آپ کا عرس بڑے ادب و احترام سے مناتے تھے۔ 16 رجب کی رات ذکر واذکار اور تلاوت کلام پاک میں گزاری جاتی۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مند بھی بڑی محبت سے شریک ہوتے۔ لوگ اپنے اپنے گھر کا دودھ لے کر آتے اور جمع کرتے جاتے۔ پھر سب لوگ حضرت عبدالصمد شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے اور قریب ہی واقع

لنگر شہید کے مزار پر بھی حاضری دی جاتی ۔ صبح تمام دودھ حاضرین اور ارد گرد کے لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد بھی اس عرس کو جاری رکھنا ہے۔ چنانچہ آج بھی 16 رجب کو خاتونِ جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس باقاعدگی سے منایا جاتا ہے۔

ارد گرد کے اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری:

آپ اکثر ارد گرد کے مزارات پر حاضری دیتے تھے خصوصاً موسیٰ خیل میں حضرت ناگ سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر ضرور جایا کرتے تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ سکیسر کے پہاڑوں میں چلہ کشی اختیار کی اور اللہ کے ذکر سے پہاڑوں کو آباد کیا۔

کشف و کرامات: (۱) محترم جناب حاجی محمد نصر اللہ خان ایڈووکیٹ ضلع کچہری میانوالی نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میانوالی بار کے انتخابات ہو رہے تھے میں بھی صدارت کا امیدوار تھا۔ میرا مدمقابل ملک عبدالکریم ایڈووکیٹ تھا جس کے ساتھ بہت سخت اور زوردار مقابلہ ہو رہا تھا۔ میرے دوست میجر سلطان اکبر خان نے مشورہ دیا کہ شہباز خیل جا کر حضرت یوسف شاہ اجمیری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے ہیں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے اور اپنا مدعا پیش کیا۔ آپ نے نصر من اللہ وفتح قریب پڑھ کر میری پیٹھ پر تین دفعہ تھپکی دی اللہ تعالیٰ نے مجھے ان تین تھپکیوں کے بدلے میں تین ہی ووٹوں سے کامیابی وکامرانی عطا فرمادی۔

(۲) محترم جناب گل بیگ خان صاحب سکنہ کھباڑانوالہ ضلع میانوالی اپنا واقعہ بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرا بھائی آپ سے بیعت ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے جناب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری کے لئے کہا۔ ہم اکٹھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ رجب کے مہینے میں آجانا چنانچہ ہم واپس آگئے۔ جناب گل بیگ خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی پیر طریقت کی تلاش میں تھا اور میرے دل میں خواہش تھی کہ میں ان شاہ اللہ قادریہ سلسلے میں بیعت کروں گا اور اس بات کا اظہار میں نے کسی کے آگے نہ کیا تھا اس دوران رجب کا مہینہ آگیا میں اپنے بھائی کے ہمراہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بھائی کے لئے بیعت کی گزارش کی۔ جناب شاہ صاحب عموماً چشتیہ سلسلے میں بیعت فرماتے تھے۔ میرے بھائی کو بیعت کرنے کے بعد مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی میں سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت لینے کا مجاز ہوں۔ آپ کے منہ سے یہ بات سنتے ہی مجھے یقین آگیا کہ آپ نے میرے دل کی بات جان لی ہے چنانچہ میں نے آپ سے گزارش کی کہ حضور مجھے بھی اپنی غلامی میں قبول کرلیں اور آپ نے مجھے بھی بیعت فرمالیا۔

وصال مبارک: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 25 مئی 1988 کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار مبارک مسجد عثمانیہ شہباز خیل کے ساتھ ہے۔ اس عثمانیہ مسجد کو بھی آپ نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ سہ بارہ تعمیر کا سنگ بنیاد آپ ہی نے رکھا لیکن آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کی وفات کے بعد یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

آپ کا مزار اسی مسجد کے ساتھ موجود ہے۔

....

مجاہد ملت مرد مجاہد مرد قلندر فاتح تختہ دار حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (میانوالی):

بے باک سپاہی ہے وہ افواج نبی کا　　جذبہ لئے پھرتا ہے حسین ابن علی کا
وہ مرد جری مرد مجاہد ہے نیازی　　دل جس سے لرز جاتا ہے بد بخت شقی کا

دامن انسانیت کسی بھی دور میں عبقری اور انقلاب آفرین شخصیات سے خالی نہیں رہا اس کے ہر شعبۂ زندگی میں ایسی بلند پایہ اور عظیم شخصیات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ قومی و ملی زندگی میں پیش آنے والے مختلف بگاڑ کی اصلاح کا کام لیتا ہے۔
مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی شخصیت بر صغیر پاک و ہند کی ان نامور شخصیات میں سے ایک ہے جن کی زندگی حیات ملی کا ایک مستقل باب اور جن کی سیرت و کردار قافلۂ حریت کے شہسواروں کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

پیدائش و تعلیم: آپ کی پیدائش یکم اکتوبر 1915 اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام ذوالفقار خان تھا۔ آپ کا تعلق عیسیٰ خیل کے مشہور پٹھان قبیلے نیازی سے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کنڈل کے پرائمری سکول میں حاصل کی پھر میٹرک کا امتحان عیسیٰ خیل ہائی سکول سے اچھے نمبروں میں پاس کیا۔ حالانکہ آپ بچپن ہی سے والدین کی شفقت سے محروم ہو چکے تھے لیکن ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کی مثل میٹرک کے بعد آپ نے لاہور میں حکیم الامت

حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے قائم کردہ مدرسہ اشاعت الاسلام میں داخل ہو کر ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ پھر منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج میں بی اے اور 1940 میں ایم اے کر لیا۔ وہیں 6 سال تک تدریس بھی فرماتے رہے اسی دوران آپ نے تحریک پاکستان میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور طالب علمی کے دور ہی سے قائداعظم کے ساتھی بن کر پاکستان بنانے کی مہم میں شامل رہے۔

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد: اسی طالب علمی کے دور میں مولانا نیازی نے 1937 میں میاں محمد شفیع، حمید نظامی، جسٹس انوارالحق، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور ابراہیم علی چشتی وغیرہ کے تعاون سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی۔ جس کے پہلے صدر میاں محمد شفیع دوسرے حمید نظامی اور تیسرے صدر مولانا نیازی منتخب ہوئے۔ مارچ 1941 میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائداعظم کی صدارت میں لاہور میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد کی جس میں دیہی علاقوں میں تحریک پاکستان کو منظم طور پر چلانے کے لئے ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' تشکیل دی گئی مولانا نیازی اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔

تحریک پاکستان میں بھرپور کردار: آپ نے تحریک پاکستان میں ایک انتہائی فعال اور جذباتی کردار ادا کیا۔ 1946 میں جب کانگریس کی چیرہ دستیوں اور اسلامیانِ ہند کے لئے حق خود ارادیت سے صریح انکار پر قائداعظم نے ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا تو آپ کالج کی مصروفیات چھوڑ کر تحریک پاکستان میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ 1942 میں مسلم لیگ ضلع میانوالی کے صدر منتخب ہوئے پھر آپ کو صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن منتخب کر لیا گیا۔ 1943 میں آپ

صوبائی مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ 1946 میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی سے ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد 1951 میں دوسری مرتبہ صوبائی اسمبلی کے عومی انتخاب میں حصہ لیا اور ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ میں مفاد پرستوں کے چھا جانے اور حکومت پر ابن الوقتوں کا تسلط ہو جانے کی وجہ سے آپ نے اسمبلی میں اپوزیشن کی بنچوں پر بیٹھنا پسند کیا اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی مساعی جمیلہ کا آغاز کرتے ہوئے اسمبلی میں بل پیش کیا۔ حرمت سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ جیسے ملی مسائل پر تقاریر کیں۔

تحریک ختم نبوت میں انقلابی کردار (فاتح تختہ دار): قادیانیوں کی سرگرمیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو اس وقت علمائے کرام نے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے لائحہ عمل تیار کیا۔ مولانا نیازی اس تحریک کے سرگرم اور فعال ترین لیڈر رہے۔ مسجد وزیر خان کو مرکز بنا کر آپ نے ایسی تحریک چلائی کہ عوام اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس تحریک میں بہت سے مسلمانوں نے شہادت پائی اور اسی تحریک کے دوران مولانا نیازی کو گرفتار کر لیا گیا۔ 1953 میں آپ پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ 14 مئی 1953 کو سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور مئی 1955 میں باعزت طور پر بری کر دیا گیا اور اس طرح آپ کو فاتح تختہ دار کا لقب ملا۔ 1974 میں جب دوبارہ ختم بنوت کی تحریک چلائی گئی تو اس میں بھی آپ پیش پیش رہے اور آپ کی کوششوں سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔

میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو جبر کی بات کو
میں نہیں جانتا
میں نہیں جانتا

آپ نے ہمیشہ وقت کے فرعونوں سے مقابلہ کیا اور کسی لحہ پر بھی کمزوری نہ دکھائی اور ان کے مقابلے پر اکیلے ڈٹے رہے۔ آپ پر متعدد بار قاتلانہ حملے کئے گئے لیکن آپ استقامت کے ساتھ مقابلے پر قائم رہے۔ آپ 1988 میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور آپ نے نفاذ شریعت کے لئے بے حد کوششیں کیں۔ 1990 کے الیکشن میں پھر ممبر قومی اسمبلی بنے اور ساتھ ہی وزیر بلدیات کا عہدہ آپ کو تفویض ہوا۔ 1994 میں سینیٹر منتخب ہوئے۔ اس تمام دورانیہ میں آپ نے بے شمار دینی خدمات سر انجام دیں۔ مختلف ممالک میں جا کر بھی تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔

وصال: آپ نے 2 مئی 2001 کو بروز بدھ بعارضہ قلب وفات پائی۔ آپ کا جنازہ ہاکی سٹیڈیم میانوالی میں پڑھا گیا۔ علماء، مشائخ اور عوام کی کثیر تعداد نے جنازے میں شرکت کی اور آپ مجاہد ملت کمپلکس روکھڑی موڑ میانوالی میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ نے چونکہ شادی نہیں کی تھی اور مجردانہ زندگی بسر کی تھی اس لئے آپ کی اولاد نہ تھی صرف اور صرف آپ کے عقیدت مند ہی تھے جو آپ کو اولاد کی طرح پیارے تھے۔

مجاہد ملت کا اثاثہ: اتنی بلند پایہ شخصیت جس نے بہت سے اعلیٰ ترین عہدوں پر کام کیا ان کا اثاثہ 4 جوڑے کپڑے، 13 چکن، 4 کلاہ اور ایک عصا تھی۔ کوئی بنک بیلنس نہیں تھا یہ لمحہ فکریہ ہے ان کے لئے جو آج کل کے سیاست دان ہیں اور ایک مرتبہ عہدہ ملنے کے بعد کروڑ پتی بن جاتے ہیں۔

یادگاری ٹکٹ: 14 اگست 2003 کو آپ کی تحریک پاکستان میں خدمات کے اعتراف میں ایک یادگاری ٹکٹ جاری کیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ 1987 میں آپ کی انہی خدمات کے صلے میں حکومت پنجاب نے آپ کو گولڈ میڈل بھی عطا کیا تھا۔

بیعت و خلافت: آپ کی بیعت حضرت فقیر قادر بخش سجادہ نشین آستانہ عالیہ میبل شریف ضلع بھکر سے تھی۔ لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ایک بہت بڑی روحانی شخصیت خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قطب مدینہ سیدی حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ نے صرف محمد صادق قصوری صاحب کو بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حوالہ جات:

﴿۱﴾ = مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی از محمد صادق قصوری

﴿۲﴾ = نذر مجاہد ملت از محمد صادق قصوری

﴿۳﴾ = تحریر پروفیسر محمد اشفاق چغتائی مرحوم رسالہ بادبان

حضرت میاں محمد عرف دادا ورالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (پائی خیل):

پائی خیل نیازی پٹھانوں کا اہم قصبہ ہے جو میانوالی سے تقریباً 27 کلومیٹر کے فاصلے پر میانوالی عیسیٰ خیل روڈ پر واقع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت میاں محمد ورالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آج سے تقریباً 180 سال پہلے ہوگزرے ہیں، کا مزار ہے۔

آپ اعوان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی سکونت اس شہر کے مشرقی کنارے پر تھی۔ آپ کے متعلق تحریری معلومات کہیں سے دستیاب نہیں ہوسکی ہیں صرف سینہ بہ سینہ ملنے والی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقرب بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے کرتے بلند مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ آپ نے پائی خیل شہر کے قریب پہاڑوں میں واقع مختلف جگہوں پر چلہ کشی کی۔ ان میں ایک جگہ پر راقم الحروف کو بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ انتہائی پرسکون جگہ پر ایک پہاڑی غار ہے جسے ایک لمبی سی پہاڑی چٹان نے کمرے کی شکل دے دی ہے قریب ہی میٹھے پانی کا چشمہ ہے اس جگہ آپ نے متعدد بار چلہ کشی کر کے اللہ کی عبادت میں وقت گزارا۔

بیعت و خلافت: پائی خیل کے قریب ہی کھٹی شریف واقع ہے یہاں پر میانوں کا خاندان آباد ہے جن میں بڑے بڑے علماء اور اولیا ہوگزرے ہیں۔ انہی میں ایک حضرت میاں غلام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد تھے اور انہی کی طرف سے آپ کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا گیا تھا۔ میاں غلام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت حافظ رانجھا یاریاں والا ضلع سیالکوٹ سے

تھی۔

مسجد کی تعمیر اور آپ کی کرامت: پائی خیل شہر کے وسط میں موجود مسجد جو آپ نے تعمیر کرائی تھی اور آج بھی آپ کے نام پر ورالیاں والی مسجد کے نام پر جانی پہچانی جاتی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے جب مسجد کی دیواریں تعمیر ہو گئیں تو چھت کی تیاری کے لئے لکڑیوں کی ضرورت پڑی چنانچہ آپ مزدوروں اور معماروں کو لے کر پائی خیل شہر کے مشرق میں واقع کوہ نمک پر گئے تاکہ مسجد کی چھت کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لا سکیں۔ لکڑیاں کاٹتے کاٹتے مزدوروں کو پیاس نے ستایا تو انہوں نے پانی مانگا آپ نے فرمایا کہ نیچے برساتی نالے میں جا کر دیکھو کہیں نہ کہیں پانی مل جائے گا۔ مزدور بیچارے دو تین مرتبہ پانی کی تلاش میں نیچے اترے مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا آخر آپ خود گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر فرمایا جاؤ پانی پی لو۔ مزدور نیچے گئے تو دیکھا کہ ایک پتھر تازہ اکھڑا ہوا ہے اور اس سے بننے والے گڑھے سے ٹھنڈا ٹھنڈا، میٹھا میٹھا پانی باہر نکل کر بہہ رہا ہے۔ (یہ وادئ سونگھ سے جنوب مغرب میں موجود ہے اور آج کل اس سے کم از کم 100 کنال زمین سیراب کی جاتی ہے)۔

آپ کی دعا سے عقیدت مندوں کے دن پھر گئے: سوانس کے قیاسی خیل آپ سے از حد محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ اکثر ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کی حضور! ہم بہت غریب ہیں روزگار نہیں ملتا ہے۔ ذرائع آمدنی بہت قلیل ہیں تنگی و ترشی سے گزارہ ہوتا ہے۔ آپ نے قریب ہی واقع پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے

لئے سونا چاندی ہیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد حکومت نے ریلوے لائن بچھانے کا منصوبہ بنایا اور وہاں سے پتھر کی روڑی ریلوے لائن بچھانے کے لئے لے جانے لگے اور ان لوگوں کو گھر کے اندر روزگار میسر آ گیا۔ اس کے علاوہ ان کو رائلٹی بھی ملنے لگی اور وہ بہت جلد خوشحال ہو گئے۔

اولاد: آپ نے شادی نہیں کی تھی لہذا آپ کی اولاد نہیں تھی البتہ آپ کے دو حقیقی بھائی احمد کمال اور خیر محمد تھے۔ احمد کمال کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جو عالم شباب میں فوت ہو گیا تھا البتہ خیر محمد سے اولاد کا سلسلہ چلا اور ان کی اولاد آج بھی موجود ہے۔ آپ کی اولاد میں سے فتح محمد عرشی صاحب نے آپ کے حالات زندگی مہیا فرمائے۔

وصال و مزار پرانوار: آپ کی عمر کا صحیح علم تو نہیں البتہ عالم پیری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پرانوار بہت سادہ ہے اور عام سی قبر ہے مگر اہل بصیرت فیض کے خزانے لوٹتے ہیں۔ یہ مزار پائی خیل کے عام قبرستان میں ہے جس پر پیلو کا ایک گھنا درخت ہے کئی مرتبہ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس درخت کو کاٹ کر قبر پر روضہ بنا دیا جائے مگر آپ نے منع فرمایا کہ جب تک میرے مرشد کی قبر پر روضہ نہیں بنتا میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس واقعہ سے آپ کی اپنے مرشد حضرت میاں غلام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے والہانہ عقیدت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ آپ کے مزار پرانوار تک ہر قسم کی گاڑیاں جاتی ہیں اور 7-6 رجب المرجب کو آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں کراچی تک کے مرید شرکت کے لئے آتے ہیں۔

سارے پیراں وچ پیر ورالی دا جتھے کتھے دیکھو در بار و کھرا   سدی سادی ہے
مزار ورالی دا پیا وسدا ہے انوار و کھرا

خلفاء: حضرت میاں اللہ یار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بوری خیل آپ کے خلیفہ شمار کیے جاتے ہیں۔

تعلیمات: تحریری شکل میں آپ کی تعلیمات نہیں ملتیں تاہم سینہ بہ سینہ بہت سے اقوال زریں چلے آتے ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

﴿۱﴾=تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں لہذا ان کے پاس بھی نہ پھٹکو۔

﴿۲﴾=کوئی ایسی چیز استعمال نہ کرو جس میں تمباکو کی آمیزش ہو اور خاص طور پر حقے سے پرہیز کرو۔

﴿۳﴾=مرشد کا دل وجان سے احترام کرو اور اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو قابل احترام جانو چاہے وہ ایک کتا ہی کیوں نہ ہو۔

﴿۴﴾=خوشی منانے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو جاؤ۔ خوشی کا اظہار ڈھول بجا کر کرنا مجھے سخت ناپسند ہے۔

اس مضمون کی تیاری کے لئے محترم جناب فتح محمد عرشی ایم اے سکنہ پائی خیل، محترم جناب دوست محمد خان سوانسی میانوالی، جناب محمد جاوید خان کلرک ڈی سی آفس سکنہ پائی خیل اور نصیر احمد خان پائی خیل نے خصوصی تعاون فرمایا۔

حافظ محمد عیسٰی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ از اولاد سلطان التارکین حضرت ابراھیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (پرانا قبرستان حافظ محمد عیسٰی موسٰی خیل):

آپ بہت بڑے عالم اور حافظ قرآن تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھے۔ صوفیاء کے عظیم روحانی پیشوا حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے جد امجد تھے۔ آپ کا شجرہ ان کے خاندان کے مولانا علی نور صاحب نے فارسی میں تحریر کیا جس کے متعلق آپ تحریر کرتے ہیں کہ:

فارسی: ایں شجرہ حافظ عیسٰے صاحب بر کتاب صلوۃ مسعودی در مسائل علم فقہ کہ قلمی نوشتہ شدہ است چھاپہ شدہ نیست بر اوراق آں شجرہ نسب مذکور نوشتہ است ازاں نقل کردہ است بدست خود حافظ عیسٰے صاحب نوشتہ است صحیح شدہ زیادہ ازیں یافتہ شد واللہ عالم علی نور بقلم خود۔

شجرہ خاندان عالیہ حافظ عیسٰی علیہ الرحمہ:

غلام قاسم بن محمد صادق بن علی نور بن نور حسین بن ملوک علی بن مصطفٰی بن ہدایت اللہ بن حافظ عیسٰی (علیہ الرحمہ) بن شیخ سلیمان بن شیخ جلال الدین شیخ جمال الدین بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین معروف بفرح شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین معروف بشاہنشاہ بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ بن شیخ واعظ الاصغر بن شیخ واعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح کامخ بن شیخ اسحاق بن شیخ سلطان

استارکین ابراہیم بن شیخ ادھم بن شیخ سلیمان بن شیخ ناصرین بن شیخ عبداللہ بن حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

علاقے میں آپ کا خاندان قوم کلو سے مشہور ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے علی نور صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

فارسی: اس فقیر علی نور ولد نور حسین در تحریر شجرہ حافظ عیسٰے صاحب و اولاد آں ہیچ دقیقہ فروگذاشت است ہر کتب خاندانہائے قدیمانہ ملاحظہ کردہ تحریر کردہ ہیچ تغیر و تبدل تفاوت الا در شجرہ نسب در دفتر سرکاریہ کہ در دفتر سرکاریہ کہ حافظ عیسٰے صاحب قوم کلو گوت جٹ نوشتہ ایں محض غلط است و نیز نوشتہ است کہ از موضع موچھ آمدہ ایں نیز غلط است حافظ عیسٰے صاحب خرج من بلاد خراسان وجاء فی بلاد الہند خصوصاً پنجاب علاقہ سرحد فی بلد باہیاں من وقت رؤسا اقوام گھکڑ حافظ عیسٰے از اقوام کلو نیست بلکہ در اولاد حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ است ووجہ معروف بودن نیست کہ حافظ عیسٰے صاحب زوجہ یعنی بی بی صاحبہ از اقوام کلو بودست بعد از فوتیگی حافظ عیسٰے صاحب و اولاد آن کلو مشہور شدند حافظ عیسٰے صاحب بذات خود از اقوام کلو نیست بلکہ از اقوام قریش است چنانچہ شجرہ نسب ترمیم یافتہ واللہ اعلم

نیازی قبائل کی داستان کے مصنفین جناب ملک محمد اکبر اور نور محمد رازی حافظ محمد عیسٰی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حافظ جی عیسٰی کا مزار پر انوار موسیٰ خیل کے جنوب مشرق میں ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے مزار کو جال (پیلو) اور گری کے درختوں کے ایک جھنڈ نے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ یہ جھنڈ اتنا گھنا ہے کہ سورج کی شعاعیں بھی مزار تک خال خال پہنچتی ہیں ان درختوں کی ٹہنیاں جھک کر کچھ یوں زمین بوس ہو گئی ہیں کہ زائرین کو مزار تک رسائی کے لئے انہیں ہٹا ہٹا کر راستہ بنانا پڑتا ہے چنانچہ زائرین جھک کر مزار تک پہنچ پاتے ہیں یوں لگتا ہے کہ اس حافظ بے بدل اور اپنے دور کے نہایت نیک اور متقی شخص کی عظمت کو خدا نے اس طریقہ سے دنیا میں برقرار رکھا ہوا ہے کہ جو بھی ان کے دربار عالی میں حاضر ہو، جھک کر احترام سے آئے اور سر جھکا کر بیٹھے۔

حافظ جی عیسٰی کا تعلق کلو قبیلے سے ہے وہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں موضع موچھ سے نقل مکانی کر کے موسیٰ خیل میں آئے۔ یہاں کی باہی قوم کے اکابرین نے جو خود یہاں کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے تھے حافظ جی عیسٰی کلو کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ باہی قوم نے انہیں کافی اراضی گزارہ کے لئے دے دی۔ حافظ جی عیسٰی کلو تمام زندگی موسیٰ خیل، سلطان خیل اور بوری خیل کے بچوں کو درسِ کلام پاک دیتے رہے اور ان کے شاگردوں میں سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے جنہوں نے اس صدقۂ جاریہ کو آج تک جاری و ساری رکھا ہوا ہے اور شمع سے شمع جل رہی ہے۔

حافظ جی عیسٰی کثیر العیال تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا فرمائے جن میں سات بیٹے حافظ قرآن تھے جن کے نام حافظ یار محمد، حافظ محمد، حافظ احمد، حافظ رشید، حافظ عبدالرحمن، حافظ عبدالکریم اور حافظ عبدالرزاق تھے جبکہ باقی تین بیٹوں کے نام ابراہیم، عبدالرحیم اور میاں عبدالحکیم تھے۔ ان میں سے ابراہیم عہد طفلی میں ہی وفات پا

گئے تھے جبکہ عبدالرحیم اور میاں عبدالحکیم کے متعلق بھی اغلب ہے کہ یہ بزرگ بھی حافظ قرآن تھے۔

حافظ جی عیسٰی کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بزرگ فنافی القرآن تھے اور ان کی زبان مبارک سے تلاوت قرآن پاک سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے جاری رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور باطن سے نوازا تھا اور ان کا شمار اپنے وقت کے کبائر اولیاء ومشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ سے کوئی سلسلۂ خلافت نہیں کیونکہ آپ کو پیری مریدی کا زیادہ شوق نہیں تھا۔ آپ ایسے سراپا عمل بزرگ تھے جن کا دن شاگردوں کو قرآن کا درس دیتے ہوئے گزر جاتا اور راتیں یاد الٰہی میں صرف ہوتی تھیں۔ آپ از حد مسکین الطبع، حلیم اور بردبار شخص تھے۔ دنیاداری سے برائے نام علاقہ رکھتے تھے۔ شب بیداری اور تہجد گزاری ان کا شعار بن چکا تھا۔ اب بھی ان کے کئی عقیدت مند موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ کئی بار حافظ جی عیسٰی کی قبر مبارک سے تلاوتِ کلام پاک کی آواز سنائی دیتی ہے۔ روایت ہے کہ حافظ جی عیسٰی کے مزار مبارک پر کلام پاک ختم کر کے ان کی روح کو ایصال ثواب کے بعد جو دنیاوی ودینی دعا مانگی جائے وہ فوراً بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی ہے۔ ان کا مزار شریف موسیٰ خیل، بوری خیل اور نواحی بستیوں اور آبادیوں کے لئے مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کی اولاد: حافظ جی صاحب کثیر العیال تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو گیارہ بیٹے عطا فرمائے تھے جن میں اکثر حافظ قرآن تھے جن کے نام یہ ہیں (حوالہ قلمی شجرہ)

۱۔ ہدایت اللہ ۲۔ حافظ محمد ۳۔ حافظ یار محمد ۴۔ حافظ رشید

۵۔ حافظ عبدالحلیم ۶۔ حافظ عبدالرحیم

البتہ آپ کے یہ فرزند لاولد تھے:

۱۔ عبدالرزاق ۲۔ میاں احمد ۳۔ عبدالرحمٰن

۴۔ میاں محمود ۵۔ حافظ صاحب

حافظ یار محمد بن حافظ جی عیسٰی کو بوری خیل قبیلہ تبرک کے طور پر اپنے پاس لے گیا تھا جہاں اب بھی ان کی اولاد موجود ہے۔ آپ کی باقی اولاد موسیٰ خیل اور گرد ونواح میں موجود ہے۔

عرس مبارک: آپ کا عرس ہر سال 16-15 چیت 29-28 مارچ کو بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے اس عرس مبارک کے لنگر کے لئے جناب ہیبت خان ولد مظفر خان سلطانی خیل پٹھان بوری خیل جو ملک کے بڑے ٹرانسپورٹر ہیں بہت شاندار اہتمام کرتے ہیں اور عوام الناس کی بڑی تعداد کے لئے کھانے کا مکمل انتظام خود کرتے ہیں اس کے لئے جتنا خرچ ہو جائے وہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ رقم مہیا کرتے ہیں چونکہ عرس کے دنوں میں ایک جم غفیر اکٹھا ہو جاتا تھا اور قبرستان اور مزار کے ساتھ والی زمین پر فصل خراب ہو جاتی تھی اور زمیندار اس کا شکوہ کرتے تھے چنانچہ اردگرد کی تقریباً دوسو کنال اراضی انہوں نے صرف اس لئے خرید لی کہ عرس کے موقع پر لوگ آرام سے آئیں اور جس جگہ چاہیں قیام کریں اور انہیں تکلیف نہ ہو۔ ان کے علاوہ مجاہد خان ماجوخیل پٹھان سکنہ بوری خیل بھی خصوصی طور پر عرس کی تیاری کے لئے بہت اہتمام کرتے ہیں علاوہ ازیں علاقہ کا ہر شخص آپ کے عرس کے لئے امداد بھی کرتا ہے اور شرکت بھی کرتے ہیں۔

﴿﴾ آپ کا قلمی شجرہ جناب غلام قاسم کلو سکنہ موسیٰ خیل نے مہیا کیا اور اس سلسلہ میں ان کا تعاون مثالی رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مولوی محمد حیات رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مندہ خیل):

مولوی محمد حیات مندہ خیلوی میانہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد محترم کا نام میاں سلطان اکبر تھا۔ آپ کا خاندان غالبًا سیالکوٹ سے میانوالی آیا۔ آپ کے پردادا حافظ عنایت اللہ علیہ الرحمہ جن کا مزار کھشمی شریف میں ہے یہاں علاقہ موچھ سے آئے جس جگہ سے آپ تشریف لائے وہاں سادات کو میاں کہہ کر پکارا جاتا ہے اور میانہ قوم کے لئے بھی یہی لقب ہے (واللہ اعلم) آپ کی تاریخ پیدائش کے متعلق اندازہ کیا جا سکتا ہے چونکہ بوقت وصال آپ کی عمر 95 سال تھی اس لحاظ سے 1881ء آپ کی پیدائش کا سن نکلتا ہے (واللہ اعلم)

تعلیم و تربیت: آپ مولانا نور الزمان شاہ علیہ الرحمہ کوٹ چاندنہ والوں کے شاگرد تھے اور بہت عرصہ آپ نے وہاں کوٹ چاندنہ میں تعلیم حاصل کی اور وہیں سے سند حاصل کی اس کے بعد سہارن پور میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور تکمیل تعلیم کے بعد واپس ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ نے مولانا نور الزمان شاہ علیہ الرحمہ کوٹ چاندنہ سے تعلیم پائی اور ان ہی سے بیعت ہوئے آپ نے بہت عرصہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کیں اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

سنتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر سختی سے عمل: آپ انتہائی مسکین، سادہ اور دین اسلام پر سختی سے

عمل کرنے والے عالم باعمل تھے۔ میاں محمد اشرف شاہ سکنہ وانڈھی گھنڈ والی میانوالی فرماتے ہیں کہ ان کی سنت پر عمل کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے تو دروازے پر تین مرتبہ سنت کے مطابق دستک دی اتفاق سے گھر میں کوئی مرد موجود نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دروازے پر نہ آسکا تو آپ نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ سنت ادا ہوگئی اب واپس چلتے ہیں چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔

رسالہ بادبان میں مولوی علی محمد مظاہری آپ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: مرحوم نے دنیا سے کلیتہً بے نیاز ہو کر تعلیم دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ کثیر و عظیم تعداد میں بزرگان دین نے ان سے علم و ایمان کی دولت پائی۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل میں قرآن و حدیث کی دعوت انہی کے ذریعہ مخلوقِ خدا تک پہنچی۔ جس طرح آپ علم کے روشن چراغ تھے اسی طرح زہد و مجاہدہ اور تصوف و سلوک میں بھی آپ کا بلند مقام تھا۔ ذوق و شوق اور درد و عشق اور جذب الٰہی کی کیفیت غالب تھی۔ بے حد منکسر المزاج تھے کہیں اپنے مقام علم و تقویٰ کا اظہار نہیں فرمایا۔ انتہائی غیور اور بے نیاز واقع ہوئے تھے۔ کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا بلکہ ضرورت مندوں کی اپنی جیب سے مدد کرتے۔ تقریباً چالیس سال درس و تدریس، ارشاد و تلقین اور یاد حق میں مشغول رہ کر رحلت فرمائی۔ آپ نے وصیت کی کہ قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں۔ سنت کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ میری تجہیز و تکفین سنت کے مطابق کی جائے۔ میری قبر کو پختہ نہ بنائیں نہ میری قبر پر روضہ بنائیں عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں نیز قرآن پاک و تسبیح و تہلیل کے ذریعے

ایصال ثواب کریں۔

حضرت علامہ سراج الزمان شاہ کاظمی کوٹ چاندنہ اپنے خاندانی حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کوٹ چاندنہ مدرسہ میں پڑھاتے تھے اور روزانہ سائیکل پر مندہ خیل سے کوٹ چاندنہ پہنچتے۔ ایک دن راستے میں ڈاکوؤں نے آپ سے سائیکل چھین لی لیکن وہ سائیکل لے کر جس طرف جاتے راستہ بند پاتے حتیٰ کہ انہیں احساس ہوگیا کہ یہ کوئی عام شخصیت نہیں ہے اور آپ کے پیچھے جا کر معذرت کے ساتھ آپ کو سائیکل واپس کردی۔

وصال: آپ نے 24 جنوری 1976 بروز جمعہ وصال فرمایا اور مندہ خیل میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔

فقیر حافظ مظفر خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (حافظ والا):

فقیر حافظ مظفر خان ایک عظیم روحانی شخصیت تھے۔ آپ ہی کے دم قدم سے حافظ والا شہر کی بنیاد پڑی۔ آپ کے والد محترم کا نام اغر خان تھا۔ آپ کا خاندان افغانستان سے دہلی آیا اور جنگ آزادی 1857ء کے دوران جب افراتفری کا دور تھا دہلی سے نور پور تھل اور پھر جنڈانوالہ ضلع بھکر میں رہائش پذیر ہوگیا۔ فقیر مظفر خان کی پیدائش 1793ء میں جنڈانوالہ میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت مقامی طور پر حاصل کی اور روحانی مدارج ٹمن ملتان تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کی ایک بزرگ روحانی شخصیت کی معرفت طے کرتے رہے۔ آپ اکثر وہاں مرشد کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے ہی گھر کو خیر باد کیا اور ایک جنگل بیابان جگہ پر ڈیرہ ڈال دیا۔ گھاس پھونس کی جھونپڑی میں اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ پھر انسانی ضروریات کی خاطر آپ نے یہاں ایک کنواں بنوایا۔ اللہ والوں کی کشش لوگوں کو یہاں اس صحرا میں لے آئی۔ آہستہ آہستہ لوگ آپ کی خدمت میں یہیں پر رہنے لگے اور یہ جگہ آپ ہی کی نسبت سے حافظ والا مشہور ہوگئی۔ آپ سے روحانی فیض حاصل کرنے والے بے شمار لوگ تھے خصوصاً سوانس کے علاقے کے لوگ آپ کے بے حد عقیدت مند تھے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کا شاندار روضہ بنانے کا پروگرام بنایا گیا۔ عظیم الشان بنیادیں رکھی گئیں لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر اس کا روضہ نہ بنایا جا سکا۔ آج بھی

آپؒ کے روضہ پاک کی عظیم الشان عمارت آپ سے محبت کرنے والوں کو یاد دلاتی ہے کہ آؤ اور جس محبت سے اس کی بنیادیں ڈالی تھیں اس ادھورے کام کو تکمیل تک پہنچاؤ۔

وصال: آپ کا وصال 10 شوال 1289ھ بمطابق 1872ء ہوا۔

اولاد: آپ کے دو بیٹے فقیر حافظ شیر محمد اور فقیر حافظ فتح محمد تھے۔ فقیر شیر محمد ایک بلند پایہ صوفی شاعر تھے آپ نے متعدد کافیاں تحریر فرمائیں۔ فقیر عبدالمجید خان تحصیل ناظم پپلاں آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔

حوالہ: تحریر شیخ محمد عارف صاحب SST گورنمنٹ ہائی سکول حافظ والا

حافظ محمد عظیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (وٹے پٹ نمل):

کہ بے شک ولی ہست میگو ئمت بشہر نمل حافظ وٹے پٹ

جلیل القدر ولی اللہ حافظ محمد عظیم کا شمار ان اولیائے کرام میں کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اللہ کی مخلوق کو محبت کا درس دیا۔ اور جن کی ساری زندگی ایک مقصد کی خاطر گزری وہ مقصد انسانیت کی خدمت تھا۔ آپ کب پیدا ہوئے؟ کہاں تعلیم حاصل کی؟ کن بزرگوں سے بیعت ہوئے؟ آپ کو کہاں سے خلافت ملی؟ یہ تمام سوالات جوابات کے بغیر ہیں ۔ بہت تگ و دو اور ملاقاتوں کے باوجود بھی اس عظیم انسانی خدمت گار کے متعلق یہ سوالات، سوالات ہی رہے۔ کسی سے جواب معلوم نہ ہو سکا۔ ہاں یہ معلوم ہوا کہ آپ اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سبھرال ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے اور آج سے 200 سال قبل نمل کے علاقے میں تشریف لائے۔

خانقاہ حافظ جی: آپ کے متعلق 1915ء کے ضلع میانوالی کے گزٹ میں تحریر کیا گیا ہے کہ حافظ جی کا مزار گاؤں واںڈھا حافظ جی میں ہے جو نمل جھیل کے قریب ہے تقریباً ایک صدی قبل (اب 2007 میں دو سو سال قبل) حافظ محمد عظیم شاہ پور ضلع سرگودھا سے تشریف لائے اور بھمبھر ان والی مسجد نمل شہر میں سکونت اختیار کی۔ وہ اپنی راتیں عبادت میں گزارتے اور دن کو راستے اور سڑکیں درست کرتے اور تالاب بناتے تھے۔

ڈھک والی پہاڑی کا راستہ جو کہ میانوالی کو تلہ گنگ سے ملاتا ہے ان دنوں یہاں عام

سارا راستہ ہوا کرتا تھا نمل بہت بڑا قصبہ تھا اور یہ لوگ پہاڑی راستے سے میانوالی شہر میں اپنی ضروریات زندگی کی اشیاء خریدنے اور کچہری میں کام کے سلسلہ میں آتے تھے۔ پہاڑی راستہ ہونے کی وجہ سے اکثر پتھر لڑھک جاتے اور راستہ خراب ہو جاتا تھا۔ حافظ جی نے اپنی زندگی کا یہ مشن بنایا ہوا تھا کہ آپ سارا دن اس راستے کو درست کرنے کی کوشش کرتے پتھر جوڑ کر رکھتے تا کہ گزرنے والے کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں اور آسانی سے گزر جائیں۔ اب تو الحمد للہ یہاں شاندار سڑک بن گئی ہے۔

کرامت: پہاڑی راستوں کو درست کرنے میں آپ کا ایک مرید گلن ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا وہ آپ کی خدمت پر ہر وقت کمر بستہ رہتا تھا ایک دن راستہ بنانے کے لئے اس نے پتھر اٹھایا تو حیران رہ گیا کہ نیچے ایک قیمتی خزانہ تھا۔ اس نے اپنے پیر و مرشد حافظ جی صاحب کو عرض کیا کہ حضور پتھر کے نیچے سے خزانہ نکلا ہے چونکہ حافظ صاحب اللہ والے تھے مال و دولت اور خزانوں سے انہیں کیا کام۔ بڑی بے نیازی سے فرمایا کہ تمہیں ضرورت ہے تو اٹھا لو اب مرید نے بھی اپنے مرشد کی طرح دنیا سے بے نیازی کا اظہار کیا اور خزانے کو وہیں پتھر کے نیچے چھوڑ دیا۔ کام ختم کر کے گھر گیا تو شیطان نے طرح طرح کے وسوسے ڈالے کہ تم خزانہ نکال لیتے تو تمہاری آنے والی نسلوں کے لئے بھی بہت تھا یہ تم نے کیا کر دیا؟ چنانچہ لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو گیا اور رات کے اندھیرے میں نکل پڑا کہ اب کوئی نہیں ہوگا جا کر سارا خزانہ نکال لوں گا اس جگہ پر پہنچا جہاں خزانہ موجود تھا جلدی جلدی پتھر اکھاڑے اور خزانے کی طرف ہاتھ بڑھایا جیسے ہی اٹھانے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ پر بھڑوں نے ڈنک مارا پھر کوشش کرتا تو پھر بھڑیں اسے کاٹ کھاتیں چنانچہ وہ ناکام و نامراد واپس ہوا۔

بن حافظ جی (بند حافظ جی):

نام گر مطلوب ہے تو خیر کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

حافظ جی صاحب نے جب دیکھا کہ یہاں نمل کے لوگ پانی کے لیے بہت تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ نے اکیلے کمر باندھ لی اور پانی کا بہت بڑا تالاب بنایا جہاں بارش کا پانی اکٹھا ہوتا اور لوگ اپنے پینے کے لئے اور دوسری ضروریات کے لئے استعمال کرتے جو کہ آج بھی بن حافظ جی کے نام سے مشہور ہے۔

جدید ذرائع کی وجہ سے آج کل پانی عام ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اس تالاب کی اہمیت ختم ہو گئی ہے اس کے علاوہ آپ نے دوسرا تالاب ڈھرنکہ شہر میں بنایا اور تیسرا تالاب بھی اسی علاقے میں تعمیر کیا۔ انہی کار خیر کے کاموں میں آپ نے اپنی زندگی گزاری۔ گویا انسانیت کی خدمت آپ کا مشن تھا۔

حافظ صاحب کا کشف: ان دنوں زیادہ تر سفر پیدل اور جانوروں کے ذریعے کئے جاتے تھے اور نمل شہر ایک اہم جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی شخصیات یہاں آتی تھیں۔ حافظ صاحب کے زہد و تقویٰ اور نیکی کی خوشبو دور دور تک پھیل گئی تھی چنانچہ حضرت علامہ مولانا محمد علی مکھڈوی اور حضرت پیر خواجہ شمس العارفین سیال شریف جو کہ دونوں استاد شاگرد تھے اور رہبر شریعت کی تلاش میں سرگرداں تھے آپ دونوں یہاں نمل میں پہنچے اور حافظ صاحب کے ہاں قیام کیا۔ مغرب کی نماز کا واقعہ لکھتے ہوئے کتاب شدہ مہر تاباں محمد علی کے مؤلف مولانا محمد دین مکھڈوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اس سفر میں مولوی شمس الدین سیالوی اور میں (خواجہ زین الحق مکھڈوی) ہم دونوں

حضرت مولانا کے ہمراہ تھے۔ تمل میں جب آپ تشریف لے گئے تو حافظ صاحب وٹے پٹ کے ہاں مہمان ہوئے۔ حافظ صاحب کے ساتھ حضرت کا ارادہ بیعت کا نہیں تھا۔ صرف چونکہ راستہ میں تھے اس لئے ان سے ملاقات کی۔ نماز مغرب کی امامت حافظ صاحب نے خود کی۔ حافظ صاحب کے سر پر ایک موٹا کپڑا جس کو ہندی میں بھگل کہتے ہیں، بندھا ہوا تھا۔ جس سے ماتھے کا زمین پر لگنے کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ نماز کے بعد میں نے اور مولوی شمس الدین نے باہم پوشیدہ گفتگو کی کہ نماز میں ماتھے کا زمین پر لگنا ضروری ہے اور ان کا تو بالکل ماتھا زمین پر نہیں لگا یہ نماز جائز کیسے ہوسکتی ہے؟ حافظ صاحب بطور کشف ہماری ان باتوں پر مطلع ہو گئے اور فرمایا کہ ہماری تو ایسی ہی نمازیں ہیں تمہاری نماز ہمارے پیچھے نہیں ہوئی تو پھر اعادہ کر لو۔ اس پر حضرت مولانا نے ہمیں فرمایا کہ درویشوں کے افعال پر اعتراض کرنا غلطی ہے"۔

مولانا محمد دین مکھڈوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زینت الاولیا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

حافظ صاحب تمل والے مشہور حافظ وٹے پٹ صفائے باطن سے آیات قرآنیہ کے مضمون بیان فرماتے تھے اگرچہ ترکیبی معنی پر بوجہ نہ ہونے علم ظاہری کے قدرت نہ رکھتے تھے۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص حافظ صاحب کا مہمان ہوا۔ حافظ صاحب نے اپنے لنگر سے اس کو خشک روٹی عطا فرمائی۔ اس نے کہا کوئی لازمہ (سالن) بھی آوے گا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ صبر کرو آجاوے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے

پھر یہی سوال کیا۔ حافظ صاحب نے وہی جواب دیا جب بھوک نے اس کو تنگ کیا تو لازمہ کے انتظار کو ترک کر کے خشک روٹی ہی اس نے کھالی۔ حافظ صاحب اس کے حال کو ملاحظہ فرمارہے تھے، فرمانے لگے کیا اچھا لازمہ پہنچا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اپنے میاں صاحب کے ہمراہ تونسہ مقدسہ جاتے ہوئے ایک دفعہ تمل سے اتفاقاً گزر ہوا تو حافظ صاحب نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ کہاں کا باشندہ ہے اور کیا پڑھتا ہے؟ میں نے کہا کہ انگہ کا باشندہ ہوں اور حضرت مولانا کی خدمت میں میر اایساغوجی پڑھتا ہوں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ آفرین آفرین! اول سے شروع کیا ہے آخر تک پہنچے گا۔ پھر جب حافظ صاحب کی مرض الموت کے موقع پر ہمارے میاں صاحب اسی راستہ سے تشریف لے گئے تو حافظ صاحب نے میرے متعلق پوچھا کہ انگہ والا طالب علم آپ کے ہمراہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں! میرے ہمراہ ہے۔

مرۃ العاشقین میں ملفوظات خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت شمس العارفین نے فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں پانچ مثالی آدمی دیکھے ہیں۔ ان میں سے ایک **سید محمد ظریف** تھا جو قائم اللیل اور صائم الدہر تھا۔ چنانچہ وہ پندرہ پندرہ دن تک کوئی چیز نہ کھاتا تھا اور افطار کے وقت ایک آدھ لقمہ چکھ لیتا تھا اس نے اسی طرح اپنی عمر گزار دی۔ بندہ نے عرض کیا کیا وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کو کھانے پینے کی حاجت ہی نہیں رہتی؟ فرمایا! بھوک اور پیاس کا احساس ختم ہوجانے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ کھانے پینے کے بغیر

بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کھانے پینے کی حاجت کا تعلق خاکی وجود سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے بندے بشریت کی منزل سے گزر کر فنا کی حدود میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

بعدازاں فرمایا! ان پانچ آدمیوں میں دوسرا آدمی **خیر محمد انگوی** تھا وہ ایسا زاہد و عابد تھا کہ اس کا کوئی وقت بھی ذکر و فکر اور دوسری طرح طرح کی عبادتوں سے خالی نہ جاتا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک مردِ کامل کے ذریعے حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ بھیجا۔ وہ حضوری آدمی جب بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں پہنچا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فلاں شخص نے آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا! وہ شخص مسجد میں دنیا کی باتیں بہت کرتا ہے۔ جب خیر محمد نے یہ بات سنی تو اس نے فوراً توبہ کی اور پھر مسجد میں کبھی دنیا کی بات نہ کی اور ساری عمر خاموشی سے گزار دی۔ اس کا روزانہ کا وظیفہ تقریباً ایک ختم قرآن اور پچیس پارے مقرر تھا۔ ضمناً پیر غلام محمد سیال نے عرض کیا کہ اس نے تین لاکھ بار سورۃ یٰسین اور سات لاکھ بار سورۃ مزمل پڑھ کر زکوٰۃ مکمل کی تھی۔

بعدازاں فرمایا تیسرا آدمی **حافظ محمد عظیم وٹے پٹ نملوی** تھا۔ وہ بے حد خدایاد اور تارک الدنیا تھا اس کے متعلق مولانا مکھڈوی نے فرمایا تھا کہ

بے شک ولی ہست میگویمت بشہر نمل حافظ وٹے پٹ

اس کا دن رات کا مشغلہ یہ تھا کہ پتھر کھود کھود کر راستے اور حوض آراستہ کرتا اور کہتا تھا کہ

یہ دنیا گزرنے والی ہے، اگر تم رحمت کے امیدوار ہو تو کارِ خیر میں کوشش کرو۔ وہ اس طرح تارک الدنیا تھا کہ کسی دنیادار کو اپنے قریب تک نہ آنے دیتا اور کسی کی نذر قبول نہ کرتا سوائے سیاہ مرچ کے۔ کسی شخص نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ سیاہ مرچ سے رغبت رکھتا ہے، چنانچہ اس نے ایک من سیاہ مرچ لا کر نذر کی لیکن حافظ وٹے پٹ نے یہ کہتے ہوئے نذر واپس کر دی کہ تم نے مجھے دکاندار سمجھا ہے کہ بیچنے بیٹھ جاؤں۔

بعدازاں فرمایا کہ چوتھا آدمی **غلام حسین** تھا۔ وہ ایک جوانمرد اور مستقل مزاج شخص تھا۔ شریعت کی اتنی کڑی پابندی کرتا تھا کہ تمام ظاہری اور باطنی امور میں سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ذرہ بھر تجاوز نہ کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن اس کی لڑکی دردِ زہ میں گرفتار ہوئی۔ نصف حمل وضع ہوا اور نصف باقی رہا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ جب غلام حسین کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنی لڑکی کے پاس آیا اور اسے نماز پڑھنے کی تاکید کی۔ اس نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت کہاں؟ اس نے کہا کہ حمل کے نیچے زمین کھود کر نماز پڑھو اور خود سے دعا کی کہ مجھے اس کے شر سے پناہ دے اور اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تابعداری سے مشرف فرما۔ بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ کفار کے لشکر نے غلام حسین کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ غلام حسین نے ہمت سے کام لے کر شریعت کا تازیانہ ہاتھ میں لیا اور لشکر میں جا نکلا اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ نمازیں باقاعدگی سے پڑھیں۔ انہوں نے معذرت کی کہ ہم کفار کے ملازم ہیں اس لئے مجبور ہیں۔ اس کے بعد غلام حسین نے لشکر کے سرداروں سے پوچھا کہ کیا تم نے مسلمانوں کو نماز سے روکا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تب اس نے تمام مسلمانوں کو کپڑے دھونے اور غسل کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ تمام مسلمان نماز اور دوسری عبادتوں میں مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ پانچواں شخص ملک الاولیاء، امام الفقراء، واقفِ اسرار احدیت، کاشفِ رموزِ صمدیت **قطبِ زمان خواجہ محمد سلیمان تونسوی** رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے جو تمام اوصاف میں تمام سے فائق تھے۔

حافظ صاحب کا مزار: آپ کا مزار نمل جھیل کے بالکل کنارے پر موجود ہے۔ خوبصورت روضہ بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی چھوٹی سی مسجد ہے۔ لوگ بتاتے ہیں کہ جب نمل ڈیم بنایا گیا تو امکان یہ تھا کہ پانی حافظ صاحب کے مزار کو بھی ڈبودے گا لیکن خدا کی قدرت کہ نمل ڈیم کا بند بار بار ٹوٹ جاتا تھا اور بنانے والے ٹھیکیدار نے جو کہ ہندو تھا اس نے جائزہ لیا لوگوں سے استفسار کیا اور پھر اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب اللہ کے اس نیک بندے کی وجہ سے ہو رہا ہے کیونکہ ڈیم بن گیا تو یہ مزار زیرِ آب آجاتا چنانچہ زرِ کثیر خرچ کر کے آپ کے مزار کے ساتھ ساتھ پتھروں کی بہت بلند دیوار بنائی اور آپ کے مزار کو بلند کیا گیا جب مزار محفوظ ہو گیا تو بند کی جگہ تعمیرات کی گئیں تو وہ محفوظ رہیں اور آج بھی قائم ہیں (واللہ اعلم)

آپ کے مزار پر باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے مریض دور دور سے آتے ہیں اور باذن اللہ شفا پاتے ہیں۔

عرس مبارک: آپ کا باقاعدہ عرس ہر سال 7,8,9 محرم کو منایا جاتا ہے اور بہت دور سے لوگ عقیدت کے ساتھ یہاں آتے ہیں اور فاتحہ اور ایصال ثواب کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ آج کل آپ کے مزار پر کسی نے حافظ محمد عظیم چشتی نظامی تحریر کر دیا ہے۔ آپ کے چشتی نظامی ہونے کا ثبوت کم از کم مجھے تو کہیں سے میسر نہیں آسکا۔ (واللہ اعلم)

حضرت شیخ محمود باھی المعروف استاد جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موسیٰ خیل):

بعض شخصیات اپنے بہترین کردار کی بدولت لوگوں میں وہ اثر چھوڑ جاتی ہیں کہ آنے والی نسلیں بھی ان کو انہی بہترین صفات کی وجہ سے یاد رکھتی ہیں۔ حضرت شیخ محمود المعروف استاد جی کو وصال فرمائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے۔ لوگ آج بھی نہایت عقیدت و احترام سے ان کا نام لیتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ دنیاوی آلائشوں سے پاک، ہر خاص و عام سے محبت کرنے والے تھے۔ ان کے دکھ و مصیبت میں مددگار ہوتے تھے۔ حضرت شیخ محمود باہی اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور انسانیت کی خدمت کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔

آپ موسیٰ خیل میں حافظ محمد رمضان باہی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کا زمانہ اندازاً بیسویں صدی کا اوائل یا انیسویں صدی کا آخر بنتا ہے۔ آپ کے والد محترم ایک پارسا اور نیک شخصیت تھے۔ وہ سیال شریف بیعت تھے اور انتہائی مسکین طبیعت کے مالک تھے۔ حضرت شیخ محمود باہی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی زبانی ہے کہ میں گھر سے روٹی لے کر جاتا تو تھوڑی سی روٹی کھاتے اور باقی لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ کے بیٹے حافظ شیخ محمد عثمان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ نصیر الدین شاہ کاظمی خواجہ آباد شریف والوں کے مرید اور خلیفہ تھے۔ وہ بھی انتہائی نیک اور عبادت گزار تھے۔

حضرت محمود باہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک خالص مذہبی اور تصوف سے بھرپور گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ نے باقاعدہ تعلیم حاصل تو نہ کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نوازا تھا۔ آپ کا تعلق نقشبندی مجددی سلسلہ سے تھا اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بے شمار لوگ آپ کے مرید اور عقیدت مند تھے۔ آپ موسیٰ خیل

میں واقع حضرت نوری ناگ سلطان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے اور مزار کو قدموں کی طرف سے ہاتھ لگا کر اپنے چہرے پر مل کر تبرک حاصل کرتے۔

مشہور کتاب نیازی قبائل کی داستان میں آپ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

''آپ نہایت خاکسار، مسکین، حلیم الطبع انسان تھے۔ کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا نورانی چہرہ ابھی تک موسیٰ خیل کے لوگوں کے دلوں پر نقش ہوگا۔ اجلی اجلی بزرگ شخصیت، سفید بے داغ لباس، خوبصورت، شفاف مدور چہرہ، سفید ریش مبارک، آب زمزم سے دھلی ہوئی شیریں زبان جس سے تادمِ مرگ رشد و ہدایت کے سوتے پھوٹتے رہے اور سالکان تشنہ لب اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ حقیقت میں جن لوگوں نے ان کی زیارت کا شرف پایا ہے وہ ابھی تک یقین ہی نہیں کر سکتے کہ آسمان موسیٰ خیل کا یہ سورج غروب ہو چکا ہے۔

آپ نے کم وبیش زندگی کے 85 سال موسیٰ خیل گاؤں میں گزارے۔ آپ کو نہ تو مولوی و واعظ بننے کا شوق تھا اور نہ پیر و مرشد کہلوانے کا۔ نہایت خاکساری سے زندگی گزاری اپنے ملنے والوں سے بڑی عاجزی سے فرمایا کرتے تھے'' میں تو نہایت روسیاہ و گنہگار ہوں'' اس عاجزی و خاکساری اور مسکینی کے باوجود بھی آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ اس قدر خلیق، حلیم، شفیق اور ملنسار تھے کہ جو کوئی ایک بار آپ سے شرف ملاقات حاصل کر لیتا زندگی بھر یہی کہتا رہتا کہ حضرت استاد جی مجھ پر خصوصی طور پر مہربان ہیں۔ بالفاظِ دیگر آپ عملی زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی مکمل تفسیر تھے۔

موسیٰ خیل اور گرد و نواح کے دور افتادہ علاقوں میں رہنے والے آپ کو شادی بیاہ کے

موقع پر، جھگڑوں اور خانہ جنگیوں کے تصفیے اور اپنے بیماروں کو دم کروانے کے لئے اپنے ساتھ گھر لے جایا کرتے تھے۔ حضرت استاد جی میلوں پیدل سفر کر کے ان لوگوں کے گھروں تک جایا کرتے تھے اور کبھی کسی کو انکار نہیں کیا تھا۔ ان کا دروازہ رات دن ہر آنے جانے والے کے لئے کھلا رہتا تھا اور جس وقت بھی کوئی دستک دیتا آمادۂ ملاقات رہتے اور نہایت خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے تھے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلقِ خدا کی خدمت و دلجوئی کی خاطر استاد جی نے اپنا سکھ اور آرام تج کر دیا تھا۔ کئی لوگ در پردہ آپ سے مخاصمت بھی رکھتے تھے لیکن آپ کے چہرہ انور پر اتنا جلال ہوتا تھا کہ آپ کی برائی کرنے والے بھی سامنے آجاتے تو جھک کر ملتے تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی بھی کسی شخص کے لئے بددعا کے کلمات نہیں سنے گئے بلکہ اپنے بدخواہوں کے لئے بھی دعا فرمایا کرتے تھے کہ'' اللہ رحم کرے'' ''اللہ ہدایت دے'' وغیرہ یہ جملے گویا ان کا تکیہ کلام تھے۔ بے شک حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ زمین پر خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ کے مریدانِ خاص آپ کی ولایت بابرکات سے قسم قسم کی کرامات منسوب کرتے ہیں اور اس میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ صاحب حال و قال تھے اور صاحب کشف و کرامات تھے علاوہ ازیں آپ از حد مستجاب الدعوات تھے جو دعائیہ الفاظ کسی کے لئے زبان مبارک سے ادا ہو جاتے ان کا اثر تیر بہدف ہوتا تھا۔

وصال: آپ کا وصال ماضی قریب میں ہوا۔ آپ کو موسیٰ خیل کے وَحی والے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں آپ کے خاندان کے باقی لوگوں کی قبور ہیں (واللہ اعلم)

حوالہ جات:

(۱) نیازی قبائل کی داستان (۲) حاجی محمد نصر اللہ خان ایڈوکیٹ میانوالی

حضرت پیر سید میاں مراد علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ پیر سیال حضرت خواجہ شمس الدین العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (قبرستان بھور شریف عیسیٰ خیل):

الٰہی تابود خورشید و ماہی — چراغ چشتیاں را روشنائی

آپکا تعلق خاندان سادات کاظمی سے ہے اور آپ حضرت دادا دوست محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈلے والی ضلع میانوالی) کی اولاد میں سے ہیں۔ میاں مراد علی ولد میاں گل حسین بلند پایہ بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا ملوک علی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کلور میں حاصل کی۔ کچھ عرصہ ڈھکی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور پھر دامان کے علاقہ میں رہ کر مزید تحصیل علم کیا۔

جناب محمد ابراہیم شاہ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر موازوالا شریف جو رشتہ میں آپ کے پوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے دوران ایک مجذوب جو کہ اکثر اس علاقے میں پھرتا رہتا تھا۔ اس نے ایک انتہائی سخت غیر شرعی حرکت کی تو دادا جان نے اس کو طمانچہ دے مارا۔ وہ مجذوب غصے میں لال پیلا ہو گیا اور پھر کہنے لگا کہ تمہار ادادا علاؤ الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ موچھ شریف قبر سے نکل کر مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ خیال رکھنا یہ میری اولاد میں سے ہے اس کو کچھ نہیں کہنا ہے اگر وہ تمہارا سفارشی نہ ہوتا تو میں تمہیں مزا چکھاتا۔

حضرت علامہ عطا محمد شاہ کاظمی ڈلے والی نے بھی غالباً اسی مجذوب کے متعلق واقعہ لکھا ہے کہ مولوی محمد امین صاحب کٹوچی جو کہ ایک معمر بزرگ تھے۔ کٹواڑہ علاقہ دامان سے سیال شریف آئے اور وہاں کے ہو رہے۔ انہیں نماز با جماعت کی امامت سپرد تھی۔ میں سیال شریف دارالعلوم میں پڑھتا تھا اور مولوی صاحب موصوف سے مجھے عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے اوئے گوڑا قریشی۔ میں سمجھا کہ شاید کوئی غلطی ہو گئی ہو گی۔ مگر مولانا یہی لفظ دہراتے رہے۔ جب بھی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا یہی کہتے۔ بالآخر عرض کر ہی دی کہ یا حضرت میں نے آپ سے کون سا گوڑ (جھوٹ) بولا ہے۔ فرمایا آؤ میں تجھے اس کا معنیٰ بتاؤں۔ فرمایا کہ میں اور میاں مراد علی، دامان کے ایک گاؤں میں پڑھا کرتے تھے اور اس گاؤں میں بڑا درس تھا ایک مجذوب آیا اور اس نے سب سے نام و نسب پوچھنا شروع کر دیا جب میاں مراد علی سے پوچھا تو اس نے اپنا نسب قریشی بتایا۔ فقیر جوش میں آ کر پشتو زبان میں کہنے لگا تو گوڑا ہے قریشی نہیں بلکہ سید ہے۔ چونکہ تم میاں مراد علی صاحب کے خاندان سے ہو اس لئے میں تمہیں گوڑا قریشی کہوں گا۔

بیعت و خلافت: میاں مراد علی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شہباز طریقت حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا پہنچے اور پھر ان کے دامن سے یوں وابستہ ہوئے کہ ایک لمبا عرصہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں گزار دیا۔ حضرت صاحب نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ کتاب انوار شمسیہ میں اعلیٰ حضرت سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی متعدد کرامات آپ سے روایت کی گئی ہیں۔ آپ کے متعلق تحریر ہے کہ آپ خواجہ شمس العارفین شمس دوراں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے غلام راسخ الایقان

اور صادق البیان ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو بوجہ سیلاب اپنے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کو لے کر سیال شریف کی حدود میں پناہ گزین ہوا اس کی ایک بکری بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ وہ روتا ہوا خواجہ دوراں کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میاں مراد علی کو حکم دیا کہ "اس بگھیاڑ نوں خدا دی مار ذرا و یکھ تاں سائی" تو آپ مع ایک ہمراہی باہر نکلے اور اس بھیڑیے کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بھیڑیے کو فرمایا کہ آئندہ اس طرف نہ آیا کرو۔ اب جاؤ اس کو باہر چھوڑ

دو۔ چنانچہ آپ نے باہر جا کر چھوڑ دیا تو وہ چھلانگیں مارتا ہوا غائب ہو گیا۔

کشف و کرامات: آپ کے متعلق بے شمار واقعات زبان زد عام ہیں لیکن صرف دو باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

﴿☆﴾ حضرت محمد ابراہیم شاہ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر فرماتے ہیں کہ ہماری پھوپھی صاحبہ کو ٹی بی کا مرض لاحق ہو گیا تھا اور انتہائی کمزور اور لاغر ہو چکی تھی یہ اس وقت کی بات ہے جب ٹی بی لاعلاج مرض تھا اور ٹی بی کا مریض موت کا مسافر سمجھا جاتا تھا۔ بیماری عروج پر تھی اور علاقہ کے مشہور و معروف حکیم نے اس کو لاعلاج قرار دے کر گھر لے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ تمام گھر والے پریشانی کے عالم میں رو رہے تھے کہ مریض اب چند دنوں کا مہمان ہے۔ اتنے میں کہیں سے میاں مراد علی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) تشریف لے آئے۔ سب پریشان بیٹھے تھے پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا گیا کہ بیمار کو لاعلاج قرار دے دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا چوری بناؤ۔ چنانچہ آپ کے حکم سے گھی کی چوری بنائی گئی۔ فرمایا! اس کو کھلاؤ کہنے لگے حضور یہ تو لاچار ہے کہاں کھانے

کے قابل ہے؟ فرمایا! زبردستی کھلاؤ۔ چنانچہ زبردستی چوری کھلائی گئی پھر اوپر سے شربت پلا دیا گیا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مریض کی حالت تبدیل ہونے لگی اور دن بدن اچھی سے اچھی ہونے لگی حتیٰ کہ وہ مریضہ مکمل صحت یاب ہو گئیں اور اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہیں اور پھر طبعی موت مر گئیں۔

﴿☆﴾ حضرت علامہ محمد اقبال حسین کلیار اسسٹنٹ ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر میانوالی فرماتے ہیں کہ آپ اکثر ہمارے گھر کلور شریف تشریف لایا کرتے تھے۔ ہمارے خاندان والے آپ کے بے حد عقیدت مند تھے۔ ہماری دادی محترمہ شادی کے بعد ہمارے دادا کے گھر آئیں تو اکثر گھر میں جھگڑا رہتا تھا اور وہ ناراض ہو کر چلی جاتی تھیں۔ ایک دن ہمارے دادا محترم نے میاں مراد علی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) سے گزارش کی کہ گھر میں ناچاقی رہتی ہے اور میری بیوی گھر میں نہیں بستی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا لکڑی کے چار کلِے لاؤ۔ چنانچہ آپ نے وہ کلِے گھر کے چاروں کونوں میں اپنے مبارک ہاتھوں سے زمین میں گاڑ دیئے چنانچہ اس کی برکت یہ ہوئی کہ آج ہمارے دادا کی اولاد تمام خاندان میں سب سے زیادہ اور سب سے زیادہ خوشحال ہے۔

اولاد: آپ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام غلام احمد تھا۔ جس کا بیٹا امیر احمد تھا دونوں جوانی میں وصال کر گئے۔ آپ نے اپنے بھتیجے پیر سید محمد شاہ پر خصوصی توجہ فرمائی چنانچہ خلقت کا ان کر ہجوم ہوا اور آج موازوالا قرب موچھ شریف ان کا آستانہ عالیہ موجود ہے۔ ان کے صاحبزادے حضرت علامہ پیر مزمل حسین شاہ صاحب بادہ نشین ہیں۔

وصال مبارک: آپ کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرتے تھے۔ 5 صفر 1351ھ بمطابق 10 جون 1932ء بروز جمعۃ المبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں آپ اس دنیائے فانی

سے رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار بھور شریف تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت قبلہ گاہی علامہ فہامہ فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ اکثر آپ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوتے اور مراقبہ فرما کر آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

ہے تمنائے عطارؔ یارب کہ ان کے قدموں میں یوں موت آئے

جب تڑپ کر گرے میرا لاشہ تھام لیں بڑھ کے شاہ مدینہ

حوالہ جات:

۱۔ انوار شمسیہ

۲۔ تذکرہ دوست محمد خیل

۳۔ جناب محمد حفیظ اللہ شاہ صاحب مواز والا

۴۔ ماسٹر علم الدین صاحب داؤد خیل

۵۔ جناب حضرت محمد ابراہیم شاہ صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

۶۔ حضرت علامہ محمد اقبال حسین کلیار اسسٹنٹ ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر میانوالی

حضرت مولانا میاں محمد رمضان علیہ الرحمہ (کلور شریف تحصیل عیسیٰ خیل)

ولادت: حضرت مولانا میاں محمد رمضان بن میاں محمد لقمان کی پیدائش 1875ء بمقام کلور بتائی گئی ہے۔ آپ کا تعلق کلیار خاندان سے ہے۔

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم قاضی خاندان عیسیٰ خیل اور حضرت مولانا محمد حیات مندہ خیلوی سے حاصل کی۔ بعدازاں حضرت مولانا احمد دین گانگوی علیہ الرحمہ سے چند کتب پڑھیں۔ جبکہ تکمیل علم مکھڈ شریف سے ہوئی۔

درس و تدریس: بعد از تکمیل علم آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ بمقام کلور جامع مسجد کنہ والی میں شروع کیا۔ کافی طلباء نے علم حاصل کی جن میں سے چند علماء کے نام ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا صاحبزادہ جمال الدین سیالوی کلور شریف

۲۔ مولانا اقبال محمد قریشی کلور شریف

۳۔ مولانا مزمل شاہ قریشی ترگ شریف

۴۔ مولانا عطا محمد قریشی ترگ شریف

۵۔ مولانا محمد یعقوب خان باہی سلطان خیل

۶۔ مولانا سرفراز خان سلطان خیل

۷۔ مولانا میاں عطا محمد سلطان خیل

۸۔ مولانا محمد شفیع قریشی سلطان خیل

۹۔ مولانا عطار سول قریشی سندانانوالہ

۱۰۔ صاحبزادہ مولانا غلام کمال الدین شاہ خواجہ آباد شریف

۱۱۔ صاحبزادہ غلام نظام الدین شاہ خواجہ آباد شریف

درس و تدریس سے خاندان کے افراد بھی فیض یاب ہوئے۔ آج بھی اس خاندان میں کئی علماء موجود ہیں۔

بیعت: آپ کی بیعت 1324ھ مطابق 1906ء اشرف الاولیاء حضرت خواجہ حافظ محمد دین سیالوی علیہ الرحمہ حضرت ثانی سے ہوئی جبکہ اس سے پہلے خاندان کے بزرگوں کی بیعت حضرت تونسوی غریب نواز علیہ الرحمہ سے بتلائی جاتی ہے۔

شیخ سے عقیدت: آپ کو اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت تھی اور مرشد کریم کا ہر حکم فلاح دارین سمجھ کر ادا کرتے تھے۔

ایک واقعہ قابل ذکر ہے کلور شریف میں ایک مسلمان عورت مرتدہ ہو کر ہندو سیٹھ آیا رام نامی کے گھر چلی گئی اس کا نام بھگوتی رکھا گیا۔ 1923ء میں مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے حکم فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کلور سے ہجرت کر جائیں۔ فوراً تعمیل حکم میں کلور شریف سے ترگ شریف ہجرت کر لی۔ حضور مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمہ غریب نواز نے مکرر ہجرت کا حکم 1927ء میں فرمایا۔ اس حکم پر بھی لبیک کہتے ہوئے ترگ سے چک نمبر 21/10 R خانیوال چلے گئے اور سلسلہ درس و تدریس وہاں بھی جاری رکھا اور جملہ اوراد و وظائف عطا کردہ شیخ تسلسل سے جاری رکھے۔

مرتدہ و ہندو قتل کر دیئے گئے قتل کرنے کے بعد قاتلان مع آلہ قتل عدالت میں خود پیش

ہو گئے۔ مرتدہ بھگوتی مع ہندو آیا رام کے قتل ہو جانے کے بعد حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کی اجازت سے 1933ء میں واپس کلور شریف تشریف لائے۔ مولانا موصوف اپنے شیخ کی نوازشات سے بہرہ مند ہوئے۔ اپنے خاندان کو پیر سیال کی غلامی سے وابستہ کیا اور یہ فیض آج تک جاری ہے۔ آپ نے پردہ کی سختی سے پابندی کرائی۔

نوازشات شیخ: حضور ثانی غریب نواز خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمہ آپ کو ''مولوی کلور والا'' کہہ کر پکارتے تھے جس کی وجہ سے خانوادے کا ہر فرد ہر جگہ مولوی کے نام سے موسوم ہے انہی نوازشات سے اللہ کریم نے خاندان کو دینی ذہن اور اسلامی شعور دے رکھا ہے۔

کرامات: (ا) رمضان شریف کے مہینہ میں افطار کے وقت سیاہ بادل کی وجہ سے کافی اندھیرا ہو گیا۔ مسجد میں موجود افراد نے باہمی مشورہ سے روزہ افطار کر لیا جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو موجود افراد نے روزہ افطار کا صحیح وقت پوچھا تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ کمال جلال میں انگشت سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''بادل پھٹ جاتا تو سورج دکھا دیتا'' بادل چھٹ گیا اور سورج نکل آیا۔ ہر کسی نے بچشم خود دیکھا۔

(۲) ایک مرتبہ طلباء کو بوستان کو سبق پڑھا رہے تھے ایک وجیہہ شکل بزرگ آ کر بیٹھ گئے۔ تکمیل اسباق کے بعد بزرگ کا تعارف دریافت فرمایا جواباً فرمایا گیا ''سعدی شیرازی'' مولوی صاحب نے قدم بوسی کی اور انتہائی ادب سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا آپ کے اسباق سننے آیا ہوں۔ عرض ہوا حضور اسباق کیسے

پڑھائے گئے۔ جواباً ارشاد فرمایا میری عین منشاء کے مطابق۔ اس کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

(۳) آپ علاقہ میں راست گو مشہور تھے۔ رابنسن نامی انگریز کپتان تھا۔ کلور کے غلام اکبر کانجو نامی شخص کے خلاف دفعہ 216 کے تحت مفروران کی امداد کا مقدمہ تھا۔ علاقہ کی عوام اور پولیس نے مولوی محمد رمضان سے ان کی راست گوئی پر اتفاق کیا۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ میں نے کسی مفرور کو غلام اکبر کانجو کے گھر آتے دیکھا نہ سنا اور اس بیان پر وہ بری ہو گیا۔

وصال: آپ کا وصال 27 شعبان 1376ھ مطابق 30 مارچ 1957ء بروز شنبہ بوقت 1:30 بجے ہوا۔ نماز جنازہ دوسرے روز ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں قرب وجوار سے کافی لوگ شامل ہوئے۔ حضرات ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت پیر محمد صدیق صاحب بھور شریف
۲۔ حضرت پیر محمد وارث شاہ عیسیٰ خیل
۳۔ حضرت صاحبزادہ محمد کمال الدین شاہ خواجہ آباد شریف
۴۔ حضرت مولانا قاضی محمد نجیب اللہ ہاشمی عیسیٰ خیل
۵۔ حافظ محمد سعد اللہ خان رشید خیل ترگ

مدفن: حضرت مولانا میاں محمد رمضان کلوروی علیہ الرحمہ کو اپنے آبائی قبرستان (کلور شریف) میں جنازہ گاہ کی جنوبی جانب دفن کیا گیا۔

سرمایہ صاحب دلاں محمد رمضان کلوروی
1957

صاحب عظمت محمد رمضان ذی لقب او روشن بود از عشق مصطفی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)

روز شنبہ بست و ہفت از شعبان بود　　از جہاں بے بقا شد سوئے بقا

جست چوں فیض الامین سال رحلتش　　حسرتا ماہ سخا ہاتف زد ندا

۱۳۷۶ھ

بعد از وفات: حضور شیخ الاسلام حضرت الحاج الحافظ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ فاتحہ خوانی کے لئے کلور شریف تشریف لائے اور 5 روپے فاتحہ خوانی عنایت فرمائی جو تبرکاً آج بھی موجود ہے۔

حوالہ جات:

(۱) انٹرویو وتحریری حالات محررہ محمد عبد الجلیل سیالوی بن حضرت مولانا محمد رمضان کلوروی (کلور شریف)
(۲) انوار سیال مؤلف حاجی مرید احمد چشتی ضلع جہلم
(۳) انٹرویو صاحبزادہ محمد منظور الحق سیالوی (پرنسپل گورنمنٹ ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر کندیاں تحصیل پپلاں ضلع میانوالی)

حضرت شاہ مظفر دھلوی المعروف چپ شاہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ (کالا باغ):

آپ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ دہلی سے کب تشریف لائے اور کن حالات میں تشریف لائے اس کے متعلق مکمل معلومات نہیں مل سکیں۔ ہاں جو باتیں معلوم ہو سکی ہیں وہ حضرت علامہ نور الزمان شاہ صاحب کوٹ چاندنہ اور ان کی اولاد کے توسط سے معلوم ہوئیں کہ آپ کا نام مبارک حافظ محمد مظفر تھا۔ آپ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور تعمیل حکم مرشد میں کالا باغ تشریف لے آئے چونکہ آپ استغراق کے عالم میں رہتے تھے اس لئے لوگ آپ کو مجذوب کہتے تھے اور آپ ہمیشہ خاموش رہتے تھے اس لئے لوگوں میں آپ چپ سائیں کے نام سے معروف تھے۔ آپ 1917ء سے پہلے کالا باغ تشریف لائے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان ہے کہ خدا کی کی معرفت کے بعد خاموش رہنا بھی اللہ والوں کی پہچان ہے اور یقیناً آپ بھی معرفت خداوندی حاصل کرنے کے بعد خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ تھے اور روایت کے مطابق آپ ان کے ہی حکم سے یہاں تشریف لائے اور آپ نے بہت عرصہ کالا باغ میں خاموشی سے گزار دیا اور بہت کم کسی نے آپ کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھا یا سنا۔ آپ نے کئی سالکین کی راہنمائی فرمائی۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور حضرت علامہ نور الزمان شاہ کاظمی کوٹ چاندنہ ہیں۔ جنہوں نے آپ ہی کے حکم سے حضرت پیر سید محمد عارف رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ روہڑی والوں کی بیعت اختیار فرمائی اور وہاں سے

خلافت بھی پائی۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت چپ سائیں رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور قلندریہ میں اجازت دی تھی۔

شجرہ نقشبندیہ مجددیہ: حضرت شاہ مظفر دہلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے:

حضرت حافظ محمد مظفر شاہ دہلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت مظہر حق جان جاناں مرزا رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت نور محمد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت محسن الاولیاء رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت شاہ سیف الدین شاہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت خواجہ معصوم شاہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت مجدد الف ثانی احمد رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ تک جا پہنچتا ہے۔

شجرہ قلندریہ:

حضرت حافظ محمد مظفر شاہ دہلوی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت شاہ عبداللہ عالی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ
حضرت مظہر حق جان جاناں مرزا رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ نجم الدین قلندر تک جا پہنچتا ہے۔

کوائف وصال: آپ اکثر کالا باغ کے شہر میں گھومتے پھرتے پائے جاتے تھے۔ اور آپ کا معمول تھا کہ ہر روز قبرستان میں واقع ایک ٹیلے پر تشریف لے جاتے اور وہاں پر کھڑے رہتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ وہاں تلاوت فرماتے

رہتے تھے۔آپ کا قیام کالا باغ کے دو گھرانوں میں رہا ہے ایک ہندالی خیل پٹھان جن کے ہاں آپ اکثر تشریف لے جاتے اور ان کے بزرگ آپ سے بہت محبت و عقیدت رکھتے تھے جو آج بھی ان کے خاندان میں قائم و دائم ہے۔اس کے علاوہ کالا باغ کے زرگر خاندان کے گھر آپ تشریف لے جاتے تھے۔حاجی عبدالرحمٰن زرگر کے مطابق آج بھی وہ کمرہ اسی طرح ان کے لئے مخصوص ہے جس طرح زندگی میں تھا اور ان کے پاس آپ کی ایک قمیض بھی چلی آرہی ہے جو انہوں نے تبرک کے طور پر سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔عبدالرحمٰن زرگر
کے مطابق کہ جب آپ کا آخری وقت آگیا تو ہمارے خاندان کے بزرگوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ
کو کہاں لے جانا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اسی ٹیلے پر دفن کر دینا۔جہاں آپ اکثر جاتے تھے اور ذکر میں مصروف رہتے تھے۔چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔

آپ کے مزار کے کَتبے پر تحریر ھے:

مقبرہ اعلیٰ حضرت جناب مولانا حافظ سید مظفر شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ تاریخ یکم شعبان 1335ھ مطابق 22/05/1917 رحلت فرمائے فردوس ہوئے۔ خلیفۃ الرشید حضرت مجدد ملت سید غلام علی صاحب دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مرشد اعلیٰ سیدنا وھادینا حضرت نور الزمان شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ساعی فقیر بڈھا خان پیش کردہ محمد شمس الزمان سجادہ نشین دربار مظفریہ نوریہ بہاول پور۔

حضرت محمد شمس الزمان شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ نور الزمان شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے تھے اور آپ نے بہاول پور میں قیام فرمایا۔حضرت چپ سائیں

کی عقیدت و محبت میں اپنے قصبے واقع بہاول پور کو ان کے مبارک نام سے موسوم کیا جو کہ آج کل کوٹ مظفر شاہ کہلاتا ہے۔

روضہ مبارک: آپ کے مزار مبارک پر خوبصورت روضہ بنایا گیا ہے جو کہ دور سے حسن و جمال کا شاہکار نظر آتا ہے۔

کشف و کرامات: آپ کے متعلق بہت کچھ روایات ملتی ہیں لیکن حضرت علامہ سراج الزمان شاہ صاحب نے ایک روایت اپنے خاندانی حوالوں سے بیان کی ہے کہ ہمارے دادا جان حضرت علامہ فخر الزمان شاہ صاحب بن علامہ نور الزمان شاہ صاحب کو درد قولنج لاحق ہوگئی۔علاج معالجہ شروع ہوا لیکن افاقہ نہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق حالت بہت خطرناک ہوگئی اور اسی حالت میں آپ کو قے آگئی جو کہ انتہائی خطرناک علامت ہوتی ہے یوں مریض زندگی اور موت کی کشمکش سے گزرنے لگا۔حضرت علامہ نور الزمان شاہ صاحب اپنے اکلوتے فرزند کی حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوگئے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ساتھیوں نے آپ کو تسلی دی کہ حضور پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ شفاء دے گا۔آپ نے فرمایا کہ بھائی (آپ بہت بڑے حکیم بھی تھے) میں جانتا ہوں کہ یہ قے خطرناک علامت ہوتی ہے۔اس کے بعد آپ حضرت صاحب کو ہسپتال سے اٹھا کر سیدھا حضرت سید شاہ مظفر شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور جا کر آپ کی گود میں ڈال دیا اور حضرت سید شاہ مظفر شاہ صاحب بہت دیر تک خاموشی کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔
کافی دیر کے بعد سکوت توڑا پھر یوں گویا ہوئے یہ نہیں مرتا یہ میرا ولی عہد بنے گا میں نے اسے اپنی آدھی حیاتی بخش دی ہے۔یہ تمام الفاظ تین بار دہرائے۔اس کے بعد اعلیٰ حضرت سید محمد نور الزمان شاہ اپنے جگر گوشہ سید محمد فخر الزمان شاہ صاحب کو اٹھا کر

گھر لے آئے اور پنگوڑے میں ڈال دیا۔ حضور تھکے ہوئے تھے آپ کو نیند آ گئی۔ اچانک نیند میں بلند آواز سے فرمانے لگے مارو پکڑو

سری کو بھگاؤ تو مائی صاحبہ نے آپ کو بیدار کیا کہ کہیں آپ خواب میں ڈر تو نہیں رہے۔ آپ اٹھے اور فرمایا کہ فخر الزمان والی بلا تھی۔ حضرت سید شاہ مظفر صاحب پکڑ کر دیوار سے باہر پھینکتے اور دیوار سے باہر حضرت قاری صاحب کھڑے تھے، پکڑ کر دریا میں ڈالنا چاہتے تھے وہ ان سے چھڑا کر واپس آ جاتی تھی اور فرمایا کہ اتنے تک شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف لائے قاری صاحب اور آپ نے جکڑ کر اس بلا کو دریا میں بہا دیا ہے۔ گھر والوں کو فرمایا کہ دیکھو فخر الزمان کی کیا حالت ہے؟ مائی صاحبہ نے جا کر دیکھا تو آپ کی درد قولنج والی گرہ کھل چکی تھی اور موادِ فاسدہ بہہ کر نکل چکا تھا اور آپ صحت یاب ہو چکے تھے۔

عرس مبارک: آپ کا عرس یکم شعبان کو منایا جاتا ہے۔ جس کا اہتمام ہندالی خیل پٹھان فیملی کے لوگ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حاجی عبدالرحمٰن زرگر بھی آپ کا عرس ماڑی انڈس میں کراتے ہیں۔

سادات کوٹ چاندنہ آپ کا عرس کوٹ چاندنہ میں کراتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والوں کو بعد از وصال بھی محبت و عقیدت سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کو قرآن پاک وذکر ودرود کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ تشفی السائل از مولانا شمس الزمان شاہ مرحوم

۲۔ خاندانی معلومات مہیا کردہ علامہ سراج الزمان شاہ کوٹ چاندنہ

نابینا حافظ محمد امین علی چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (شادیہ):

اللہ تعالیٰ کے بعض برگزیدہ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کسی جسمانی کمزوری کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے دین کو سیکھنا سکھانا اپنا شعار بنا لیتے ہیں اور وہ کمزوری ان کے راہ میں حائل ہونے کی بجائے ان کے لئے مزید مشعل راہ بنتی ہے۔ ایسی ایک شخصیت کہ جنہوں نے اپنے نابینا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے دین کی یوں خدمت کی آج آنکھوں والے بھی اس پر رشک کرتے ہیں وہ حافظ امین علی چشتی ہیں جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے لیکن قرآن پاک سیکھ کر دوسروں کو سکھانے والی حدیث پر اس طرح عمل پیرا ہوئے کہ آج ان کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ سینکڑوں نہیں ہزاروں میں پہنچتی ہے۔

پیدائش و تعلیم: آپ تقریباً 1924ء میں حافظ محمد علی کے ہاں شادیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی نابینا تھے۔ آپ کا خاندان تونسہ شریف سے نسبت رکھتا تھا۔ آپ کے والد صاحب آپ کو بچپن میں تونسہ شریف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں لے گئے اور عرض کرنے لگے حضور! میرا ایک ہی بیٹا ہے وہ بھی نابینا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں چنانچہ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا سائیں! تمہارا بیٹا کتنے لوگوں کے سینے روشن کرے گا یہ نابینا کیوں ہے۔

آپ نے حفظ کی تعلیم اپنے والد محترم سے مکمل کی پھر علم دین سیکھنے کے لئے بندیال حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ کی علم دین سیکھنے کی محبت کا یہ حال تھا کہ نابینا ہونے کے باوجود آپ روزانہ شادیہ سے پیدل

چل کر بندیال تشریف لے جاتے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کو ایک حادثہ پیش آ گیا اور آپ کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اس وجہ سے آپ کو از حد تکلیف اٹھانا پڑی۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے چچا جان مولانا فضل احمد سے بھی اکتساب علم کیا جو شادیہ میں پڑھاتے تھے۔

تدریس قرآن کریم: آپ نے حاجی فتح شیر والی مسجد میں بچوں کو دینی تعلیم اور قرآن پاک پڑھانا شروع کیا اور دور دور سے لوگ آپ کے پاس اپنے بچوں کو حفظ کرانے کے لئے لے آتے تھے۔ آپ کا قرآن کریم سے محبت کا یہ حال تھا کہ کسی کو واپس نہ بھیجتے تھے بلکہ آخر دم تک کوشش کرتے کہ بچہ قرآن حفظ کر لے۔ اسی لئے آج پورے پاکستان میں آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور اگر ناظرہ اور حفظ کرنے والوں کو ملایا جائے تو یقیناً آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں پہنچتی ہے۔

سخاوت و مہمان نوازی: آپ غریب لوگوں کے ساتھ انتہائی ہمدردی رکھتے تھے۔ اگر کوئی مانگنے والا آ جاتا تو کبھی خالی نہ لوٹاتے خاص طور پر کوئی غریب مقروض ہو جاتا اور تنگدستی کے باعث قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مشکل عرض کرتا تو آپ اس کی ضرور امداد فرماتے اور اس کا قرض اپنے ذمہ لے لیتے۔

آپ کے فرزند حافظ سید رسول صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی اس فیاضی کی وجہ سے کئی مرتبہ لوگ آپ سے دھوکہ دہی کے ذریعہ رقم وصول کر لیتے تھے۔ یوں ہوتا کہ دو شخص آ جاتے فرضی مقروض کہتا کہ میں نے فلاں بندے سے قرض لیا ہے اب مجھے وہ بہت تنگ کرتا ہے۔ چنانچہ آپ قرض خواہ کو بلا کر کہتے کہ یار اس کو کچھ نہ کہو میں تمہیں اس کا قرض ادا کروں گا۔

اس کے علاوہ آپ کا معمول تھا کہ شادیہ اڈے پر ایک ہوٹل پر جا کر ضرور بیٹھتے تھے اور ہر آنے جانے والے کی چائے کے ساتھ مہمان نوازی کرتے۔ چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر آپ خود بے حد مقروض ہو گئے لیکن اللہ کے نیک بندوں کے کام اللہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔ آپ کے عقیدت مندوں کو جب معلوم ہوا تو سب نے مل کر آپ کا قرض ادا کر دیا۔

کشف: آپ کا ایک شاگرد بتاتا ہے کہ میں ایک مرتبہ استاد محترم کو سیر کرانے کے لئے کراچی اپنے ٹرک پر لے گیا ہم سندھ کے علاقہ میں ایک ہوٹل پر اکثر ٹھہرا کرتے تھے وہاں سے کھانا کھاتے اور چائے پیتے تھے۔ حسب معمول حافظ صاحب کو بھی اسی ہوٹل پر بٹھا کر کھانے کا آرڈر دیا لیکن کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حافظ صاحب نے اصرار کیا کہ یہاں کھانا نہیں کھانا ہے چنانچہ ہم بغیر کچھ کھائے پیئے اگلے ہوٹل پر جا پہنچے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ میں نے ان ہوٹل والوں سے پوچھا کہ پچھلے ہوٹل والے کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہندو ہیں تب مجھے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب نے یقیناً کشف سے یہ بات معلوم کر لی اور وہاں کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

وفات: آپ کی وفات 12 رمضان المبارک 1421ھ بمطابق 09/12/2000 بروز ہفتہ ہوئی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک شادیہ میں ہے جس پر خوبصورت روضہ بنا ہوا ہے۔ عقیدت مند آج بھی وہاں سے مرادوں کی جھولیاں بھر بھر کر جاتے ہیں۔

اولاد: آپ کا صرف ایک بیٹا حافظ سید رسول چشتی ہے۔ انہی سے آپ کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ انہوں نے کمال شفقت سے یہ باتیں بتائیں اور بہت تعاون فرمایا۔

حضرت علامه ملوک علی شاه رحمته الله تعالٰی علیه (کلور شریف عیسی خیل):

آپ کا تعلق قریشی عباسی خاندان سے تھا۔آپ کے والد ماجد کا نام غلام رسول شاہ تھا آپ نے تونسہ شریف سے تعلیم حاصل کی اور پھر کانجواں والی مسجد کلور شریف میں مدرسہ بنا کر لوگوں کو دینی تعلیم دینا شروع کر دی۔آپ سے بے شمار لوگوں نے اکتساب علم کیا آپ کے شاگردوں میں بڑی بزرگ شخصیات بھی شامل تھیں۔آپ کے مزار پر ایک تختی لگی تھی جس پر تحریر تھا کہ آپ کے شاگردوں میں حضرت علامہ خواجہ احمد میروی (میرا شریف)، پیر فتح محمد بھوروی (بھور شریف)، پیر نور الزمان شاہ (کوٹ چاندنہ) شامل تھے۔حضرت مراد علی شاہ کاظمی خلیفہ خواجہ شمس العارفین مدفن بھور شریف، پیر غلام خواجہ موچھ پہاڑ پور اور دندہ شاہ بلاول کے سادات خاندان کے کئی شہزادوں نے بھی یہاں آ کر علم حاصل کیا۔

آپ کا شمار درویش صفت علما میں کیا جاتا ہے آپ نے دنیا کی خاطر کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا۔ایک مرتبہ عیسٰی خیل کے ایک نواب ۔نے مدرسہ کی امداد کے لئے رقم بھجوائی لیکن آپ نے اسے برملا کہہ دیا کہ تمہاری آمدنی حرام کی ہے۔میں مدرسہ کے لئے مالِ حرام قبول نہیں کرتا اور وہ رقم واپس بھجوا دی۔لوگ بتاتے ہیں کہ آپ کے وصال پر تدفین کے سلسلہ میں تنازعہ پیدا ہو گیا اور دو گروپ بن گئے دونوں اپنے اپنے قبرستان میں آپ کا مزار بنانا چاہتے تھے۔کلور شریف میں دو قبرستان ہیں ایک شمالی اور ایک جنوبی سمت واقع ہے۔چنانچہ ایک بزرگ کے کہنے پر آپ کی چارپائی کمرے

میں اکیلے رکھ دی گئی کہ جس طرف اس کا رخ ہو جائے اسی قبرستان میں دفن کیا جائے ۔دوبارہ لوگ گئے تو چارپائی نے رخ پھیر دیا تھا چنانچہ اسی طرف والے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔آپ کے مزار پر آج کل

خوبصورت روضہ بنا دیا گیا ہے جو یقیناً اتنے بڑے عالم فاضل شخص کے شایانِ شان ہے۔آپ کا عرس بھی دس ماگھ کو منایا جاتا ہے۔

میاں محمد اکرم شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (دلے والی):

آپ کاظمی سادات دلے والی کے چشم و چراغ تھے۔آپ کے والد محترم میاں نور محمد شاہ بھی انتہائی نیک اور پارسا شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے بھائی فتح محمد شاہ علیہ الرحمہ بھی انتہائی نیک ہستی تھے اور سلسلۂ قادریہ میں حضرت غلام محمد حضوری علیہ الرحمہ بھکواوالوں سے خرقۂ خلافت رکھتے تھے اور درود و وظائف میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔

حصول رزق حلال عین عبادت ہے : آپ کا تعلق فقراء کے اس گروہ سے تھا جو رزق حلال کمانے کی خاطر تگ و دو کرتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل بھی نہیں رہتے ہیں۔آپ ریلوے میں ملازمت کرتے تھے اور کالاباغ کے ریلوے سٹیشن پر ڈیوٹی کرتے تھے۔یوں آپ رزق حلال کی خاطر ملازمت کرتے اور نوکری کے بعد آپ حضرت علامہ مولانا نورالزمان شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں کوٹ چاندنہ حاضر ہو جاتے پھر باقی وقت مرشد کی معیت میں اللہ کے ذکر میں گزار دیتے تھے۔آپ نے ہمیشہ رزق حلال کھایا۔ریلوے میں ملازمت کی۔ایک ہاتھ میں تسبیح دانے دار اور دوسرا ہاتھ بکار سرکار۔لب پر ہر وقت ذکر خدا اور درود محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔شب بیدار سحر خیز اور سفید چہرہ، بھرا ہوا سینہ، کشادہ سفید نورانی داڑھی، لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ، دندان سفید موتیوں کی طرح آبدار حق گو، حق پسند مگر زیادہ تر خاموش طبع تھے۔

سلطان علی شاہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو نواب امیر محمد خاں نے کسی بچے کو دم کرانے کے لئے بلایا۔اس وقت میاں محمد اکرم شاہ کالاباغ ریلوے سٹیشن پر ملازم

تھے اور ان کی سرکاری ڈیوٹی تھی۔نواب صاحب کے فرستادہ کو میاں صاحب نے فرمایا کہ میں اس وقت سرکاری ڈیوٹی پر ہوں حاضر ہونے سے معذور ہوں مگر کالاباغ میں نواب صاحب سے زیادہ کون بڑی سرکار ہو سکتا تھا فرستادہ نے جو جواب سنایا اس سے میاں صاحب زیر عتاب آگئے اور نواب صاحب نے حکم دیا کہ جاؤ اس فقیر کی زبان کاٹ کر لے آؤ۔چنانچہ وہی فرستادہ ایک ساتھی کو لے کر خنجر بکف میاں صاحب کے پاس پہنچے اور نواب صاحب کا حکم سنایا۔فقیر صاحب نے زبان منہ مبارک سے باہر نکال دی اور فرمایا کاٹ لو۔فقیر کے چہرے پر جلال تھا خوف کے بجائے سکون و اطمینان تھا۔ظلم ظالم سے نمٹنے کو آمادہ و تیار تھا۔یہ بات سننا تھی کہ نواب کے ملازمین کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔چھری ہاتھ سے گر گئی اور سر فقیر کے قدموں پر رکھ دیا اور معافی کے خواستگار ہوئے اور نواب کے پاس واپس آکر ماجرا بیان کیا نواب نے کہا کہ فقیر فی الواقعہ اللہ والا ہے دم درود والا بناوٹی فقیر نہیں ہم بھی اس کی حق پرستی کا امتحان لینا چاہتے تھے پھر نواب نے

معذرت کی اور ان کے فارغ وقت میں ان کو بلایا بچے کو دم دعا کرائی۔اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی نواب چاہتے تھے کہ فقیر ان کی سلامی کو وقتاً فوقتاً آیا کرے لیکن یہ جوڑ جوڑ نہیں تھا فقیر کی غنی حمید سے لوگی ہوئی تھی۔وہ ایک دنیادار جابر متکبر کی چوکھٹ پر کیا سلامی دیتے۔ان کی جبیں سائی کے لئے عقیدت و احترام کے لئے اور راہیں تھیں نہ وہ دنیا کے طالب تھے اور نہ دنیادار پسند نواب کی اس خواہش کو آپ نے پرکاہ کا درجہ بھی نہ دیا اور اسی ذات کے سامنے جھکتے رہے اسی در پہ جاتے رہے جو نوابوں اور بادشاہوں کا خالق و مالک ہے جس کے دست قدرت میں انسان کی زندگی اور موت ہے عزت و ذلت ہے۔حالانکہ نواب صاحب اور ان کے خاندان کے لوگ اس خاندان یعنی پیر

سید جلال شاہ صاحب کی اولاد سے عقیدت رکھتے تھے۔

بیعت و خلافت: آپ علیہ الرحمہ نے حضرت علامہ نور الزمان شاہ صاحب کی بیعت کی تھی اور ان سے ہی خلافت پائی تھی۔

کشف و کرامات: آپ جب ریٹائر ہو کر واپس تشریف لائے تو مخلوقات نے ہجوم کیا اور ہر وقت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور فیض کے خزانے پاتے تھے۔ حضرت علامہ طارق حسین شاہ دولے والی بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے گھر کے سامنے تشریف فرما تھے۔ کچھ لوگ حاضر ہوئے کہ حضور بارش نہیں ہو رہی ہے ہم بہت تکلیف میں ہیں دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمائے۔ اتنے میں حضرت امید علی شاہ صاحب جو کہ علاقے کے مشہور و معروف مجذوب بزرگ ہو گزرے ہیں۔ وہ گزرنے لگے آپ نے فرمایا جاؤ شاہ صاحب کو کہو کہ بارش کے لئے دعا کرے۔ لوگ جب ان کے پاس حاضر ہوئے تو وہ فرمانے لگے جس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے اس کے پاس کیا فقیری کم ہے جو مجھے بارش کے لئے کہتا ہے۔ یہ کہہ کر آگے چلنے لگے لیکن ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے پھر لیٹ گئے اور کہنے لگے کہ میرا راستہ کس نے بند کیا ہے؟ پیر محمد اکرم شاہ صاحب بولے جب بارش کے لئے دعا مانگو گے تو تمہارا راستہ کھلے گا۔ مجذوب کہنے لگے شاہ صاحب! مجھے چھوڑ دو ان شاء اللہ بارش ضرور ہو گی۔ فرمایا جاؤ۔ وہ چلا گیا۔ ادھر اچانک بادل آئے اور خوب موسلا دھار بارش برسنے لگی۔

آپ کا مزار دولے والی شریف دادا دوست محمد علیہ الرحمہ کے قبرستان میں ہے۔ آپ کی اولاد میں میاں محمد حسین شاہ اور میاں اللہ بخش شاہ تھے وہ بھی وصال پا چکے ہیں۔

مولانا محمد امیر شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (سلطان والا موچھ):

آپ حضرت محمد اکرم شاہ المعروف دادا محمد اکبر شاہ علیہ الرحمہ موچھ شریف کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ بھی سادات کاظمی گھرانے کے چشم و چراغ اور انتہائی عابد و زاہد شخصیات میں سے ایک ہیں۔ آپ کے والد کا نام شیخ حسین تھا۔ آپ کی رہائش موچھ کچہ کے علاقہ سلطان والا کے گاؤں میں تھی۔ آپ بچپن سے ہی اپنے والد کی شفقت سے محروم ہو گئے تھے۔ آپ نے دینی تعلیم مولانا چراغ محمد شاہ اور مولوی غلام فرید موچھ سے حاصل کی۔

بیعت: آپ کا سلسلۂ طریقت چشتی سیالوی تھا۔ آپ نے سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین کی اجازت سے اپنے ہی خاندان سادات کاظمی کے چشم و چراغ حضرت علامہ مولانا نور الزمان شاہ علیہ الرحمہ کوٹ چاندنہ والوں کے خاندان میں بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر سلسلۂ قادریہ میں سلوک کی منازل طے فرمائیں۔

بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: آپ بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔ آپ نے بے شمار نعتیں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ بے حد عبادت گزار اور انتہائی عابد و زاہد تھے۔ روزانہ دس ہزار مرتبہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات والا

صفات پر درود پاک پڑھتے اور تین دن میں قرآن پاک ختم فرما لیتے تھے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے مزارات پر متعدد بار چلہ کشی اختیار فرمائی یا پھر مسجد ہی میں معتکف ہو جاتے اور عبادت میں مصروف وقت گزارتے۔ آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ پیدل چل کر ادا کیا۔ ایک مرتبہ آپ پیدل چل کر حج پر تشریف لے گئے تو 6 سال کا عرصہ آپ نے متبرک مقامات کی زیارت کرتے ہوئے گزار دیا۔ گھر والے تو اب یقین کر چکے تھے کہ آپ وصال فرما چکے ہیں۔ 6 سال بعد آپ اچانک گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے اس حج کا سفر نامہ بھی تحریر فرمایا۔ آپ چلنے میں بے حد تیز رفتار تھے اور دریا میں بڑی مہارت کے ساتھ تیراکی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد طاقت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ گندم کی بوری کو خود ہاتھوں سے اٹھا لیتے اور کندھوں پر رکھ کر گھر لے آتے تھے۔ آپ ایک مرتبہ سیال شریف تشریف لے گئے ان دنوں میں پیدل یا ریل کا سفر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے صبح فجر کی نماز مسجد میں پڑھائی اور پیدل سفر پر روانہ ہوئے عرس میں شرکت فرما کر آپ واپس گھر تشریف لائے اور عشاء کی نماز اپنی مسجد میں پڑھائی۔ آپ اپنے پیرومرشد کی زیارت کے لئے جاتے تو دریائے سندھ کو تیر کر عبور کرتے اور کوٹ چاندنہ جا پہنچتے۔ ایک مرتبہ کوٹ چاندنہ عرس سے واپس آ رہے تھے اور کافی آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ سب لوگ دریا میں تیرتے ہوئے آ رہے تھے۔ آپ کے ایک ساتھی کو دریا کی لہروں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ دوسرے ساتھیوں سے بہت دور ہو گیا۔ آپ نے فوراً اپنا رخ تبدیل کیا اور جا کر اس کو لہروں سے نکالا اور کنارے پر پہنچا دیا۔

آپ کا وصال 24/06/1984 بروز جمعہ شریف 12 رمضان المبارک کو ہوا۔ آپ کا

مزار دادا محمد اکبر علیہ الرحمہ موچھ کے بالکل ساتھ واقع ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے محمد نذیر شاہ، محمد بشیر شاہ، محمد شبیر شاہ اور محمد منیر شاہ ان کی یادگار ہیں۔

آپ کا نعتیہ اور عارفانہ کلام:

کتھے یار دا مکھڑا والضحٰی و الیل دی زلف سیاہ کالی
کیویں یار نوں آکھاں مثلکم پڑھ آیت قوسین دے ناں والی
کتھے بیت حرم کتھے مسجد اقصیٰ کتھے پہنچی جناب دی ذات عالی
امیرا و دل اکسیر ہو ویندے جنہاں دلاں تے سائیں نظر کرم دی بھالی

....

سراج منیر دے نوری جلوے کیتا جگ دے آ چمکارا
نور حضور دے جلوے توں ہویا روشن عالم سارا
حق باطل دا فرق تھیا کیتا کفر جہاں توں کنارا
امیر اکسیر ہے ہر مشکل دی سوہنڑا نام محمد پیارا

....

الف آئینہ تے پیر دا سینہ حقیقی حق نما اے
اکھ انصاف دی کھول کے ڈیکھیں پیا ڈسدا نور نگاہ اے
تھی دامن گیر کہیں پیر کامل دا بن پیر نہ ہو گمراہ اے
امیر سوائے پیر کامل دے نائیں ملدا محض خدا اے

....

جے کر چاہنا ایں یار دا ملنا پہلے دل چا ڈے دلبر نوں
دل غیراں توں خالی کر پھر ڈیکھ جھکا توں سر نوں
ظاہر باطن دی کر صفائی تے آنپ مرشد دے درنوں
جے کر پھر نہ یار ملے ڈیویں گلہ امیر حقر نوں

....

تسبیح رولی تے دل نہیں رولا کہوا فائدہ منڑکے گھساونڑدا
مونہوں لا الہ وچوں ہور صلاح مزہ آگیا ورد پکا ونڑدا
سجدے کیتے مسجود نہ ملیا کہوا فائدہ متھے گھساونڑدا
امیر دی ساری عمران گل گئی اے ڈھنگ سکھیا نی یار مناونڑدا

....

میاں محبت شاہ علیہ الرحمہ (دلے والی):

آپ سادات کاظمی ہیں۔ دلے والی شریف میں میاں نور حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ بہت عبادت گزار اور عابد وزاہد تھے۔ آپ کا تعلق استرشاد ضلع لیہ کے ڈگر شاہ حسین کے سادات نوری حضوری سے تھا اور وہیں سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا اور قبولیت عامہ بھی حاصل ہوئی۔ آپ کا سلسلہ ارشاد نہ صرف مضافات میں بلکہ دور دراز علاقوں میں پہنچا۔ ملک جہان خان اول کے والد صاحب ملک سردار خان صاحب واں بھچراں والے نے انہیں 200 کنال زمین کا عطیہ دیا جو ابھی تک ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے اور اس علاقہ کے لوگ ابھی تک ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند ہیں۔

محبت شاہ صاحب کو ملک سردار خان نے جو ایک مربع زمین کا عطیہ دیا اس کی کہانی یہ ہے کہ ملک سردار خان سے چند مویشی چوروں نے دھوکہ سے جعلی راہداری بنا کر مہر تصدیق بھی لگوالی اور دریائے جہلم (خوشاب) کے پتن پر وہ چور پکڑے گئے انہوں نے راہداری مصدقہ پیش کر دی اس جرم میں ملک صاحب موصوف سے نمبرداری چھن گئی۔ ہر چند کوشش کی مگر نمبرداری واپس نہ ہوئی اور ملک صاحب نے آخری اپیل ڈیرہ اسماعیل خان میں حاکم وقت انگریز کی عدالت میں دائر کر دی کئی تاریخیں بھگتیں مگر فیصلہ خلاف ہوا۔ ایک فقیر میاں محمد جوڑا (جو میاں علی محمد اور میاں محمد اعظم کے والد تھے) نے انہیں مشورہ دیا کہ ملک صاحب ایک سادہ سا بزرگ نام و نمود سے کوسوں دور ہمارا مرشد ہے۔ آپ کے مقدمہ کے لئے ان سے استدعاء دعا کی جائے وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ ملک صاحب، صاحب غرض تھے انہوں نے ان کی بات پر عمل کیا اور میاں محبت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدعا کیا۔ آپ نے دوسری صبح ملک صاحب کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشکل حل فرما دی اور آپ کی سرداری بحال ہو جائے گی اور بغیر کسی درخواست کے آپ کو گھر بیٹھے اطلاع مل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس شکرانہ میں ملک صاحب نے فقیر صاحب کی خدمت میں گھوڑا مع زین اور سرو پا خلعت اور 200 کنال زمین پیش کی جو بڑی ردو کد کے ساتھ قبول ہوئی آپ کے تین صاحبزادے مبارک علی، مولانا علی محمد اور محمد عظیم تھے۔ آپ کا مزار دلے والی شریف میں ہے۔

حضرت میاں مراد علی المعروف میاں مراد وند علیہ الرحمہ (میانوالی):

آفتاب ولایت میاں مراد علی علیہ الرحمہ حضرت میاں علی محمد علیہ الرحمہ کے فرزند اور حضرت سلطان زکریا علیہ الرحمہ کے پوتے تھے۔ اور میانہ خاندان کے بے شمار چمکتے ستاروں میں سے ایک بہت زیادہ روشن ستارے تھے۔ آپ عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ جنگلوں، پہاڑوں اور صحراؤں کو آپ نے اللہ کے ذکر سے شاد و آباد کیا اور انہیں کٹھن مراحل کی بھٹی سے گزرنے کے بعد آپ کو حضرت سید جمال اللہ علیہ الرحمہ کا قرب حاصل ہوا۔ مراتب سلطانی میں صاحبزادہ محمد عالمگیر شاہ صاحب آپ کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں۔

سید جمال اللہ حیات المیر کا فیض: حضرت سید میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ نے اپنے والد گرامی قطب مدار سید میاں علی محمد شاہ المعروف صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تاہم حضور پیران پیر غوث الاعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے سید جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر سے بھی فیض حاصل کیا۔

سید جمال اللہ حضور پیران پیر غوث الاعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے منجھلے بیٹے سید عبدالرزاق شاہ علیہ الرحمہ کے بیٹے ہیں۔ پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس پوتے (جمال اللہ) کے حال پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ ان کو اپنی گود میں لے کر ارشاد فرماتے ''بیٹا امام آخر الزمان حضرت مہدی کو میرا اسلام

دینا''۔ چنانچہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی سید جمال اللہ المعروف زندہ پیر عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ حضرت سید جمال اپنے جد بزرگوار سیدنا غوث الاعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اب تک زندہ ہیں اور اپنے نانا جان نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت (سلام) اور اپنے دادا جان کی امانت (سلام) حضرت امام مہدی علیہ الرحمہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچائیں گے۔ سید جمال اللہ شکل و شباہت کے اعتبار سے اپنے دادا جان حضور سیدنا غوث الاعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت مشابہ تھے (تحفۃ الابرار، مہر منیر، انیس القادریہ) حضرت سید جمال اللہ شاہ سے بہت سے اولیاء کرام نے فیض حاصل کیا جن میں حضرت سید مقیم شاہ (حجرہ شاہ مقیم) حضرت سلطان بری شاہ لطیف کاظمی المعروف بری امام (اسلام آباد) اور حضرت سید مراد علی مراد وند (میانوالی)۔

حضرت سید میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ آپ جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں میں حق کی تلاش کو نکل پڑتے تھے۔ بچپن سے ہی آپ سید جمال اللہ کے متلاشی رہے اور ایک عرصہ تک پہاڑوں میں گھومتے پھرتے رہے۔ آخر اس جمال والے مہربان کو پالیا۔ اصل واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ آپ اسی تلاش میں پہاڑ پر چکر لگا رہے تھے کہ دور سے روشنی نظر آئی۔ آپ روشنی کی طرف دوڑے کہ شاید میری قسمت کی روشنی ہو۔ جونہی آپ قریب پہنچتے ہیں تو روشنی غائب ہو جاتی ہے۔ دور ایک اور جگہ پھر اسی روشنی کا نظارہ ہونے لگتا ہے آپ پھر دوڑ پڑتے ہیں مگر قریب جا کر ویسا ہی ہوتا ہے اور اس جگہ سے روشنی ختم ہو کر کہیں بہت دور سے چمکنے لگ جاتی ہے۔ ہماری

خاندانی روایات کے مطابق روشنی کو پانے کے لئے حضرت سید میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ کئی دن تک پہاڑوں میں دوڑتے رہے جس کی وجہ سے آپ کے پاؤں مبارک سے خون کے فوارے نکلنے لگے تھے۔ آپ حضرت سید میاں
مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے اس مشکل امتحان میں کامیاب کیا۔ آپ پہاڑوں پر دوڑ دوڑ کر نڈھال ہو چکے تھے۔ کئی بار ناکامی کے بعد جب پھر اس روشنی کے پاس آتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دودھ گرم کر رہا ہے۔ حضرت سید میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ اس شخص کی پشت مبارک کے پیچھے باادب بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ شخص معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ سید غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوتا اور سید عبدالرزاق علیہ الرحمہ کا لخت جگر ہے۔ اس نے دودھ خود بھی پیا اور حضرت کو بھی پلایا۔ بس دودھ کا پینا تھا کہ حضرت سید میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ کی نظروں میں ایسی شعاع برق رفتار پیدا ہو گئی کہ جس سے آنکھ ملتی تھی قلب و جگر کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ پہلے ہی دن کی ملاقات پر سید جمال اللہ، حضرت مراد وند کو عشق کا ایسا شربت پلاتے ہیں کہ پھر کبھی اس طالب صادق کو در بدر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہمارے علاقے میں سید جمال اللہ کو بیج پاوا پیر کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے۔

تصرفات: حضرت سید میاں مراد علی شاہ مراد وند علیہ الرحمہ بھی اپنے دادا جان حضرت سلطان العارفین سلطان محمد ذکریا علیہ الرحمہ کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔ ان ہی تصرفات، کرامات اور تعلیمات سے اطراف عالم میں آپ کی عظمت کی دھوم مچ گئیں۔

آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید میاں علی نور شاہ صاحب کا یہ معمول تھا کہ

ہر جمعرات میانہ کھوہ سے شہر میانوالی تک گھوڑے پر سوار ہو کر دربار عالیہ سلطان العارفین پر حاضری دیتے تھے۔ چونکہ میاں علی نور شاہ میانہ کھوہ ہی میں سکونت رکھتے تھے لہذا وہیں سے سوار ہو کر روضۂ مبارک سلطان بادشاہ کے جنوب کی جانب کچھ فاصلے پر حضرت مخدوم حاجی صاحب علیہ الرحمہ کے روضہ کے قریب آ کر ادب کی خاطر گھوڑے سے اتر جایا کرتے تھے اور پا پیادہ اپنے باپ دادا کے مزارات پر حاضری دیتے۔ ایک مرتبہ آپ آئے اور اپنے گھوڑے کو دربار عالیہ کی مسجد کے قریب باندھ دیا اور خود فاتحہ کے لئے سلطان العارفین اور اپنے والد گرامی میاں مراد علی مراد وند علیہ الرحمہ کے مزارات پر حاضری دی۔ فارغ ہو کر واپس لوٹتے ہیں تو گھوڑا غائب ہے۔ بہت پریشان ہوئے کہ میانہ کھوہ گھر تک پیدل جانا پڑے گا نیز راستے میں اندھیرا بھی ہو جائے گا اور راستہ بھی خطرناک ہے۔ آخر اللہ پر توکل کیا اور اپنے باپ دادا کے بھروسہ پر آپ پیدل روانہ ہو پڑے۔ شہر سے دور جنوب کی طرف میانوالی کے بڑے بڑے ٹیلوں سے گزر رہے ہیں۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا ہے۔ پرانے زمانے میں یہاں سے ایک راستہ بنام "ٹالیاں والا راستہ" نکلتا تھا۔ اس راستے پر سے گزرے تو پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی مڑ کر دیکھا تو سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص قدموں پر قدم رکھے آ رہا ہے۔ میاں علی نور صاحب فرماتے تھے کہ میں مڑ کر اس شخص کو دیکھ بھی لیتا تھا اور گھر کی طرف چلتا بھی جاتا تھا۔ جب میں میانہ کھوہ کی حدود میں داخل ہوا تو وہ صاحب پیچھے سے بولے "میں نے تجھے اللہ کو سونپا ہے یعنی اب میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں" میاں علی نور صاحب فرماتے تھے کہ میں نے عرض کی "اے خدا کے بندے تو کون ہے؟" فرمایا! "کیا تو نے مجھے پہچانا؟" عرض کی

”نہیں“فرمایا”میں تیرا باپ مرادوند ہوں میں نے چاہا کہ میرا بیٹا علی نورا کیلا نہ جائے اسے گھر تک پہنچا آؤں“ یہ فرمایا اور غائب ہو گئے۔۔میاں علی نور صاحب گھر پہنچتے ہیں تو گھوڑا پہلے سے ہی گھر میں موجود کھڑا ہے۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

حضرت میاں مرادوند علیہ الرحمہ ان خاصانِ خدا میں سے تھے جو بعد وفات بھی دنیا میں تصرف مثل زندگی کرتے ہیں۔آپ نے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔وقت کے حاکم آپ کی ایک ٹھوکر سے سنبھلتے نہ تھے اگرچہ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ یاد الٰہی میں گزارا تاہم جب آپ بحیثیت مبلغ سامنے آئے تو ہزاروں لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر گناہوں سے توبہ کی۔جس نے آپ کے خلاف ناپاک عزائم رکھے آپ نے اسے ایسا سبق سکھایا کہ پھر وہ کبھی خدا کی زمین پر خدا نہ بنا۔

رام سنگھ کی پٹائی: سکھوں کے عہد میں رام سنگھ چھپری والا ایک تعزیری مہم کے سلسلہ میں میانوالی آیا تو اس نے آتے ہی تشدد کی راہ اختیار کی اور حکم صادر کیا کہ صبح ہی صبح میانوالی کو لوٹ لیا جائے۔لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اللہ والے خود اسے راتوں رات لوٹ لیں گے۔حضرت میاں مراد علی مرادوند علیہ الرحمہ کا بڑا بھائی حضرت میاں چراغ علی علیہ الرحمہ سکھ حکمران کا مذکورہ حکم سن کر سخت پریشان ہوا اور یہ پریشانی کوئی جان کے خوف کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ان اللہ والوں کے پاس لوگوں کی امانتیں، لنگر کا سامان اور غرباء کے اخراجات کے فنڈ ایسی ضروری چیزیں تھیں جس کی وجہ سے میاں چراغ علی صاحب کو پریشانی ہوئی۔لیکن مرادوند صاحب نے فرمایا!

بھائی جان پریشان نہ ہوں۔منشائے خداوندی میں اس حکم کی تعمیل ہونا ہی نہیں۔وہی ہوگا جو میرے رب کو منظور ہوگا۔چنانچہ رام سنگھ رات کو سویا تو تین بار اسے بستر سے نیچے پٹخا گیا۔بڑی مصیبت سے رات گزری۔صبح اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے خود ساختہ حکم کی تنسیخ کا اعلان کیا اور پھر خود میانوں کے مکانات پر آیا اور ان سے ملاقات کرنے لگا۔رام سنگھ سب میانوں کو تعجب کی نظروں سے دیکھتا بھی جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ جو شخص مجھے مطلوب ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔لوگوں کی شدید خواہش پر حضرت میاں مرادوند علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے جونہی رام سنگھ نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے رات کو تین مرتبہ بستر سے اٹھا کر نیچے دے مارا۔

سبحان اللہ! حضرت نے پہلے ہی اشارۃً اپنے بڑے بھائی کو فرما دیا تھا کہ ہم راتوں رات اس کا انتظام کر لیں گے۔اپنے محل میں آرام سے سوئے ہوئے راجے کو حضرت نے اپنے روحانی تصرف سے زمین پر تین بار اس زور سے پھینکا کہ پھر کبھی اسے ایسے حکم کے رائج کرنے کی جسارت نہ ہوئی بلکہ معافی کا طلبگار رہا تو حضرت نے فرمایا”کوئی ہمیں کچھ نہ کہے ہم فقیر لوگ کسی کو کیا کہتے ہیں“۔

حضرت خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمہ کا مشاہدہ: حضرت خواجہ صاحب ہمارے علاقے کے معروف بزرگ گزرے ہیں۔آپ صاحب کشف وکرامات تھے۔عالم باعمل تھے۔علم حدیث میں آپ کو کمال حاصل تھا۔آپ کا مثنوی شریف کا درس بڑا مشہور تھا۔آپ نے خواجہ احمد میروی چشتی علیہ الرحمہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔آپ کا ایک فرمان سمجھنے کے قابل ہے۔

فرمایا”ولی اللہ ایک دلہن کی طرح ہوتا ہے کہ جو ڈولی سے باہر آ کر اپنا لباس سمیٹ کر

بیٹھتی ہے حتیٰ کہ اپنا چہرہ بھی چھپا لیتی ہے تا کہ اسے کوئی نہ دیکھ سکے۔ یہی حال ولی اللہ کا ہے وہ ولایت کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ اس طرح اپنے آپ کو چھپاتا ہے کہ محرم کے سوا اسے یا اس کے مراتب کو کوئی نہیں پہچان سکتا (ملفوظات مبارکہ)۔

حضرت خواجہ صاحب کے جد امجد مولوی عبداللہ صاحب کے فرزند مولوی خدایار صاحب کو حضرت میاں مراد وند علیہ الرحمہ کے والد ماجد قطب وقت حضرت سید صاحبزادہ علی محمد شاہ علیہ الرحمہ سے ارادت و محبت تھی۔ یوں خواجہ صاحب کو میاں خاندان سے عقیدت کا رشتہ ورثے میں ملا۔ خواجہ صاحب اور اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جناب چوہدری اورنگ زیب صاحب دونوں کا معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے وقت دربارِ عالیہ سلطان العارفین پر حاضر ہوتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر جناب چوہدری اورنگ زیب صاحب جو کہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ ایک رات میں اور خواجہ اکبر علی صاحب دربار زکریا پر حاضری دینے جاتے ہیں۔ روضۂ مبارک میں داخل ہونے کو ہی تھے کہ پیچھے سے آواز آئی مولوی صاحب! دادا زکری کی فاتحہ تو روزانہ پڑھنے آتے ہو میرے پاس کیوں نہیں آتے؟

ڈپٹی کمشنر صاحب فرماتے ہیں ہم جو دیکھتے ہیں کہ ایک حسن و جمال کا پیکر مرد مجاہد کفن میں لپٹے ہوئے اپنی قبر انور سے نکلا اور ہمیں یہ الفاظ کہہ کر پھر اپنی قبر انور میں چھپ گیا ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کس خدا کے پیارے کا مزار ہے جو اپنی قبر میں بھی ہے تو مراد وند اور باہر ہے تو بھی مراد وند۔

ڈپٹی کمشنر صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور خواجہ صاحب حیران رہ گئے۔ چنانچہ ہم واپس ہوتے ہوئے مراد وند کی قبر پر ایک نشانی رکھ گئے کہ صبح معلوم کروائیں گے کہ یہ کس کی

مزار ہے۔ دوسرے ہی دن پتہ چلا کہ یہ سلطان العارفین علیہ الرحمہ کا پوتا مراد وند ہے جو:

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جس کا دل عشق سے زندہ ہو وہ کبھی نہیں مرتا۔ دفتر عالم پر ہماری دائمی زندگی لکھ دی گئی ہے۔

ڈپٹی کمشنر صاحب اور خواجہ صاحب اس واقعہ کے بعد حضرت میاں مراد وند کی مزار انور پر باقاعدگی سے حاضری دیا کرتے تھے اور روحانی تسکین پاتے تھے۔

حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ کا فیض باطنی:

پیر صاحب بھور شریف والے سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ جان محمد علیہ الرحمہ میبل شریف والوں کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے اور میاں خاندان کے ایک مشہور بزرگ حضرت سید میاں گام علی شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے۔ پیر صاحب بھوروی اور ان کا خلافتی مرید صوفی جہانگیر خان پیر پٹھان دونوں سادات میانوں کے مزارات سے کافی عرصہ تک فیض باطنی لیتے رہے۔ پیر صاحب یہاں دربار عالیہ سلطانیہ قادریہ پر آ کر حضرت میاں مراد وند کے مزار انور کے قریب بیٹھ کر اکثر ورد و وظایف میں مشغول رہتے تھے۔ جب پیر بھوروی صاحب کی خواہش کے مطابق حضرت نے اسے فیض سے مالا مال کیا تو پیر صاحب نے شکریہ کے طور پر یہ اشعار کہے جو آج بھی مزار پرانوار میاں مراد وند کے سرہانے تختی پر کندہ ہیں فرمایا:

مراد علی مراد سائلا نست مراد وند مشہور جہانست

نصیب فتح محمد نیک بودہ کہ وقت نوش بر قبرش رسیدہ

رفاہِ عامہ کے کام اور مساجد کی تعمیر:

آپ نے کئی مساجد بھی تعمیر کرائیں۔ حضرت سلطان ذکریا کے مزار کے غربی جانب والی مسجد آپ ہی کی تعمیر شدہ ہے۔ اس کے علاوہ اسی نمونہ کی مسجد چاہ میانہ پر بھی موجود ہے لیکن اس کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے آپ وصال فرما گئے تھے۔ اس مسجد کے ساتھ ہی آپ نے ایک کنواں کھدوایا تھا جس کا پانی مسجد کے استعمال میں آتا تھا اور وہیں چاہ میانہ پر آپ نے ایک ٹوبہ یعنی تالاب بھی کھدوایا تا کہ چرند پرند انسان حیوان سب اس کے پانی سے مستفید ہوسکیں اس کے علاوہ بھی آپ نے عمر خیل، گولے والی اور کافر کوٹ میں بھی مساجد بنائیں۔

وفات وعرصہ حیات کا تعین: آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں، نہ مل سکیں البتہ میانوالی گزٹ کے حوالے سے آپ کے عرصہ حیات کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ایک جگہ تحریر ہے کہ 1847ء میں میاں غوث علی اور اس کے دوسرے بھائیوں میاں چراغ علی اور میاں مراد علی نے ایک تنازعہ کے تصفیہ کے سلسلے میں حاکمان وقت کی مدد فرمائی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ 1847ء میں حیات تھے گویا آپ 150 سال قبل کے بزرگ ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کو مزار حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمہ کے شمالی جانب دفن کیا گیا۔

کرامت بعد از وصال (آپ کی مزار ٹیڑھی ہو گئی):

نام فقیر انہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

آپ علیہ الرحمہ کا مزار منبع جود وسخا اور بے آسروں کا آسرا ہے اور بقول مولانا عالمگیر شاہ صاحب کہ جس نے زندہ قبر دیکھنی ہو تو وہ حضرت مراد وند علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہو جائے۔ یہ قبر پہلے بالکل سیدھی تھی لیکن آپ کے قدموں کی جانب آپ کے پوتے حافظ میاں علی احمد علیہ الرحمہ کو دفن کیا گیا اور خاندانی روایات کے مطابق ان کے سینے پر قرآن پاک بھی تھا جس کے ادب واحترام کی خاطر آپ کی قبر جانب غرب پھر گئی۔ اس واقعہ کا ذکر حافظ میاں علی احمد علیہ الرحمہ کے تذکرے میں بھی آچکا ہے۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے (۱) بہادر علی المعروف شیر بہادر (۲) محمد علی (۳) نور علی المعروف علی نور ہوئے جنہوں نے اپنے خاندان کا نام خوب روشن کیا۔

پیر میاں مبارک علی شاہ علیہ الرحمہ (دلے والی):

آپ حضرت پیر محبت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند تھے۔آپ کی بزرگی کا بھی بے پناہ شہرہ ہوا اور آپ نے بھی والد صاحب کی طرح تصوف کے راستے میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔آپ کا اصل نام مبارک علی تھا لیکن پیر مبارک شاہ کے نام سے مشہور تھے۔مبارک علی المعروف مبارک شاہ دین کی تعلیم سے بقدر ضرورت واقف تھے۔زہد و ریاضت میں ان کا پایہ بلند تھا۔ذکر واذکار میں ہمہ وقت مصروف و مشغول شب بیدار اور سحر خیز۔انہوں نے کئی چلے پہاڑوں کی کھوہ اور دریاؤں کے کنارے کاٹے۔کئی دفعہ ہفتوں بعد روزہ افطار کیا اور کچھ کھایا پیا۔سادہ طبیعت، سادہ لباس، ریاکاری سے سخت احتراز اور قبول سخن تھے۔دعاؤں میں اجابت، بددعا میں سیف بران، گھوڑوں سے عشق کی حد تک محبت۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ محمد یار والد ملک غلام ہلہ خیل کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ان کی بچھڑی میاں صاحب کی گھوڑی کی گھاس پر آپڑتی۔دو چار دفعہ ہٹانے پر جب نہ ہٹی تو میاں صاحب نے فرمایا کہ پھٹی تھیویں ہٹ پرے۔بچھڑی وہیں چکر کھانے لگ گئی۔ملک غلام نے اسے بیمار سمجھ کر علاج معالجہ کی طرف توجہ دی۔میاں صاحب نے فرمایا کہ اب اسے حلال کردو یہ نہیں بچ سکتی اس نے مجھے تنگ کیا اور میں نے اسے کہا کہ پھٹی تھی (تو مرجائے) چنانچہ انہوں نے بچھڑی ذبح کرادیا۔

میاں مبارک شاہ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام مبارک کسی دوسری زبان سے سنتے تو آب دیدہ ہو جاتے اور نعت شریف سن کر تو ہچکی بندھ جاتی۔ایک مرتبہ ڈیرہ ڈہرالانوالہ علاقہ واں بھچراں میں تھے اور گھر والوں نے اپنا چھپر اٹھوانے کے لئے اجتماع کیا۔لوگوں نے ازراہ مذاق کہا کہ جب تک فقیر مبارک چھپر پر چڑھ کر دوہا نہیں دیں گے ہم چھپر نہیں اٹھائیں گے۔چنانچہ آپ چھپر پر چڑھ گئے اور قبلہ رو ہو گئے اور بے تحاشا آنسو جاری ہو گئے اور وجد میں آگئے فرمایا لوگو اوہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نظر آرہا ہے۔لوگوں پر بھی وجدانی اثر ہوا۔فقیر کے اردگرد ہو گئے مگر یہ نظارے تو قسمت والے ہی دیکھ سکتے ہیں۔میاں مبارک شاہ کی بڑی کرامت یہ تھی کہ جہاں کہیں وبائیں پھوٹ پڑتیں عقیدت مند انہیں لے جاتے یہ گاؤں کے اردگرد کڑا دے دیتے اور اللہ تعالیٰ وباء کو دور فرما دیتے۔موسیٰ خیل، سمند والا، چھجر یانوالہ، اپا خیل، سوانس وغیرہ کی جان لیوا وبائیں مشہور ہیں اور آپ کے دم قدم کی برکت سے بچاؤ بھی مشہور ہے۔ان وباؤں میں آپ کا بڑا بیٹا میاں مریدن شاہ بھی آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔آپ کی قبر مبارک اپنے باپ میاں محبت شاہ کے پہلو میں دلے والی شریف میں ہے۔

میاں ملوک عرف چانڑاں علیہ الرحمہ (کنڈل شریف عیسیٰ خیل):

دریائے سندھ کے غربی کنارے پر کوہ سلیمان کے دامن میں اور کنڈل شہر کے ساتھ ہی قبرستان میاں ملوک علی علیہ الرحمہ واقع ہے۔ یہ تین چار مربع کلو میٹر تک پھیلا ہوا بہت بڑا قبرستان ہے۔ اس قبرستان کا نام اللہ کے ایک ولی حضرت میاں ملوک علی علیہ الرحمہ کے نام مبارک سے مشہور ہے۔ جن کا مزار دور سے ہی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

آپ کا نام مبارک ملوک علی خان بن سلطان خان بتایا جاتا ہے۔ آپ کو چانڑاں کے لقب سے پکارا جاتا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کی پیدائش جس روز ہوئی وہ چاند کی پہلی تاریخ تھی گویا آپ کے آتے ہیں چاند کی حسین اور نورانی کرنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ آپ کا تعلق عیسیٰ خیل کے نیازی پٹھان قبیلے سے بیان کیا جاتا ہے۔

آپ کا خاندان نورنگ خیل ممون خیل بتایا جاتا ہے۔ آپ اٹک پنیالہ نزد کنڈل تحصیل عیسیٰ خیل کے رہنے والے تھے۔ اب بھی آپ کے خاندان کے لوگ کنڈل اور عیسیٰ خیل میں رہائش پذیر ہیں۔

عرصہ حیات: کچھ روایات اور شواہد کی رو سے آپ کا عرصہ حیات آج سے تقریباً 250 برس قبل تعین کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اندازاً 1700-1765ء آپ کا عرصہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ میانوالی گزٹ 1915ء کے مطابق آپ کو 150 سال قبل کنڈل میں دفن کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے آپ کی تاریخ وصال کا اندازہ 1765ء کیا جا سکتا ہے۔ گویا آپ 18ویں صدی عیسوی کے بزرگ ہو گزرے ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب: آپ کا شجرہ نسب محمد افضل خان سابقہ چیئرمین کھگلانوالہ تحصیل عیسیٰ خیل کے توسط سے جناب محمد رفیع اللہ خان صاحب عیسب خیل گورنمنٹ ایلمنٹری سکول عیسیٰ خیل نے مہیا فرمایا ہے۔

محمد افضل خان بن مہر خان بن بہادر خان بن محمد افضل خان بن خان بیگ خان بن غازی خان شہید بن ملوک علی خان المعروف میاں ملوک صاحب کنڈل۔

میانوالی گزٹ 1915ء میں آپ کا تذکرہ: آپ کے متعلق میانوالی کے گزٹ میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ عیسیٰ خیل کے رہنے والے تھے اور بہت بلند پایہ بزرگ تھے اور تقریباً 150 سال قبل ان کو کنڈل کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ لوگ جمعرات کو ان کے مزار پر بکثرت حاضری دیتے ہیں اور آپ کا عرس ہر سال چیت کے مہینے میں ہوتا ہے جس میں ہزاروں معتقدین اور زائرین آتے ہیں۔ مزار کا مغربی دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے لیکن عرس کے دنوں میں خود بخود کھل جاتا ہے۔ اس دروازہ کو بہشتی دروازہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جب یہ کھلتا ہے تو لوگ اس میں سے گزرنا سعادت سمجھتے ہیں۔

مادر زاد ولی: آپ کی ولایت کا چرچا آپ کی پیدائش سے قبل ہو گیا تھا اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنی والدہ محترمہ کے شکم میں تشریف لا چکے تھے۔ کسی شادی بیاہ یا کسی اور کام کے سلسلہ میں قبیلہ نورنگ خیل کی مستورات اس وقت کے ذرائع رسل و رسائل کے مطابق اونٹوں پر کجاوں میں سوار جا رہی تھیں۔ مرد حضرات بھی ساتھ تھے راستے میں ایک عجیب واقعہ ہوا اور وہ یہ کہ ایک مجذوب کہیں سے آ نکلا اور اس کجاوے کے سامنے ادباً تسلیمات کے لئے کھڑا ہو گیا جس پر میاں ملوک علیہ

الرحمہ کی والدہ محترمہ سوار تھیں یہ ایک انہونی بات تھی اور قابل سرزنش بھی کہ پٹھان معاشرے کے دستور کے مطابق خواتین کو آتے دیکھ کر مرد حضرات خود بخود کنارے پر ہو جاتے ہیں تا کہ خواتین کا احترام ہو اور وہ گزر جائیں چہ جائیکہ ایک بزرگ شکل و صورت والا اسلام عرض کر رہا ہو چنانچہ لوگوں نے اس کو پکڑ لیا تو اس نے بتایا کہ لوگو تمہیں علم نہیں ہے میں اللہ کے اس برگزیدہ بندے کو سلام عرض کر رہا ہوں جو ابھی شکم مادر میں ہے۔ تم ان رموز و حقائق سے بے خبر ہو اس لئے میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

اس قسم کا واقعہ جناب علامہ صاحبزادہ محمد عالمگیر شاہ صاحب نے مراتب سلطانی میں تحریر کیا ہے حضرت میاں مراد وند علیہ الرحمہ کی بھینسیں کچے کے علاقے میں چرتی تھیں ان میں سے کچھ بھینسیں کنڈل کی طرف جا پہنچیں جو حضرت میاں ملوک علیہ الرحمہ کے والد صاحب نے پکڑ لیں۔ میاں مراد وند علیہ الرحمہ نے پیغام دیا کہ ہماری بھینسیں واپس کر دو لیکن اس نے انکار کر دیا تو آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ تیرا انکار کرنا تیرے لئے بہت بڑی مصیبت بن سکتا تھا لیکن تیری پشت میں ایک گوہر نایاب مادرزاد ولی موجود ہے جو مجھے کچھ کرنے سے روک رہا ہے۔ آپ کی یہ بشارت سچ ثابت ہوئی اور ان کی اولاد میں میاں ملوک علیہ الرحمہ کی پیدائش ہوئی۔ یہ واقعہ حضرت سلطان ذکریا علیہ الرحمہ سے بھی منسوب کیا جاتا ہے اور یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

صاحب مراتب سلطانی علامہ صاحبزادہ محمد عالمگیر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میاں ملوک علیہ الرحمہ اور خاندان سلطان ذکریا علیہ الرحمہ کے درمیان گہرا روحانی رشتہ رہا

ہے اور کئی بزرگ وہاں جا کر چلہ کش ہوتے رہے اور فیض کے خزانے حاصل کرتے رہے۔

کشف و کرامات: جناب ضیاء اللہ خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر اپنے خاندانی حوالوں سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں میں سے خان زمان خان ولد دلیل خان کسی کام کے سلسلہ میں احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کابل گیا اور ان کو گئے ہوئے بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ تمام اہل خانہ ان کی خیریت کے سلسلہ میں بے حد پریشان تھے چنانچہ خان زمان خان کی ہمشیرہ میاں ملوک علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، پریشانی کا تذکرہ کیا اور دعا کے لئے درخواست گزار ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خیریت سے گھر واپس لے آئے تو آپ نے فرمایا کہ بی بی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان شاء اللہ وہ جلد گھر واپس آ جائے گا اس وقت وہ پانی کے کنارے وضو کر رہا ہے اور اس کی انگوٹھی پانی میں گر گئی ہے۔ چنانچہ وہ خیریت سے واپس آ گیا اور وہی انگوٹھی گرنے والا واقعہ بھی بیان کیا۔

محمد افضل خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میاں ملوک علی صاحب کا مزارع جس کا نام عثمان تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور آپ کی فصل تیار ہے۔ اس مرتبہ جھاڑ بہت کم ہے اس لئے فصل بہت کم حاصل ہوگی۔ آپ کسی کے ہاتھ خالی بوریاں بھجوا دیں۔ آپ نے فرمایا عثمان تم ایسا کرو تمہیں جتنی خالی بوریاں مل سکتی ہیں وہ لے لو اور بسم اللہ پڑھ کر بھرنا شروع کر دو۔ چنانچہ اس نے حسب حکم جتنی خالی بوریاں ملتی تھیں لوگوں سے مانگ کر اکٹھی کیں اور بسم اللہ پڑھ کر بھرنا شروع کر دیں۔ اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ جتنی خالی بوریاں وہ لایا تھا ساری کی ساری بھر گئیں اور فصل باقی بھی بچ گئی اس نے

بچی ہوئی فصل کھیتوں میں ڈال دی۔ اس بے اندازہ برکت پر وہ بہت حیران ہو کر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور ہماری توقع سے بہت زیادہ فصل حاصل ہوئی ہے میں نے ساری بوریاں بھر لی ہیں۔ بقیہ کو زمین میں ڈال دیا ہے تو آپ نے فرمایا تم اس فصل سے اپنا گزارا کرلو زمین کا پیٹ بھرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

آپ کے ایک لڑکے کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ بری عادتوں کا شکار ہو گیا چنانچہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں اس کی شکایت کی آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ عرض کیا گیا کہ ابھی وہ حقہ پی کر فلاں جگہ سو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر سوتا ہی رہے گا۔ چنانچہ اس کو اٹھانے کی کوشش کی گئی تو وہ فوت ہو چکا تھا۔

آپ کی اولاد: آپ کے تین بیٹے تھے۔ رستم خان، سردار خان اور غازی خان شہید (یہ سکھوں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہوئے تھے)

آپ کا مزار: بتایا جاتا ہے کہ پہلے آپ کے مزار پر ایک سادہ سا کچہ کمرہ بنا ہوا تھا۔ محمد افضل خان سابقہ چیئرمین کھگلانوالہ تحصیل عیسیٰ خیل کے والد مہر خان نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرا کر اس پر نہ صرف خوبصورت روضہ بنوایا بلکہ مہمان خانے، وضو خانے اور تالاب بھی بنوا دیے۔

آپ کا عرس: آپ کا عرس ہر سال چیت کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔ یہاں پر دور دراز سے لوگ آپ کے روضہ پر حاضری کے لئے آتے ہیں اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ میانوالی گزٹ 1915ء

۲۔ مراتب سلطانی
۳۔ جناب محمد رفیع اللہ خان خان عیسب خیل سکنہ عیسیٰ خیل
۴۔ جناب ضیاء اللہ خان نیازی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر عیسیٰ خیل (حال مقیم لاہور)

مسافر شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
(تری خیل):

آپ کا مزار تری خیل کے قبرستان میں واقع ہے۔ اس سے پہلے آپ کا مزار جانب مغرب دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھا لیکن دریا کے رخ نے تبدیلی کی تو آپ کو یہاں منتقل کر دیا گیا۔ آپ قدیم بزرگ ہیں اور حالات زندگی کی تفصیل سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے کوئی مستند بات نہ مل سکی ہے۔

صوفی محمدایوب خان چغتائی علیہ الرحمہ (میانوالی):

قبلہ صوفی محمد ایوب خان چغتائی بنیادی طور پر دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے پر دادا حضرت محمد نور علیہ الرحمہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ کے خلفاء میں سے تھے اور ان کے بزرگ افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے اور شجرہ نسب کے حوالے سے پٹھان النسل ہیں۔آپ کے والد محترم حاجی غلام حسن خان آپ کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم میانوالی میں حاصل کی۔ کچھ عرصہ فوج میں بطور نائب صوبیدار ملازمت بھی کی اور بعد ازاں 1947ء میں میونسپل کمیٹی میں بطور اکاؤنٹنٹ تعینات ہوئے اور 1948ء میں آپ کو سیکرٹری (چیف آفیسر) کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔1964ء میں لوکل کونسل سروس میں گزیٹڈ آفیسر کلاس سیکنڈ کی ترقی دی گئی۔1964ء میں میونسپل کمیٹی ڈیرہ غازی خان اور ازاں مظفر گڑھ اور خانیوال میں بھی بطور چیف آفیسر خدمات سرانجام دیں۔ دوران سروس تصنیف اور تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ احمد خان میروی علیہ الرحمہ (آستانہ عالیہ میرا شریف) کے ہاتھ پر بیعت تھے اور حضرت خواجہ احمد خان میروی کے خاص مریدین میں شامل تھے اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمہ (میانوالی) کے پیر بھائی تھے۔آپ چونکہ درویش قسم کے آدمی تھے اور تصوف و معرفت سے آپ کو گہرا لگاؤ اور وابستگی تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے مزارات پر روحانی اور

باطنی طور پر حاضریاں دیں اور ان مزارات سے فیوض و برکات حاصل کیں۔آپ خود صاحب کشف تھے۔ باطنی، روحانی تصوف و تصرف جیسے پوشیدہ اسرار و رموز کے جو مشاہدات کیے۔ان کے تذکرے ان کی غیر مطبوعہ تصانیف میں موجود ہیں۔آپ نے اسلامی موضوعات پر قریبا35 چھوٹی بڑی تصانیف رقم کی ہیں اور 20 کے قریب مختلف عنوانات پر پمفلٹ اور کتابچے علیحدہ ہیں۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی (علیہ الرحمہ) کی شخصیت پر آپ نے 700 سے زائد صفحات پر کتاب رقم کی ہے۔یہ 700 صفحات پر مبنی قلمی مسودہ اشاعت کے لئے ان کے بھتیجے معروف شاعر و ادیب محمد منصور آفاق (حالیہ مقیم انگلینڈ) کے پاس موجود ہے۔ان کا دوسرا 350 صفحات پر مشتمل قلمی مسودہ بعنوان ''گیارہویں شریف کی دینی حیثیت'' صاحبزادہ مظہر الحق بندیال شریف (ضلع خوشاب) کے پاس امانتاً اشاعت کے لئے موجود ہے۔

آپ اپنے نام کے ساتھ چغتائی قلمی نام کے طور پر استعمال کرتے تھے جو کہ آپ کے استاد بزرگوار تھے۔آپ کافی عرصہ انجمن اسلامیہ میانوالی کے جنرل سیکرٹری بھی رہے اور اپنی خدمات فی سبیل اللہ انجام دیں۔آپ نے اپنے نام کے ساتھ مولانا، علامہ یا صوفی نہیں لکھتے تھے۔آپ 1970ء میں میونسپل کمیٹی خانیوال سے ریٹائرڈ ہو کر اپنے آبائی شہر میانوالی آگئے اور پھر آپ نے تحریر و تالیف کا بھرپور سلسلہ شروع کیا اور ان کی زیادہ تصانیف 1970ء تا 1980ء کے دوران تحریر فرمائیں اس کے علاوہ آپ کے تحریر کردہ اسلامی موضوعات پر متعدد مضامین ملک بھر کے اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔۔آپ کی اکثر غیر مطبوعہ تصانیف ایسے مرد قلندر کا انتظار کر رہی ہیں جو

ان کی اشاعت کا بیڑا اٹھائے۔ آپ کے بیٹے محمد یوسف خان اور شیر بہادر خان بھی اس سلسلہ میں کوشاں ہیں اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی شخصیت پر ان کی تصنیف ''عبقریت رضا'' شائع کرا چکے ہیں اور مزید کوشش جاری ہے۔

آپ نے ماہ رمضان (1981ء) کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار حضرت میاں سلطان ذکریا علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کی مشرقی دیوار کے ساتھ اور یہ حضرت میاں سلطان ذکریا صاحب کے ساتھ ان کا باطنی تعلق تھا جن سے وہ بذریعہ کشف کئی مرتبہ فیض یاب ہوئے۔

حضرت صوفی محمد ایوب خان چغتائی علیہ الرحمہ کی غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست (جن میں سے چند زیر طباعت ہیں)

۱۔ روح کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (دو جلدیں)
۲۔ سیرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
۳۔ مقام رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
۴۔ اعطائے کوثر در ثنائے صاحب الاثر محمد مصطفیٰ ﷺ
۵۔ واقعہ معراج
۶۔ حیات طیبہ فی ذکر الاولیاء
۷۔ دین کا مدار کتاب و حکمت پر ہے۔
۸۔ تقسیم موجودات عالمین
۹۔ حقانیت اسلام مادیت کے آئینہ میں
۱۰۔ مشاہدات

۱۱۔ بیاض ایوبی
۱۲۔ مجاہدین اسلام کا کردار
۱۳۔ گیارھویں شریف کی دینی حیثیت (دو جلدیں)
۱۴۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
۱۵۔ اولیاء اللہ
۱۶۔ طریقت
۱۷۔ کلید معرفت (دو جلدیں)
۱۸۔ دین کا مظلوم شعبہ ''تصوف''
۱۹۔ در سلطانی فی ذکر احسن التقویم المعروف بہ ذکر رحمانی
۲۰۔ حزب اللہ علی حب حبیب اللہ
۲۱۔ نوادرات ایوب
۲۲۔ مضامین اسلامیہ (دو جلدیں)
۲۳۔ ابدال کی ڈائری
۲۴۔ اجنبیت جدیدہ
۲۵۔ (حالاتِ زندگی) حضرت خواجہ احمد خان میروی علیہ الرحمہ (دو جلدیں)
۲۶۔ شیخ الحدیث حضرت مفتی سردار احمد علیہ الرحمہ
۲۷۔ اسلامی ممالک پسماندہ اور درماندہ کیوں؟
۲۸۔ درد کا مداوا
۲۹۔ نمازیں اور ان کی فضیلت (حقیقت نماز)
۳۰۔ عالمین

شمس العلماء قدوة الاذکیا قطب الاقطاب حضرت علامہ مولانا نور الزمان کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (کوٹ چاندنہ):

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اپنا سب کچھ اس پاک ہستی کی خاطر لٹا دیتے ہیں جو خالق و مالک ہے اس اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انہی برگزیدہ بندوں میں سے حضرت علامہ نور الزمان شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں جنہوں نے دین کے علم کو سیکھنے کی خاطر ماں باپ، گھر بار سب کچھ قربان کیا۔ 36 سال اس دین کے راستے میں سیکھتے سکھاتے گزر گئے اور 36 سال بعد جب گھر پہنچے تو یہاں بھی دین کا علم لوگوں کو سکھایا اور یہی دین کا درس دیتے دیتے ایک ایسے بلند مقام پر فائز گئے کہ جو بھی آپ کی محفل میں بیٹھتا تو وہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دیدار پالیتا۔ آپ سے پہلے یہ جگہ مروڑی کہلاتی تھی۔ اللہ کے ذکر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت کی وجہ سے اس جگہ کو چاند جیسا منور بنا دیا اور لوگ اسے کوٹ چاندنہ کہنے لگے۔

ولادت با سعادت: آپ کی ولادت کاظمی سادات کے ایک انتہائی پاکیزہ گھرانے میں ہوئی۔ جہاں صدق و صفا، سادگی اور رزق حلال کا چرچا تھا۔ آپ 1278ھ بمطابق 1861ء کو کوٹ چاندنہ میں سید نظام الدین شاہ کے گھر پیدا ہوئے جو رزق حلال کمانے کے لئے اپنی زمینوں پر بیلوں کے جوڑے کے ساتھ ہل چلاتے

تھے اور اپنی روزی کا بندوبست فرماتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کی عبادات کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ آپ قرآن پاک کی حافظہ تھیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں بلند مقام کی حامل خاتون تھیں۔ حافظہ قرآن ہونے کی وجہ سے آپ ایک دن رات میں قرآن کریم ختم کر لیتی تھیں اور ہر جمعرات کو پیدل چل کر اپنے مرشد کریم میاں ملوک علی کے آستانے پر کنڈل شریف حاضر ہوتی تھیں اور ہفتے بھر کا پڑھا ہوا قرآن پاک اور دیگر اذکار وہاں ایصال ثواب کر آتی تھیں۔ یقیناً ایسے نیک ماں باپ سے حضرت نور الزمان جیسی اولاد پیدا ہوتی ہے۔

ابتدائی تعلیم: آپ کے والد محترم نے آپ کو قرآن پاک پڑھنے کے لئے مسجد بھیجا اور ساتھ ہی گھر آ کر اپنے بیلوں کے جوڑے میں سے ایک کو ذبح کیا اور کھانا تیار کرا کے لوگوں کو کھلا دیا۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ بیلوں کی جوڑی ادھوری کردی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی دینی تعلیم کی ابتداء پر صدقہ کر کے خوشی کرلوں خدا جانے پھر میری آنکھیں دیکھتی ہیں یا نہیں اور یہی بات سچ ہوئی۔ ابھی حضرت نور الزمان صاحب قرآن پاک کی تعلیم مکمل نہ کر پائے تھے کہ آپ کے والد صاحب کا وصال ہو گیا۔

مزید دینی تعلیم: مزید تعلیم کے لئے آپ کلور شریف تحصیل عیسیٰ خیل تشریف لے گئے وہاں فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ ڈیرہ اسماعیل خان چلے گئے اور مولانا فتح محمد صاحب جو کہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مفتی تھے ان سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں ضلع ڈیرہ غازی خان ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ایک عالم صاحب کی بے حد شہرت سنی تھی ان کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور شاگردی کی درخواست پیش کی وہاں 14 طلباء تھے اور دو کتابیں۔ ایک استاد کے پاس ہوتی اور باقی طلباء دوسری کتاب سے پڑھتے تھے۔ استاد محترم نے آپ سے معذرت کی ایک تو کتب کی کمی دوسرے کھانے کا بندوبست نہ تھا لیکن آپ اپنے علم کی پیاس بجھانا چاہتے تھے۔ آپ نے عرض کی حضور مجھے صرف ایک دن مطالعہ کے لئے کتاب دے دیں پھر میرا امتحان لے لیں اگر میں کسی قابل ہوا تو آپ اجازت دے دیں ورنہ آپ کی مرضی۔ آپ نے کتاب کا مطالعہ کیا دوسرے دن استاد محترم کی خدمت میں سبق سنایا اور اپنے سوالات پوچھے تو استاد کو معلوم ہو گیا کہ آپ کوئی عام طالب علم نہیں ہیں۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ اب کھانے پینے کا مسئلہ درپیش تھا وہاں کا نمبردار سب طلباء کو خرچ برداشت کرتا تھا استاد محترم نے نمبردار کی خدمت میں جا کر بتایا کہ ایک نیا طالب علم آیا ہے جو کہ بہت قابل اور ہونہار ہے ار آپ اس کی روٹی کا انتظام کر دیں۔ نمبردار نے کہا ایک طریقہ ہے کہ میرے پاس پانی بھرنے والے کی جگہ ہے وہ طالب علم پانی بھر دیا کرے تو ہم اس کو کھانا دے دیا کریں گے۔ استاد محترم نے کہا کہ آپ رات کو برتن گھر سے باہر رکھ دیا کریں وہ طالب علم آئے گا اور پانی بھر کر چلا جائے گا۔ اس طرح ان کو پانی ملنے لگ گیا۔ ایک رات نمبردار جب باہر نکلا تو بہت حیران ہوا کہ استاد محترم خود پانی بھر کر لا رہے ہیں پوچھا کہ تم خود پانی بھرتے رہے ہو طالب علم کو کیوں نہیں کہا؟ استاد محترم نے بتایا کہ ایک تو وہ سید ہے دوسرے میں اس کی پڑھائی میں حرج نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ نمبردار نے کہا کہ آپ آئندہ یہ کام نہ کریں ہم خود انتظام کر لیں گے۔ یہاں سے کتابیں پڑھنے کے بعد آپ فیض عام مدرسہ کان پور تشریف لے گئے وہاں آپ نے دورہ

حدیث کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

بحیثیت مدرس مدرسہ امروھہ: آپ بحیثیت مدرس امروہہ میں پڑھاتے رہے وہاں آپ کے ہزاروں عقیدت مند اور شاگرد تھے اسی دوران مولانا احمد حسن امروہوی کا انتقال ہو گیا اور آپ واپس اپنے وطن کی طرف آ پہنچے۔ آپ تقریباً 36 برس بعد گھر واپس ہوئے اور آپ نے یہ عرصہ دین کے علم کو حاصل کرنے میں صرف کیا۔

خضرراہ شاہ مظفر دھلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: آپ کافی عرصہ سے خضر راہ کی تلاش میں تھے ایک دن آپ کو خواب میں حضرت شاہ مظفر دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو ان دنوں کالاباغ میں قیام پذیر تھے، کا دیدار ہوا جو آپ کو بلا رہے تھے آپ ان دنوں چکی شیخ جی میں تدریس کرتے تھے۔ آپ کالاباغ پہنچے۔ حضرت شاہ مظفر دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مجذوب تھے اور لوگوں نے انہیں بہت کم بولتے سنا۔ وہ سائیں چپ کے نام سے مشہور تھے (تفصیلاً ذکر الگ موجود ہے) اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو روہڑی سید محمد عارف شاہ کے پاس پہنچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

روھڑی کا سفر: آپ بذریعہ ٹرین روہڑی سٹیشن پر اترے تو وہاں ایک شخص پکار رہا تھا مولانا نورالزمان کالاباغوی، مولانا نورالزمان کالاباغوی۔ آپ حیران ہوئے کہ یہاں کون میرا جاننے والا موجود ہے۔ آپ اس شخص کے پاس گئے تو وہ بولا کہ سید محمد عارف شاہ صاحب نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اونٹ لے کر سٹیشن پر جاؤ وہاں میرا مہمان آ رہا ہے اس کو لے آؤ۔ وہ آپ کو اونٹ پر بٹھا کر سید محمد عارف شاہ رحمتہ اللہ

تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے گیا۔

بیعت و خلافت: مولوی شمس الزمان شاہ صاحب جو کہ آپ کے صاحبزادے ہیں اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ الشیوخ قبلہ نور الزمان شاہ نور اللہ مرقدہ کی دست بیعت حضرت العلام الشیخ سیدنا و مولانا قاری محمد عارف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ انہوں نے حضرت موصوف کو طریقہ اویسیہ قادریہ و چشتیہ قادریہ و سہروردیہ سے اجازت فرمائی اور حضرت کے پیر صحبت حافظ سید مظفر شاہ دہلوی ہیں ان سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ و قلندریہ سے آپ مجاز ہیں (**حوالہ** تشفی السائل فی عرض الوسائل از مولوی محمد شمس الزمان شاہ)۔

تعارف سید محمد عارف شاہ قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: حافظ سید محمد عارف شاہ قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع سکھر بمقام اروڑ متصل روہڑی کے ایک سالک درویش تھے اور شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کا سلسلہ اویسیہ قادریہ جا ملتا تھا۔ حضرت سید نور الزمان شاہ صاحب نے ان کی بیعت کی اور انہوں نے آپ کو خلوت نشینی کا حکم دیا۔ ان کی مسجد میں آپ نے چالیس روز خلوت نشینی اختیار کی۔ آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت عطا فرمانے کے بعد ذکر و اذکار بھی عطا فرمائے ۔ وہاں سے فیض حاصل کرنے کے بعد مرشد کی اجازت سے واپسی ہوئی۔

چپ سائیں کی خدمت میں: آپ دوبارہ حضرت شاہ مظفر دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پھر حکم ملا کہ اب میرے مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر جا کر خلوت نشینی اختیار کریں۔ آپ

نے رخت سفر باندھا اور دہلی پہنچ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار فیض انوار پر جا کر چلہ کشی اختیار کی۔ ساٹھ روز کی ریاضت کے بعد حضور پر نور شافع یوم النشور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اجازت سے واپسی اختیار کی۔

کوٹ چاندنہ میں سلسلۂ رشد و ہدایت: باکمال بزرگوں کا فیض پانے کے بعد آپ نے کوٹ چاندنہ میں سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا۔ لیکن آپ نے اپنے پیر و مرشد کا کمال احترام کیا اور ان کی زندگی میں کسی کو بیعت نہ فرمایا بلکہ آپ کی خدمت میں لے جا کر بیعت کراتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو وہ بلند مقام عطا فرمایا گیا تھا کہ آپ (رسول نما) کے لقب سے مشہور ہو گئے آپ کی محفل میں لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا دور دور سے لوگ آتے اور آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ آپ چند دنوں میں ہی ان کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نورانی جلوؤں کا دیدار کرا دیتے تھے۔

بے نمازی آتے تو با جماعت نماز والے بن جاتے۔ گنہگار آتے تو گناہوں سے توبہ کر کے ہاتھوں میں تسبیح پکڑ لیتے اور درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے والے بن جاتے حتیٰ کہ مشہور ہو گیا کہ آپ کی خدمت میں چرواہے آتے ہیں اور حضوری کے مقام پر پہنچ کر واپس ہوتے ہیں اور ذکر و اذکار کرنے والے اور نوافل پڑھنے والے بن جاتے ہیں۔ آپ اپنے مریدوں کو درود خضری کی تلقین فرماتے۔ آپ کے عام مرید کا وظیفہ 5 ہزار مرتبہ درود پاک کا پڑھنا ہوتا تھا۔

سفر حج: 1922ء میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ تمام اہل خانہ اور بہت سے درویشوں کی جماعت تھی آپ نے ارادہ کیا تھا کہ اب بقایا

زندگی وہاں گزاری جائے اس لئے مکمل تیار ہو کر گئے کہ اب دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے واپس نہیں آنا ہے۔ لیکن حج کرنے کے بعد اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ مجھے حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خواب میں حکم فرمایا ہے کہ تم واپس اپنے علاقے میں جاؤ وہاں تمہاری ضرورت ہے لہذا اب واپس جانا ہے۔ فتح محمد کشفی صاحب سوانس والے فرماتے ہیں کہ آپ جب چکی شیخ جی میں تدریس فرماتے تھے آپ کو 40 روپے اعزازیہ دیا جاتا تھا آپ نے یہ رقم سنبھال کر رکھی تھی اور جب حج پر تشریف لے گئے تو یہ رقم وہاں کے غرباء و مساکین میں تقسیم فرمادی۔

وصال مبارک: آپ نے 28 شوال 1342ھ بمطابق 02/06/1924 کو وصال فرمایا اور اپنی بنائی گئی مسجد کے قریب آپ کو دفن کیا گیا آپ کے شاگرد خلیفہ مولوی محمد حیات مندہ خیلوی نے آپ کے مزار پر خوبصورت محل تعمیر کرایا۔

آپ کے خلفاء: ا۔مولانا فخر الزمان شاہ (صاحبزادہ/سجادہ نشین)

۲۔مولوی محمد امین کشمیری
۳۔مولوی عبدالرزاق بخارا
۴۔مولوی سراج محمد لنڈی مردان
۵۔مولوی محمد حیات مندہ خیلوی

آپ کے مشہور تلامذہ:

ا۔مولانا اکبر علی میروی میانوالی
۲۔علامہ غلام محمد گھوٹوی گھوٹہ شریف
۳۔مولوی عبدالرحمن کیمبل پوری
۴۔غلام نصیرالدین شاہ خواجہ آباد شریف
۵۔علامہ فخر الزمان شاہ صاحب۔

اولاد: آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام مولانا فخر الزمان شاہ تھا۔ آج کل آپ کے پوتے علامہ منیر الزمان شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔

سلطان العارفین حضرت نوری ناگ سلطان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (موسیٰ خیل):

آپ کے حالات زندگی، آپ کی موسیٰ خیل آمد اور وصال افسوس کہ یہ سب کچھ ماضی کے دھندلکوں میں گم ہے۔ حضرت ناگ سلطان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک انتہائی بلند پایہ بزرگ ہستی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام بھی آپ کا نہیں ہے بلکہ یہ کوئی المعروف نام ہے جو لوگوں کی زبان پر آگیا ہے اور آپ کی آمد، رہائش اور زندگی سے متعلق تمام باتیں نامعلوم ہیں۔ البتہ کچھ سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات ہیں جو کہ نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی زندگی موسیٰ خیل کے نیازی پٹھانوں میں نہیں گزری ہے ورنہ ضرور آپ کی زندگی اور خاندان کے متعلق بھی معلومات میسر ہوتیں کیونکہ نیازی پٹھان یہاں عرصہ 400 سال سے مقیم ہیں تو یوں سمجھیے کہ آپ کا عرصہ حیات اس سے یعنی 400 سالوں سے بھی پہلے کا ہے اور یقیناً یہ وہ وقت ہو سکتا ہے جب یہاں کافر قوم آباد تھیں اور مسلمان یہاں تبلیغ دین کی خاطر آتے تھے اور اپنی زندگی یہاں کافروں میں گزار کر اس دنیا سے پردہ فرما جاتے تھے۔ قربان جایئے ان نفوس قدسیہ پر جنہوں نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف اور صرف دین اسلام کی تبلیغ کو اپنا مقصد حیات بنایا اور اپنی ساری زندگی وہیں گزار دی۔ اسی لئے آج ان کے مقابر روشن و منور ہیں اور لوگ آج بھی وہاں سے فیض پاتے ہیں۔

حضرت ناگ سلطان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے متعلق دو روایات ملتی ہیں کہ جس

جگہ آپ کا مزار مبارک واقع ہے وہاں ایک بلند مٹی کا ٹیلہ تھا اور کھدائی کے بعد آپ کی قبر مبارک دریافت ہوئی ۔ حضرت محمد شریف شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج سے 250 سال پہلے آپ ہی کے مزار سے روحانی فیض حاصل کیا اور آپ کو سات پشتوں میں ولایت کی خوشخبری عطا ہوئی۔ حضرت محمد شریف شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار موچھ شریف میں ہے اور آپ کے نام کا ایک قصبہ محمد شریف والی دریائے سندھ کے کنارے موچھ سے جانب غرب موجود ہے۔

دوسری روایت کے مطابق پرانے وقتوں میں باہی خاندان کے بزرگوں کو خواب میں حضرت ناگ سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کی نشاندہی کرائی گئی جب وہ بزرگ وہاں پہنچے تو قبر کے سر اور پاؤں والی جگہ پر نشانات لگے ہوئے تھے۔ اس بزرگ نے ان دو نشانات کے درمیان قبر بنا دی (واللہ اعلم)

ایک بات یقیناً توجہ طلب ہے کہ میانوالی اور ارد گرد کے مشائخ عظام اور اولیائے کرام یہاں اکثر تشریف لاتے اور یہاں آ کر فیض کے خزانے پاتے رہے۔ میری معلومات کے مطابق جو اولیائے کرام یہاں تشریف لاتے رہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت علامہ مولانا نور الزمان شاہ کاظمی (کوٹ چاندنہ)

۲۔ حضرت پیر محمد اکبر شاہ قادری گھنڈ والے (میانوالی) آپ یہاں دو مرتبہ چلہ کش رہے جن کا ذکر ان کے حالات میں موجود ہے۔

۳۔ حضرت نور الحسن شاہ (مواز والا)

۴۔ حضرت محمد شریف شاہ (موچھ) آپ کا پورا خاندان یہاں سے فیض یافتہ

۵۔ حضرت محمد یوسف شاہ اجمیری (شہباز خیل)

۶۔ حضرت لعل خان (میانوالی) خلیفہ زندہ پیر گھمکول شریف آپ نے یہاں چلہ کشی اختیار کی

۷۔ حضرت شیخ محمود باہی (موسیٰ خیل) آپ اکثر یہاں تشریف لاتے اور تہجد کی نماز یہیں پر ادا فرماتے تھے۔

آپ کے مزار کے خادم حاجی غلام مرتضیٰ باہی جنہوں نے بہت عرصہ آپ کے مزار مقدس کی خدمت کی ہے۔ آپ کی کشف و کرامات بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے ان جاگتی آنکھوں سے ان کی زیارت بھی نصیب ہوئی تھی۔

آپ کا مزار مبارک: موسیٰ خیل کا قبرستان آپ ہی کے نام سے مشہور ہے اور پہلے تو آپ کی قبر مبارک پر نہایت قدیم اور گھنی جال کے درختوں نے ایک عجیب روحانی اور وجدانی کیفیت طاری کر رکھی تھی ۔ وہاں جا کر دل کو سکون اور عجیب سی طمانیت کا احساس ہوتا تھا۔ آپ کی قبر مبارک بھی خاصی لمبی بنی ہوئی تھی ۔ اب ان درختوں کو کاٹ کر اوپر خوبصورت روضہ بنا دیا گیا ہے اور یہ کام 07-2006ء میں مکمل ہوا ہے۔

علامہ قاضی نور کمال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (عیسیٰ خیل):

آپ کا نام مبارک قاضی نور کمال بن قاضی نور احمد ہے۔ آپ عیسیٰ خیل کے مشہور قاضی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو خوانین عیسیٰ خیل کے مذہبی پیشوا ہیں۔ دراصل یہ ہاشمی خاندان ہے لیکن قاضی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے اندر بڑے جید علماء گزرے ہیں۔ سوانح حیات پیر فتح محمد بھوروی میں آپ کے حالات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے وقت کے عالم بے بدل جامع معقول و منقول تھے۔ عیسیٰ خیل شہر میں آپ کی ولادت و انتقال ہوا۔ جامع ازہر مصر میں علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ اس وقت جامع ازہر مصر سے حصول علم بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ علامہ موصوف حاکم وقت اور با رعب امراء کے سامنے حق بیان کرنے میں اپنی مثال آپ اور تلوار برہنہ تھے۔ مولانا علیہ الرحمہ عالی ہمت اور اہل سنت کا مرکز تھے۔

بیعت: آپ سلسلہ قادریہ میں شمس العرفا، زبدۃ الاولیا حضرت عبدالغفور صاحب سے منسلک تھے آپ کی آرام گاہ سیدو شریف سوات میں ہے۔ جب آپ بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے دل میں تین سوالات رکھے کہ اگر پیر صاحب نے کشف سے معلوم کر لیا تو بیعت کروں گا ورنہ نہیں۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ قاضی صاحب نسوار استعمال کرتے تھے اور خواہش تھی کہ حضرت اخوند صاحب اس کی اجازت دے دیں چنانچہ آپ ان کی خدمت میں بیٹھے تو خود حضرت اخوند صاحب نے فرمایا کہ قاضی صاحب آپ نسوار سونگھ لیں دوسری بات یہ کہ بے موسم کا پھل ملے حضرت اخوند صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ فلاں صندوق سے فلاں پھل نکال لاؤ اور قاضی

صاحب کو پیش کر دیا۔ تیسری بات ایک نایاب کتاب کے متعلق تھی حضرت اخوند صاحب نے وہ کتاب بھی مہیا فرما دی۔ چنانچہ تینوں باتوں کے پورا ہونے پر آپ نے ان کی بیعت اختیار کی۔

آپ کے تلامذہ: حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ آستانہ عالیہ بھور شریف آپ کے شاگرد تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاضی نور کمال صاحب نے مجھے اپنے علم سے نوازا ہے پھر مجھے کسی استاد کی حاجت نہیں رہی۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔ آپ کے اور شاگردوں میں قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب مرحوم جو آپ کے بھانجے بھی تھے نیز قاضی محمد لطیف اللہ صاحب اور قاضی محمد جلال صاحب جو آپ کے بھتیجے تھے، شامل ہیں۔ مولوی مفتی محمود سابقہ وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث موسیٰ خان بھی اسی درس گاہ میں زیر تعلیم رہے۔

کشف و کرامات: ﴿﴾ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینہ میں لاہور کورٹ میں عیسیٰ خیل کے پٹھان قبائل خانی خیل، روشن خیل، عیسب خیل کے ہمراہ تشریف لے گئے اور روزہ سے تھے۔ مغرب کے وقت بادشاہی مسجد لاہور پہنچے تو کسی نے افطار کے لئے بھی نہ پوچھا۔ سب قبائل نے قاضی صاحب سے عرض کیا کہ قاضی صاحب اپنی کرامت دکھائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مالک اور رازق ہے۔ عشاء کی اذان ہوئی اور نماز تراویح شروع ہوئی۔ بادشاہی مسجد کا حافظ جو بہت ماہر حافظ قرآن تھا ان کی اقتدا میں آپ نے نماز پڑھنی شروع کی۔ اتفاق سے حافظ صاحب نے سہواً ایسا لفظ ادا کیا جس کے ادا ہونے سے عبارت کفریہ بن جاتی تھی۔

آپ نے لقمہ دیا حافظ صاحب نے نہ لیا۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تیسری مرتبہ آپ نے سلام پھیر کر تمام نمازیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ سلام پھیر دو آپ کی نماز ٹوٹ گئی ہے۔ حافظ صاحب نے بھی سلام پھیر دیا اور جل کر کہا آپ کوئی قاضی نور کمال ہیں جو مجھے ٹوک رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں قاضی نور کمال ہی ہوں اور فتاویٰ پر لگانے والی مہر کی انگوٹھی حافظ صاحب کے سامنے کردی۔ اب تو تمام لوگ بچھے بچھے جانے لگے۔ نماز کے بعد آپ کے لئے انواع واقسام کے کھانے منگائے گئے اور آپ کو رہائش کے لئے بھی جگہ فراہم کردی گئی یہ دیکھ کر تمام قبائل کے لوگ آپ کے معترف ہو گئے۔

﴿﴾ ایک مرتبہ اہل تشیع نے آپ کی گلی سے تعزیہ کا جلوس نکالنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ آپ کا جو راستہ ہے اسی سے آئیں اور واپس ہوں آپ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ وہ لوگ، عبداللہ خان اعزازی مجسٹریٹ عیسیٰ خیل آپ نواب بھی تھے، کے پاس چلے گئے۔ عبداللہ خان نے کہا آپ گلی سے گزریں میں قاضی صاحب کو عرض کردوں گا۔ رات کو عبداللہ خان نے خواب دیکھا کہ سفید لباس میں ملبوس ایک شخص گھوڑے پر سوار عیسیٰ خیل شہر کی حدود سے باہر نکل رہا ہے۔ عبداللہ خان نے آواز دی کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں دین اسلام ہوں اور عیسیٰ خیل شہر سے باہر نکل رہا ہوں قاضی نور کمال صاحب تو مجھے عیسیٰ خیل شہر میں رکھے ہوئے ہیں مگر عبداللہ خان مجھے باہر نکال رہا ہے۔ عبداللہ خان نیند سے بیدار ہوئے تو بہت پریشان تھے۔ صبح سویرے قاضی نور کمال صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد بازار والی جو قاضی صاحب نے اپنی گرہ خاص سے زر کثیر صرف

کر کے تعمیر کرائی تھی، آئے اور بعد سلام عرض کی یا حضرت اہل تشیع اپنے سابقہ روٹ پر آئیں گے آپ مجھے معاف فرمادیں اور اپنا پورا خواب قاضی صاحب کو بیان کیا نیز ایک بڑا تھال سکوں کا، ایک ڈھاکہ کی ململ کا تھان، ایک قیمتی لٹھے کا تھان اور ایک تھال خالص مٹھائی کا پیش کیا نیز عبداللہ خان نے ہر ہر طالب علم کو ایک ایک جوڑا کپڑوں کا ایک تھالی سکوں کی اور ایک سیر (پکے) مٹھائی کے بھی دیئے۔ حضرت قبلہ فتح محمد بھوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے یہ اشیاء مجھے بھی ملی تھیں۔

وصال مبارک: آپ کا وصال 1297ھ بمطابق 1880ء میں ہوا۔ آپ کا مدفن بھور شریف کے قبرستان میں ہے۔

حوالہ: (۱) تحریر پروفیسر خلیل الرحمٰن ہاشمی گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل

(۲) فتح مبین

حضرت علامہ مولانا نور محمد شاہ ہاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (کندیاں):

آپ مولانا سلطان احمد کے گھر پیدا ہوئے ۔ اس وقت آپ کے خاندان کے لوگ موچھ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کا ایک بڑے علمی خاندان سے تعلق تھا اور نسباً آپ ہاشمی تھے۔ مولانا نور محمد بن مولانا سلطان احمد بن گل محمد بن غلام محمد بن نور محمد، یہ نور محمد قندھار کی جامع مسجد کے متولی تھے۔ اوران کے بیٹے غلام محمد کے گھر احمد شاہ ابدالی کے لڑکے شاہ زمان کی بیٹی تھی اور ان دنوں حکومتی چپقلش کی وجہ سے قندھار چھوڑ کر کچھی (میانوالی) کے علاقہ میں پہنچے تو میانہ خاندان نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور انہوں نے رہائش کے لئے ایک بڑی حویلی عطا کی۔ غلام محمد ہاشمی اوران کی زوجہ بی بی گل رخ کے مزارات سلطان زکریا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے ساتھ والے قبرستان میں ہیں۔ ان کی اولاد میں سے مولانا سلطان احمد نے موچھ میں رہائش پسند کی۔

تعلیم و تربیت: اپنے والد سے ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد حضرت علامہ نور الزمان شاہ صاحب کوٹ چاندنہ والے کی خدمت میں چکی شیخ جی میں حاضر ہوئے ۔ انہی دنوں علامۂ زمان فاضل اجل غلام محمد گھوٹوی، مولانا نور الزمان کوٹ چاندنہ والے کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے پہنچے کہ مولانا نور محمد صاحب بھی حاضر ہو گئے۔ چنانچہ دونوں حضرات علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے بھی تھے اور کچھ کتابوں کا علم پا چکے

تھے۔ اس لئے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طالب علم کو میں پڑھاؤں گا آپ مجھے پڑھا دیں چنانچہ آپ ان سے پڑھتے رہے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہوئی تو ان کے ساتھ گمبوٹ شریف چلے گئے۔ وہاں سے بیکانیر کے راستے دیو بند جا پہنچے اور وہاں سے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد 12 سال کا عرصہ گھر سے باہر گزار کر واپس پہنچے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کے فراق میں رو رو کر اپنی بصارت سے محروم ہو گئی تھیں۔

تدریس کا آغاز: آپ نے مدرسہ حزب الاحناف جامع مسجد وزیر خان میں مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ اسی دوران آپ کی والدہ کو معلوم ہو گیا تو وہ لاہور پہنچ گئیں اور اپنے بیٹے کو واپس موچھ لے آئیں۔ پہلے پہل موچھ میں مدرسہ قائم کیا۔ تین چار سال وہاں پڑھاتے رہے پھر کندیاں تشریف لے آئے۔

کندیاں تشریف آوری: کندیاں کسی دور میں بہت اہمیت کا حامل شہر تھا۔ اس دور میں ذرائع آمدرفت کے لحاظ سے ریلوے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ یہاں ریلوے سٹیشن کے قریب ہی واقع لوکوشیڈ مسجد میں آپ کو لایا گیا۔ 1914ء میں آپ نے یہاں جمعہ شریف پڑھانا شروع کیا تو آپ کی تقریر سننے دور دور سے لوگ آنے لگے۔ یہاں آپ نے درس وتدریس کا کام بھی جاری رکھا۔ چونکہ کندیاں ریلوے جنکشن تھا اور یہاں سے گاڑی تبدیل ہوتی تھی اس لئے بہت بلند پایہ شخصیات یہاں قیام کرتے وقت آپ کے پاس ضرور تشریف لاتیں۔ آپ حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تو تھے ہی لہذا ان کے خلفاء سے آپ کو از حد محبت تھی۔ خواجہ احمد خان ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر یہاں تشریف لے آتے اور خواجہ امیر احمد بسالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو بے حد پیار ومحبت تھی اور انہوں نے آپ کو

خلافت بھی عطا کی تھی۔اس کے علاوہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت پیر غلام حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سواگ شریف بھی آپ کے ہاں تشریف لاتے تھے۔کندیاں کے علاوہ آپ ہریاں والا چک نزد سیال شریف ضلع سرگودھا میں بھی تدریس فرماتے رہے۔اس طرح آپ نے کندیاں میں 50 سال سے زیادہ عرصہ گزار دیا۔

شیعہ عالم سے مناظرہ: 1922 میں آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی جب لکھنو سے آئے ہوئے شیعہ عالم سے آپ کا مناظرہ ہوا اور آپ نے دلائل قاھرہ سے اپنا موقف سچ ثابت کیا۔

شریعت کی سختی سے پابندی: آپ شریعت کے معاملہ میں انتہائی سختی کرتے تھے اور دینی معاملہ میں کسی قسم کی رعایت کے قائل نہ تھے۔ کندیاں میں نماز جمعہ کے بعد مسائل فقہ کی محفل ہوتی تھی اور شریعت کی رو سے آپ فیصلے صادر فرماتے تھے۔رویت ہلال کے معاملے میں آپ ہی کا حکم مانا جاتا تھا۔

تقسیم ہند سے پہلے کا واقعہ ہے کہ انگریزوں نے بنکوں کی سکیم چلائی اور لوگوں کو اس طرف رغبت دلانے کی کوشش کرنے لگے کہ لوگ اپنی رقم جمع کرائیں اور اس پر سود حاصل کریں۔ مسلمان چونکہ سودی لین دین کے خلاف تھے اس لئے ڈی سی میانوالی کو ہدایت ملی کہ کسی مسلمان عالم سے اس سلسلہ میں فتویٰ لیا جائے تا کہ لوگ قائل ہو سکیں۔انگریز ڈی سی نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولانا نور محمد کندیاں والے فتویٰ دیں تو کام بن سکتا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بنکوں کے کاروبار کے متعلق بتا کر قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا تا کہ اس کے جواز پر فتویٰ

مل سکے ساتھ ہی آپ کو مدرسے کی امداد کے بہانے سے زمین کی پیشکش بھی کر دی۔ مولانا صاحب تحمل سے باتیں سنتے رہے اور پھر فرمایا ڈی سی صاحب! اگر میں سور کے گوشت کو حلال کہہ دوں تو میرے کہنے سے وہ حلال نہیں ہوگا البتہ ضعیفی کے عالم میں یہ نور محمد حرام ہو جائے گا چنانچہ یہ جواب سن کر ڈی سی اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور نا کام واپس چلا گیا۔

بیعت و خلافت: آپ کو خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت تھی اور آپ نے ان سے بیعت کی آپ اکثر میرا شریف جاتے تھے اور ان کی صحبت سے فیض پاتے تھے۔ فیضانِ میروی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ میروی سے جن علمائے کرام نے فیض لیا ان میں حضرت نور محمد کندیاں بھی شامل تھے۔اس کے علاوہ آپ کو خواجہ نظام الدین تونسوی اور خواجہ امیر احمد بسالوی نے خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ کی مسجد میں دور دور سے لوگ جمعہ پڑھنے آتے اس کے علاوہ دعاؤں کے لئے آنے والوں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔

آپ کے تلامذہ: آپ کے مشہور شاگردوں میں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ میاں محمد بسال شریف
۲۔ فقیر عبداللہ میرا شریف
۳۔ مولانا عطا محمد دلے والی
۴۔ مولوی شاہ ولی اللہ انہی ضلع گجرات
۵۔ مولانا محمد اسماعیل باغ آزاد کشمیر
۶۔ مولوی صالح محمد ڈیرہ اسماعیل خان

۷۔ فخر المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی

۸۔ مولانا غلام مصطفیٰ مدرس سیال شریف

۹۔ مولوی اللہ یار چکڑالہ

وصال مبارک: آپ کا وصال 24/12/1968 بمطابق 3 شوال 1388ھ میں ہوا اور اسی مسجد میں مزار مبارک بنایا گیا۔ آج کل آپ کے نام سے النور مسجد کہلاتی ہے اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد امیر شاہ ہاشمی خطیب و امام ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ انٹرویو مولانا حکیم محمد امیر شاہ ہاشمی خطیب النور مسجد کندیاں

۲۔ غیر مطبوعہ مضمون: مناظر اسلام مولوی نور محمد ہاشمی

۳۔ غیر مطبوعہ مضمون ماسٹر علم دین گورنمنٹ ہائی سکول داؤدخیل۔

حضرت علامہ مولوی نور خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (چکڑالہ) خلیفہ حضرت عثمان دامانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ موسیٰ زئی شریف:

آپ چکڑالہ کی مردم خیز سرزمین میں اندازاً 1845ء میں ایک اچھے خاصے زمیندار حضرت ملک غازی خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلے سے تھا۔ آپ کے والد صاحب علاقے کے سردار اور نمبردار بھی تھے۔ انہوں نے آپ کو دینی تعلیم کی طرف راغب کیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم چکڑالہ اور گردونواح سے حاصل کی اور اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے مدرسہ نعمانیہ لاہور داخل ہوئے۔ مزید تعلیم کے لئے آپ رام پور ہندوستان تشریف لے گئے۔

بیعت و خلافت کے لئے جستجو: آپ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ پر حاضر ہوئے مقصد یہ تھا کہ صاحب مزار سے راہنمائی حاصل ہو کہ میں کس جگہ جا کر راہبر شریعت تلاش کروں۔ اسی جستجو میں وہاں کافی دن قیام پذیر رہے پھر وہاں سے آپ کو موسیٰ زئی شریف کی طرف جانے کا حکم ہوا۔

حضرت خواجہ عثمان دامانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں: آپ کو یہ علم نہ تھا کہ موسیٰ زئی شریف کہاں ہے۔ لوگوں سے راہنمائی لیتے ہوئے دہلی سے آپ نے پیدل سفر شروع کیا اور پوچھتے ہوئے آخرکار منزل مقصود ڈیرہ اسماعیل خان میں موسیٰ زئی شریف حضرت خواجہ عثمان دامانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا پہنچے بیعت کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک کے تمام مراحل طے فرمائے اور آپ سے خلافت حاصل کی۔

خدمت شیخ: آپ نے اپنے پیرومرشد کی دل و جان سے خدمت کی۔ ایک

دفعہ آپ کو اپنے گھر چکڑ الہ سے اطلاع ملی کہ آپ کے بھائی بہت زیادہ بیمار ہیں۔ آپ اجازت لے کر موسیٰ زئی شریف سے روانہ ہوئے راستہ میں جنگل پڑتا تھا اور آپ نے دیکھا کہ ایندھن کے لئے لکڑی وافر مقدار میں موجود ہے۔ موسیٰ زئی شریف میں لکڑی کی از حد ضرورت رہتی تھی اور اس کی بے حد قلت بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ اپنا کام بھول گئے اور لکڑیاں اکٹھی کرنے میں مشغول ہو گئے پھر قریبی بستی سے جا کر اونٹ مانگ کر لے آئے اور لکڑیاں لاد کر اپنے پیر و مرشد کے آستانے پر جا پہنچے۔ آپ کے پیر و مرشد نے پوچھا کہ لکڑیاں کون لایا ہے؟ عرض کیا گیا مولوی نور خان صاحب لائے ہیں۔ فرمایا! ان کا بھائی سخت بیمار تھا عرض کیا گیا راستے سے لکڑیاں چن کر اکٹھی کر کے واپس آ گئے ہیں۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ حجرہ میں پہنچے اور احوال عرض کیا تو خواجہ صاحب مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ آپ نے بھی اور آپ کے بھائی نے بھی فلاح پائی اور علم معرفت سے آپ کو مالا مال کر دیا۔

پیر و مرشد کا ادب: ایک دفعہ مولوی حسین علی واں بھچراں والے جو آپ کے پیر بھائی تھے، سفر پر تھے۔ آپ کے پیر و مرشد نے حکم دے رکھا تھا کہ بے نماز عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کبھی نہیں کھانا ہے۔ دوران سفر ایک گھر میں جا کر مہمان ہوئے۔ آپ کو معلوم تھا کہ وہ گھرانہ بے نماز ہے۔ قیام کرنا مجبوری کی وجہ سے تھا کہ اور جگہ میسر نہ تھی۔ میزبان نے کھانے کا پوچھا تو آپ نے انکار کر دیا۔ میزبان نے بار بار کھانے کا کہا تو مولوی حسین علی سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا کہ میرے لئے تو لے آؤ یہ مولوی صاحب تو اپنے پیر و مرشد کے حکم پر عمل پیرا ہو رہے ہیں مجھے سخت بھوک لگی ہے چنانچہ اس نے کھانا کھا لیا لیکن آپ نے بے نماز کے ہاتھ کا بنا کھانا نہ کھا کر اپنے پیر و مرشد کے حکم پر عمل کیا۔

تدریس: آپ مراحل سلوک کی تکمیل کے بعد گھر تشریف لائے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ یہاں مدرسہ بنایا اور ایک وقت میں بعض اوقات دو، تین سو طالب علم حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ ان کو پڑھاتے تھے آپ کے شاگردوں میں حضرت پیر غلام حسن (سواگ شریف)، مولوی ولی اللہ انہی (گجرات)، مولانا محمد امین (لیہ)، مولانا خواجہ بہاؤالدین (موسیٰ زئی شریف) اور حضرت خواجہ سراج الدین (موسیٰ زئی شریف) شامل ہیں۔

حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمہ سے آپ نے تجدید بیعت بھی کی تھی اور مواہب رحمانیہ میں تحریر ہے کہ حضرت خواجہ عثمان دامانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمہ کی جب دستار بندی کی گئی تو اس موقع پر آپ کی بھی دستار بندی کی گئی جو کہ بحیثیت استاد تھی۔

فوائد عثمانیہ میں آپ کا تذکرہ یوں بیان کیا گیا ہے "از عمدہ اصحاب و زبدۃ خلفائے حضرت قبلہ ما قلبی و روحی فداہ اند عالم فاضل صالح حلیم خوش طبع علم فقہ و حدیث در ہندوستان حاصل کردہ و اخذ طریقہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ از حضرت قبلہ گرفتہ ملازم صحبت شریف گشتہ الخ"

وصال: آپ کا وصال 1908ء میں ہوا۔ آپ کا مزار چکڑ الہ میں ہے۔

اولاد: آپ کی اولاد میں تین بیٹے مولوی محمد عبداللہ، مفتی محمد ابراہیم اور حافظ محمد قاسم ہوئے۔

حوالہ جات:

۱۔ مواہب رحمانیہ (جلد سوم) ۲۔ فوائد عثمانیہ

ملک محمد عبدالخالق صاحب بھکر نے یہ معلومات فراہم کیں جس کے لئے ان کا شکر گزار ہوں

حضرت شیخ نیکا علیہ الرحمہ (ملا خیل):

آپ کا مزار ملاخیل کے قبرستان میں ہے۔ ملاخیل، کمر مشانی سے تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو پہاڑی کے بالکل ساتھ اور نالہ بڑوچ کے کنارہ پر واقع ہے۔ میانوالی گزٹ 1915ء کے مطابق شیخ نیکا علیہ الرحمہ آج سے ایک سو سال پہلے وہاں آباد ہوئے (یعنی اب 2007ء سے تقریباً 200 سال پہلے) حضرت شیخ نیکا علیہ الرحمہ جب یہاں تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں نے انہیں بہت تنگ کیا جس کی وجہ سے آپ نے انہیں بددعا دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میٹھے پانی کا چشمہ کھاری پانی میں تبدیل ہو گیا۔ آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ جو بادل پہاڑ کی اس چوٹی سے آتا ہے جس کے ساتھ آپ کا مقبرہ واقع ہے وہ ضرور بارش برساتا ہے۔ یہاں کے لوگ اپنے آپ کو ان کی اولاد میں سے بتاتے ہیں۔ یہاں چار اولیاء کرام دفن ہیں۔ جن میں سے دادا شیخ نیکا کا قبیلہ بھریم خیل، شیخ مانک کا قبیلہ زطو خیل، شیخ شریا کا قبیلہ شرے خیل اور گل خواجہ نور کا قبیلہ فجرو خیل کہلاتا ہے جن کی اولاد یہاں ملاخیل میں مقیم ہے۔

حضرت نور محمد گھنجیرہ علیہ الرحمہ (ڈنگ کھولہ):

بکھڑا کی سرزمین میں کوئی ایسی کشش رہی کہ اولیائے کرام دور دور سے آ کر وہاں اپنا مسکن بنا لیتے تھے۔ متعدد اولیاء کرام کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جو کہ اس مردم خیز سرزمین کی طرف مختلف علاقوں کا سفر کرنے کے بعد پہنچے اور پھر وہیں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ حضرت میاں غلام محمد حضوری علیہ الرحمہ بکھڑوی، قریشی ہاشمی خاندان کے جانڈلو فقیر، حافظ ساندہ اور ان کی خانقاہیں ان لوگوں کی دین سے محبت کا احوال بتاتی ہیں۔ لیکن ان سب سے قدیم اور پرانے بزرگ حضرت نور محمد گھنجیرہ علیہ الرحمہ ہو گزرے ہیں۔

آپ کا عرصہ حیات: مختلف حوالوں سے آپ حضرت میاں علی محمد علیہ الرحمہ کے ہم عصر مانے جاتے ہیں اور اندازہ کیا جاتا ہے کہ آپ سترہویں (17) صدی کے آخر یا اٹھارویں صدی کے شروع میں اس جگہ تشریف لا کر عبادت گزار ہوئے۔ کچھ روایات میں آپ کا سن وصال 1740ء بتایا جاتا ہے۔ اس اندازے سے آپ 250 سال قدیم بزرگ شمار کیے جا سکتے ہیں۔ آپ کی اور حضرت میاں علی محمد بن سلطان زکریا رحمۃ اللہ علیہما کی دوستی کا واقعہ ان کے حالات زندگی میں درج کیا گیا ہے۔

کچھ روایات میں آپ کی بکھڑا شریف آمد سے قبل سلطان خیل میں سکونت بتائی جاتی ہے۔ چونکہ آپ ہر وقت جنگلوں، پہاڑوں میں اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کا کوئی خاص ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا۔ سلطان خیل میں بھی ایک (کھگل) کا بڑا

درخت، جس میں خول بنا ہوا تھا آپ کا مسکن تھا۔ اسی درخت کی کھوہ میں آپ اللہ اللہ کرتے تھے۔ وہاں کے کچھ لوگ آپ کے اس مسکن سے واقف ہو گئے اور انہوں نے آپ سے اپنی عقیدت کا رشتہ استوار کر لیا۔ لیکن آپ وہاں سے بکھرا کی طرف چلے آئے تو ان عقیدت مندوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا اور یہاں پر آپ کی خدمت کرنے لگے۔ آپ کے یہ خدمتگار میانہ خاندان ہے جو آج بھی آپ کے مزار کا مجاور اور خادم شمار ہوتا ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کو یہاں دفن کیا گیا اور آپ کے خادم میانہ خاندان نے بھی اردگرد سکونت اختیار کر لی۔ یہ جگہ خانقاہ حضرت نور محمد کھنجیرا سے مشہور ہوئی۔

آپ ایک بلند پایہ بزرگ ہستی ہیں۔ آپ کے ساتھ عقیدت کا اظہار مختلف اولیائے کرام کرتے چلے آئے ہیں جیسا کہ مشہور ہے ولی را ولی می شناسد ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ حضرت جان محمد علیہ الرحمہ میبل شریف کی خدمت میں اس علاقہ کے لوگ جب حاضر ہوتے تھے تو آپ ان سے پوچھتے کہ تمہارے راستے میں ایک خانقاہ حضرت نور محمد علیہ الرحمہ واقع ہے کیا آتے ہوئے تم اس پر فاتحہ پڑھ کر آئے ہو یا نہیں؟ پھر آپ تاکید فرماتے کہ وہاں ضرور ان کے مزار پر حاضری دے کر پھر یہاں میرے پاس آیا کریں۔

کشف و کرامات: آپ کی کشف و کرامات کے مختلف واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) جناب محمد سعید اسدی صاحب ایڈووکیٹ جو کہ بکھرا شریف کے جانڈلو خاندان کے انتہائی عالم فاضل اور بزرگ ہیں، اپنے خاندانی حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ

ایک اللہ کا ایک بندہ آپ کے مزار پر مراقب تھا کہ خواب کی حالت میں اس کو حضرت نور محمد کھنجیرہ علیہ الرحمہ نے حکم دیا کہ باہر جاؤ ایک مرد اور عورت میری حاضری پر آ رہے ہیں ان کو یہاں آنے سے منع کر دو۔ وہ شخص باہر نکلا۔ اردگرد نظر دوڑائی تو کوئی نظر نہ آیا اور واپس آ کر پھر بیٹھ گیا۔ پھر خواب کی حالت طاری ہوئی تو فرمایا گیا کہ باہر جا کر ان کو زیارت پر آنے سے منع کر دو۔ اب اس نے ان دو بندوں کی تلاش شروع کر دی۔ چنانچہ ایک طرف سے ایک مرد اور ایک عورت آتے ہوئے نظر آئے۔ فوراً ان کے پاس جا کر پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم خانقاہ نور محمد علیہ الرحمہ کی زیارت کو جا رہے ہیں۔ تو اس بزرگ نے انہیں حضرت صاحب کا حکم سنایا کہ تم وہاں نہیں جا سکتے ہو۔ تمہیں زیارت سے منع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ استفسار سے پتہ چلا کہ دونوں زیارت کے لئے آ رہے تھے۔ راستے میں ملاقات ہوئی اور راستے ہی میں دونوں سے گناہ سرزد ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور معافی کے خواستگار ہو کر واپس چلے گئے۔

(۲) آپ کی خانقاہ کے بالکل ساتھ چشمہ کا ایٹمی پلانٹ واقع ہے اور متعدد لوگ اس بات کو روایت کرتے ہیں کہ تکمیل کے بعد غیر ملکی انجینئر پلانٹ پاکستانی حکام کے حوالے کر کے چلے گئے لیکن ان سے یہ پلانٹ نہیں چل رہا تھا اور بار بار بند ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ انجینئر زمایوس ہو گئے اور حکام بالا کو اطلاع دی گئی چنانچہ ان کے انتہائی سینئر افسران تشریف لائے تو انہوں نے پلانٹ کا جائزہ لیا۔ پھر پلانٹ سے باہر آ کر قبرستان کا جائزہ لیا اور یہاں خانقاہ حضرت نور محمد علیہ الرحمہ پر جا کر حاضری دی۔ واپس آ کر حکم دیا کہ خانقاہ اور اس کے قریب موجود مسجد میں فوراً حکومت کے خرچہ پر

بجلی پہنچائی جائے۔ وہاں پنکھے وغیرہ لگوانے اور روشنی کا انتظام کرانے کے بعد تمام ملازمین کو ختم قرآن پاک کا حکم دیا اور اچھے کھانے کا بندوبست کیا گیا پھر دعائے خیر کی گئی۔ اس کے بعد جا کر پلانٹ کو چلایا گیا تو پلانٹ کامیابی سے چل پڑا اور تمام لوگ مطمئن ہو گئے۔

پرانے زمانے سے یہ خانقاہ جنات کے ستائے ہوئے ستم رسیدہ انسانوں کے لئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس قسم کے لوگ یہاں شفا حاصل کرتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ مراتب سلطانی

۲۔ گفتگو محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ سعید آباد میانوالی

۳۔ میاں شوکت علی انجینئر میانوالی

۴۔ میاں خالد محمود ایڈووکیٹ میانوالی

۵۔ ماسٹر علم الدین صاحب کا غیر مطبوعہ مضمون

حضرت میاں نور حسین نقشبندی علیہ الرحمہ (ڈنگ کھولہ): ۱

آپ بھی اپنے بزرگوں کی طرح آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت و خلافت حضرت جان محمد علیہ الرحمہ بیبل شریف والوں سے تھا۔ آپ نے اپنے مرشد سے اخیر عمر میں بیعت کی اور سلوک و معرفت کی بقیہ منازل حضرت پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر طے فرمائیں اور اپنے پیر و مرشد کی طرف سے دیا گیا خرقۂ خلافت آپ کو اعلیٰ حضرت بھوروی نے عطا کیا گیا اور اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرمائی۔

فتح مبین میں آپ کا تذکرہ مبارک: فتح مبین میں آپ کے متعلق تحریر ہے کہ: حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ (ڈنگ کندیاں) پیر بھائی تھے۔ حضرت قبلہ جان محمد علیہ الرحمہ سے سلوک کی تکمیل نہیں کر سکے۔ قبلہ بھوروی سے اسباق کی تکمیل کی۔ بعد میں انہیں دستار اجازت اور جبہ پارسائی سے نوازا گیا۔ حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ کل وقتی عبادت اور ذکر میں مشغول رہتے۔ قبلہ بھوروی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ مریدین و احباب قبلہ جان محمد میلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ جناب نے فرمایا آنکھیں نیچے کر لو اور سر کو سینہ کی جانب جھکاؤ (یعنی فیض کے لئے منتظر ہو کر مراقبہ میں رہو) اور پر دیکھنے والوں کو کچھ نہیں ملتا۔ حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ نے دبے الفاظ میں کہا یہاں آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں یہاں آنے کا مقصد کوئی دوسرا نہیں صرف آپ کو دیکھنا ہے سر کیسے

جھکائیں اور آنکھیں نیچے کریں۔ یہ گنگناہٹ قبلہ نے سن کی اور ایسی توجہ فرمائی کہ حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ کی گردن سینہ کی طرف جھک گئی اور ہڈی ٹوٹنے کی سخت آواز آئی۔ اس دن کے بعد حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ کی گردن تا زندگی جھکی رہی اور اوپر نہیں ہو سکی۔ عارف رومی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا

عاشقاں جام فرح آنگہ کشند   کہ بدست خویش خوباں شاں کشند

ترجمہ: عاشق لوگ خوشی کا پیالہ اس وقت پیتے ہیں جب معشوق ان کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہیں۔

پاکبازی اور پارسائی کی انتہا: حضرت میاں نور حسین قریشی علیہ الرحمہ جیسی نیک اور پاکباز ہستیوں نے دراصل دین اسلام کے پودے کی آبیاری کی جن کا کردار، جن کا اخلاق، جن کے اعمال اعلیٰ اور بے مثال تھے کہ ان کے حسن اخلاق و کردار و پارسائی سے ہر ایک متاثر ہوتا تھا خصوصاً غیر مسلم ان کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے دین اسلام کو بڑی محبت سے قبول کر لیتے تھے۔

حضرت میاں نور حسین علیہ الرحمہ کی پارسائی اور پاکبازی کی انتہائی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہوئے جناب محمد سعید اسدی صاحب ایڈووکیٹ (جو آپ کے پوتے ہیں) بیان فرماتے ہیں:

آپ بڑھاپے کے عالم میں تھے اور کمرے میں ہی آپ کو آپ کی بہو کھانا پہنچا کر آتی تھی۔ جب وہ کھانا لے کر جاتی تو آپ فرماتے بیٹا کھانا رکھ دو۔ کبھی اس کے ہاتھ سے کھانا نہ لیتے تھے۔ ایک دن بہو نے اپنی ساس سے اس بات کا شکوہ کیا کہ باباجی ہم سے کھانا نہیں لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں رکھ دو شاید کچھ ناراضگی ہے۔ آپ کی محترمہ بی

بی صاحبہ نے اس بات کا تذکرہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں کیا تو آپ فرمانے لگے کہ یہ بات نہیں ہے کہ میری ناراضگی ہے۔ کھانا ہاتھ سے لینے میں یہ احتیاط مدنظر ہے کہ میرے ہاتھ کہیں میری بہو کے ہاتھوں سے نہ چھو جائیں اور میری ساری زندگی کا کیا کرایا غارت ہو جائے۔ اللہ اکبر ان بزرگان دین کی پارسائی کا کیا عالم تھا کہ کبھی کسی غیر محرم عورت تو ایک طرف محرم خاتون کے ہاتھوں کا مس کرنا عالم پیری اور بزرگی میں بھی گوارا نہیں فرماتے تھے اور یہی وہ بلند پایہ اوصاف حمیدہ تھے جنہوں نے دین اسلام کی محبت غیر مسلموں میں بھر دی تھی اور ان کی وجہ سے اسلام لانے والوں میں روز افزوں اضافہ ہوا۔

آپ کی اولاد: آپ کے چار بیٹے تھے (۱) محمد امیر (۲) محمد یار (۳) محمد صدیق (۴) محمد نور۔ میاں محمد امیر آپ کے خلفیہ ہوئے جن کے فرزند جناب محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ سکنہ سعید آباد میانوالی ہیں۔ آپ انتہائی عالم و فاضل شخصیت ہیں اور پاکستان بھر میں اپنی ایک منفرد سیاسی حیثیت کے مالک ہیں۔ اسی سیاسی جدوجہد میں مصروفیت کی وجہ سے آپ کے والد محترم کی سجادہ نشینی آپ کے چچا جان حضرت علامہ غلام یٰسین صاحب کو منتقل ہوئی۔ تمام علاقہ میں آپ کو بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ مولانا نیازی صاحب علیہ الرحمہ کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تمام معلومات انہوں نے کمال شفقت سے مہیا فرمائیں۔

وصال مبارک: آپ کا وصال 9 صفر 1363ھ بمطابق 1944ء میں ہوا۔ آپ کا مزار ڈنگ کھولہ قبرستان میں ہے جو کہ ریلوے لائن سے غربی جانب واپڈا کالونی سے ایک کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔

ندان شاہ

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ چھوٹے سے بچے تھے اور آپ کا تعلق اسی سادات کے خاندان سے بتایا جاتا ہے جس میں سے پاک بیباں ہیں جن کا مزار تری خیل میں واقع ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ ہمدانی (ہمدانی آباد نزد دینے والا واں بھچراں):

آپ پچھلی صدی عیسوی کے بزرگ ہیں آپ کا تعلق سادات ہمدانی وندہ شاہ بلاول کے خاندان سے ہے۔واں بھچراں میں آپ کی رہائش تھی آج بھی وہاں کا ایک محلہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔آپ کی وفات 1990ء میں ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو ہمدانی آباد میں واں بھچراں سے تھوڑا سا شرقی جانب دفن کیا گیا۔آپ کا خوبصورت مزار بنایا گیا ہے۔آپ کی اولاد میں پیر محمد شاہ صاحب موجودہ سجادہ جانشین ہیں۔

میانوالی اور قرب و جوار میں واقع صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے مزارات:

میانوالی کے علاقہ میں مختلف مقامات پر نو گز ے، بیس گز لمبے اور چالیس گز کے مزارات ملتے ہیں۔ عوام میں یہ بات مشہور آرہی ہے کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات ہیں۔ اگرچہ کسی مستند ذریعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے، بہرحال سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات اور عوام میں موجود ان مزارات کے ادب و احترام سے ان کی عظمت اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔

سرکیہ کے مزارات: سرکیہ تحصیل عیسیٰ خیل میں واقع ہے اور عیسیٰ خیل شہر سے تقریباً 8 کلومیٹر دور سرکیہ کی آبادی کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں ایک نسبتاً بلند جگہ پر نو گز کے تین مزارات موجود ہیں۔ یہاں رہنے والے ان کو صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مزارات بتاتے ہیں اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اس کے بعد اسی پہاڑ کے ساتھ ساتھ اگر آپ چلیں تو مٹھا خٹک کا شہر آتا ہے یہاں بھی پہاڑ کے دامن میں تین مزارات ہیں جو کہ ایک پتھروں کی حویلی کے اندر ہیں اور یہ خاصے لمبے مزارات ہیں۔ دو قبریں تقریباً چالیس گز لمبی ہیں جبکہ تیسری قبر بیس گز لمبی ہے۔ پشتو زبان میں ان کو "چل ویشتی نیکوان" کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی لوگوں میں یہی بات زبان زد عام ہے کہ یہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مزارات ہیں۔

مٹھہ خٹک میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے مزارات: مٹھا خٹک کے مغرب میں "گرڈی غنڈی" (گول پہاڑی) کے اس پار

پہاڑ کے دامن شرق میں دو بڑی قبور سو سو فٹ لمبائی میں اور ایک چھوٹی قبر پچاس فٹ لمبائی پر مشتمل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ روایت ہے کہ یہاں مدفون بزرگ دراصل صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ جو قلعہ کافر کوٹ، واقع ڈیرہ اسماعیل خان میں موجود کافروں کو راہِ راست پر لانے کے لئے ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بے شمار کافروں کو تہہ تیغ کرنے بعد زخمی حالت میں پہاڑ کے دامن کے ساتھ ساتھ شمال کو بڑھتے ہوئے جب موجودہ جائے مدفون تک پہنچے تو گر پڑے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ ایسی ہی تین قبور علاقہ سرکیہ میں ہیں۔ جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی چلو ویشتی نیکانو کے ساتھی تھے۔ اس روایت کی صحت کے متعلق کوئی ٹھوس ثبوت فراہم کرنا ممکن نہیں تاہم اس حقیقت سے انکار کی جرات تو کوئی مسلم نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کی گونج فضا میں ابھی تحلیل نہیں ہو پاتی تھی کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) ان الفاظ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دوڑ پڑتے تھے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے منسوب یہ روایت تو زبان زد عام ہے کہ "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے" اور کرۂ ارض پر اور کسی چین نامی ملک کا وجود آج تک ناپید رہا ہے اس سے اس گمان کو تو تقویت ملتی ہے کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) یہاں پہنچے ہوں یا نہ پہنچ پائے ہوں لیکن اس جانب سفر کرنے کی تحریک تو ضرور پیدا ہوئی ہوگی۔ اور عجب نہیں کہ خلفائے راشدین ہی کے ادوار میں مسلمان مجاہدوں نے ہندوستان اور چین کی طرف قدم بڑھائے ہوں۔ بہرحال اس حقیقت سے تو انکار مفر ہے کہ:

"خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

دور میں مسلمان بنوں تک پہنچ چکے تھے۔ 44ھ بمطابق 665ء دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بقول بلاذری مہلب بن ابی صفرہ نے ملتان اور کابل کے درمیان واقع شہروں بنہ (بنوں) اور لاہور (لاہور خورد جو پشاور اور ہند کے نواح میں کابل تا ملتان شاہراہ پر واقع تھا) حملہ کیا" (نیازی قبیلے کی داستان مؤلفین غلام اکبر ملک، نور محمد خان رازی ادارۂ تحقیقات نسب فیصل آباد ص9)

نیازی قبیلے کی داستان کے مؤلفین نے الاذری سے منسوب ایک شعر بھی بیان بالا کی تائید میں لکھا ہے کہ جس کا مطلب انہوں نے یہ کیا ہے کہ دیکھا نہیں کہ ازدیوں نے جس رات بنوں میں شب خون مارا وہی لشکر مہلب کے بہترین تیغ زن تھے۔

درج بالا حقائق کی روشنی میں یہ کہنا عجب نہیں کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) اس خطے میں بغرض تبلیغ پہنچے ہوں۔ ایسے میں "چلویشتی نیکا نو" سے منسوب مذکورہ روایت سے صریحاً انکار تو نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم سردار احمد خان رئیس عیسیٰ خیل ترگ شریف کے موجودہ پیر طریقت حضرت غلام معین الدین کے والد حضرت زین الدین مکھڈوی ترگ شریف کے حوالے سے روایت بیان کرتے ہیں کہ "چالیس گزے فقراء دراصل اولیائے کرام تھے جن کے نام قوت کشف سے ان پر منکشف ہوئے تھے اگرچہ مجھے اب یاد نہیں رہے"۔

کچھ بھی سہی یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ چالیس گزے فقراء نہایت خدا رسیدہ بزرگ تھے جبھی تو ان کے مزار مقدس پر بنوں، کراچی اور حیدرآباد تک کے معتقدین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ معروف سماجی خاتون ذکیہ شاہنواز نیازی مرحومین مذکور کی اس قدر معتقد ہیں کہ عیسیٰ خیل آمد پر ادھر کا رخ ضرور کرتی ہیں اور خیرات وغیرہ کرتی ہیں۔

مزار کے جانب جنوب 1960ء میں تالاب بنائے جانے کی غرض سے کھدائی کی گئی تھی مگر چھ سات فٹ کی گہرائی پر پرانی قبور نکل آئیں۔ ایک میت ایسی بھی تھی کہ جس کا کفن تک ابھی میلا نہیں ہوا تھا چنانچہ گڑھے ڈھک دیئے گئے اور تالاب "صحابہ" کے مزار سے متصل مغرب کی سمت کھود دیا گیا۔ ایک مسجد مع حجرے کے تعمیر کی گئی۔ زائرین کے لئے ایک کشادہ چھپر بھی ڈالا گیا ہے۔ اگرچہ کوئی مستقل مجاور نہیں ہے لیکن حجرے میں چلے جایئے تو ہر وقت آپ کو نمک، مرچ، آٹا اور کھانے پکانے کے جملہ برتن میسر آئیں گے کیا مجال کہ کوئی برتن ادھر ادھر ہو جائے اور یہی ان فقراء کی کرامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مزار کے قرب و جوار میں موجود درختوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ خشک درختوں کو صرف زائرین نذر و نیاز وغیرہ کے وقت استعمال میں لاتے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کے روز زائرین کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ مشا خنک کے معروف شاعر عبداللطیف کاظم ان کے حضور نذرانہ عقیدت یوں بیان کرتے ہیں۔

ترجمہ: آپ خوبصورت ترین لوگوں میں خوبصورت ترین (مخلوق) ہیں کہ آپ اللہ کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ (پھر آپ تو امراء اور غرباء پر یکساں مہربان ہیں اس لئے میں نے بھی آپ کی توجہ کے انتظار میں آنکھوں کے دروار کھے ہوئے ہیں۔

شل گز اصحاب: اس پہاڑ کے ساتھ چلتے چلتے آپ دریائے سندھ کی جانب سفر کریں تو آپ ایک بہت بڑے پہاڑی نالے پر پہنچیں گے اور اس پر بنایا گیا پل خرطوپ والے پل کے نام سے مشہور ہے۔ اسی پہاڑی نالے کے ساتھ ساتھ آپ چلتے جائیں تو آگے ایک قصبہ لنڈا بھنگی خیل آتا ہے۔ اس کے قبرستان میں پہاڑی ٹیلے کے اوپر ایک مزار بنا ہے۔ یہاں کے لوگوں میں یہ شل گز پیر کے نام سے مشہور

ہے۔اس مزار کی لمبائی تقریباً 20 گز ہے۔ یہاں کے لوگ ان مزارات کا بے حد احترام کرتے ہیں۔آپ اس پہاڑی نالے کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں تو آگے جا کر یہ نالہ کوہستان نمک کے ساتھ سے ہوتا ہوا دریائے سندھ میں جا گرتا ہے۔

آپ دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں تو کالاباغ پہنچ جائیں گے۔

کالاباغ میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے مزارات: دریائے سندھ کے کنارے پر واقع مزارات کے بارے میں بہت عرصہ سے یہی روایت چلی آ رہی ہے کہ یہ صحابہ کے مزارات ہیں۔لوگوں میں ان مزارات کا بے حد ادب واحترام پایا جاتا ہے لیکن ان نفوس قدسیہ کے نام نامعلوم ہیں۔

پیر پیائی کے نزدیک صحابی کا مزار: قصبہ پیر پیائی دریائے سوان اور سندھ کے سنگم کے قرب میں واقع ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں کالاباغ ڈیم بننا ہے۔اس کے بالکل ساتھ ہی دریائے سوان کے کنارے ایک نسبتاً بلند جگہ موجود ٹیلے پر واقع مزار کے متعلق بھی لوگ بتاتے ہیں کہ یہ صحابی کا مزار ہے۔

قلعہ کافر کوٹ کے ساتھ مزارات: دریائے سندھ کے غربی کنارے پر واقع قدیم شاہراہ پر قلعہ کافر کوٹ واقع ہے۔ پہاڑوں کے اوپر بنا یہ قلعہ شان وشوکت کا حامل تھا۔اگرچہ یہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی حدود میں ہے لیکن میانوالی کی حدود کے بالکل ساتھ واقع ہے۔وہاں اس قلعہ کے ساتھ انتہائی قدیم مسجد ہے جس کے ساتھ واقع قبور کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ صحابہ کے مزارات ہیں (واللہ اعلم)

میانوالی میں واقع نو گزے، بیس گزے اور چالیس گزے مزارات:

غیر معمولی طور پر لمبے مزارات پاکستان بھر میں مختلف مقامات پر موجود ہیں لیکن خصوصاً گجرات، گجرانوالہ اور سیالکوٹ کے اضلاع میں نوگزے مزارات کی کثرت بیان کی جاتی ہے۔ جناب حاجی محمد زمان کھوکھر صاحب ایڈووکیٹ گجرات نے خصوصی طور انہی مزارات کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی ہے۔جس کا نام "پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگز لمبے مزارات" ہے۔آپ کے ساتھ چند اسفار کا مجھے بھی شرف حاصل ہوا ہے آپ بذات خود ان مزارات پر جا کر تحقیق کرتے ہیں اور احوال معلوم کر کے قلم بند کرتے ہیں۔آپ کی تحقیق کے مطابق پاکستان میں واقع سب سے لمبا مزار بڑیلہ شریف ضلع گجرات میں ہے۔اس کی لمبائی 210 فٹ بیان کی جاتی ہے۔راقم الحروف کو بھی اس مزار کی حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔اس کے متعلق حاجی محمد زمان کھوکھر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بذریعہ کشف یہ بات علم میں آئی ہے کہ یہ حضرت قنیط (المعروف سچا پیر) بن حضرت آدم علیہ السلام کا مزار پرانوار ہے (واللہ اعلم) اور غالباً یہ ارض کائنات پر سب سے لمبی قبر ہے۔

میانوالی میں بھی غیر معمولی لمبے مزارات موجود ہیں۔جن میں سے سب سے لمبے مزار پیر اصحاب مٹھہ خٹک میں واقع ہیں اور یہ دو لمبی قبور 40 گز بتائی گئی ہیں۔جبکہ ایک ان کے نصف کے برابر یعنی 20 گز لمبی ہے۔ان کا تفصیلی ذکر الگ سے (میانوالی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات) کے تحت موجود ہے۔

دوسرا سب سے لمبا مزار جس کو شل گز اصحاب کے نام سے جانا جاتا ہے یعنی 20 گز لمبے اصحاب۔ یہ قبر مبارک کالاباغ، شکردرہ روڈ پر خرطوپ پل سے پہلے واقع ایک

آبادی لنڈا بھنگی خیل کے قبرستان میں ہے۔

اس کے علاوہ 9 گزے مزارات درج ذیل ہیں؛

۱۔ حضرت مخدوم حاجی علیہ الرحمہ (میانوالی) ان کا تذکرہ الگ سے موجود ہے۔

۲۔ حضرت جیون شاہ (شہباز خیل)

۳۔ سرکپ شہید (نزد قریشیاں والا ڈیرہ موسیٰ خیل)

۴۔ سرکپ شہید (نزد ڈیرہ ڈھیرالانوالہ موسیٰ خیل)

۵۔ خاصہ بابا علیہ الرحمہ (ملا خیل) ان کا تذکرہ الگ موجود ہے۔

۶۔ مزارات اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (سرکیہ تحصیل عیسیٰ خیل)

۷۔ ارمتے والی تحصیل عیسیٰ خیل میں بھی ایک نوگز لمبی قبر موجود ہے۔

۸۔ میاں روڈا علیہ الرحمہ (روڈا شریف میانوالی)

یہ مزارات اتنے طویل کیوں بنائے جاتے ہیں۔ مختلف علماء سے یہ سوال کیا گیا لیکن کوئی مکمل جواب موصول نہ ہوا۔ مختلف آراء بیان کی جاتی ہیں کہ یہ مزارات اتنے لمبے کیوں بنائے گئے ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان شخصیات کے غیر معمولی ادب واحترام کے پیش نظر یہ قبور کر دی جاتی ہیں کہ ان کو عام نہ سمجھا جائے بلکہ خاص الخاص تصور کیا جائے اور ان شخصیات کی دینی خدمات اور نیک اعمال کی وجہ سے احترام کیا جائے۔

دوسری وجہ یہ کہ یہ شہداء کے مزارات ہیں اور شہداء بھی ایسے جو بڑے سالار تھے اور اس وقت کی روایات کے مطابق ان کے تمام ہتھیار ان کے قدموں کی جانب دفن کر دیے جاتے تھے اس طرح یہ غیر معمولی لمبی قبر بن جاتی تھی۔

تیسری وجہ کہ یہ شہداء کی اجتماعی قبور ہیں اور ایک لمبی قبر بنا کر شہداء کو دفن کر دیا جاتا تھا۔ (واللہ اعلم)

مزارات سرکپ شہید: موسیٰ خیل اور گرد و نواح میں سرکپ شہداء کے مشہور مزارات ہیں۔ جن کے متعلق روایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ سات بھائی تھے جو کفار کے خلاف برسرپیکار تھے۔ لڑتے لڑتے ان کے سر قلم ہو گئے لیکن پھر بھی یہ کفار سے لڑتے رہے اور ان کو شکست دے دی۔ پھر یہ بغیر سر کے دھڑ وہاں سے روانہ ہو پڑے اور مختلف راستوں پر چل پڑے۔ جہاں کہیں لوگوں نے دیکھا کہ بغیر سر کے بندہ چلا آ رہا ہے تو وہیں یہ دھڑ گر پڑے اور دفن کر دیئے گئے۔ یہ روایت کہاں تک درست ہے کہاں تک غلط۔ اس کے متعلق کہنا مشکل ہے البتہ ایسے ہی مزارات مختلف جگہوں پر ملتے ہیں جن کے متعلق یہی کہانی دھرائی جاتی ہے مثلاً اولیائے لیہ کے مصنف مہر نور محمد تھند نے لیہ میں بھی ایسے ہی شہداء کے مزارات کا تذکرہ کیا ہے جن کو کھپہ شہید، مالا شہید اور مسو شہید کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہی روایت ان کے ساتھ دہرائی جاتی ہے جو یہاں میانوالی میں مشہور ہے اور یہ حیرت انگیز مشابہت ہے۔ یہ مزارات خاصے قدیم ہیں میانوالی گزٹ 1915ء میں صرف ایک مزار کا تذکرہ موجود ہے جسے نوبڑی سرکپ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ روایت کی جاتی ہے کہ یہ سات مزارات ہیں لیکن ان میں سے پانچ مزارات کی حاضری مجھے نصیب ہو سکی ہے۔ چھٹے اور ساتویں مزار کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا۔

ان پانچ مزارات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ڈیرہ قریشیاں والا، میانوالی تلہ گنگ روڈ پر واقع یہ قبرستان سرکپ شہید کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ڈیرہ قریشیاں والا کے بالکل قریب ہے۔ سرکپ شہید کا مزار

خاصی طویل اور تقریباً نو گز لمبی قبر ہے۔

۲۔ میانوالی تلہ گنگ روڈ پر اوپر والی جگہ سے تھوڑا سا آگے سڑک کے دائیں جانب بیر کے قدیم اور گھنے درختوں کے درمیان واقع مزار بھی سرکپ کا مزار کہلاتا ہے۔

۳۔ تیسرا مزار بھی اسی روڈ پر رائل پٹرولیم کے بالکل سامنے ٹیوب ویل غورنیاں والا کے قرب میں واقع ہے۔ یہ جگہ قدیم درختوں سے گھری ہوئی ہے۔

۴۔ موسیٰ خیل سے دلیلی والہ کی طرف شہر کے باہر سرکپ کا قبرستان مشہور ہے اور اس میں واقع ایک مزار سرکپ کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

۵۔ موسیٰ خیل سے واں بھچراں روڈ پر جاتے ہوئے سڑک کے ساتھ ڈیرہ ڈھرالانوالہ کے ساتھ ایک مزار جو کہ نو گز لمبا ہے اس کو بھی سرکپ کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

پاک بیبیاں (تری خیل): تری خیل، میانوالی کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو میانوالی بنوں روڈ پر میانوالی سے 12 کلومیٹر مسافت پر ہے یہاں سے غربی جانب ڈیرہ بیگو خیلانوالہ کے قریب ان پاک بیبیوں کا مزار واقع ہے یہ جگہ درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے اور خوبصورت روضہ بھی بنایا گیا ہے۔ مَردوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ہے صرف عورتیں اور معصوم بچے ہی اندر جا سکتے ہیں۔

ان کے حالات زندگی وہی بتائے جاتے ہیں جو کہ لاہور میں واقع بی بی پاک دامن کے متعلق بتایا جاتا ہے۔ اس واقعہ میں حیرت انگیز مشابہت یعنی کفار نے سادات کی ان بیبیوں کو پکڑنے اور بے پردہ کرنے کی کوشش کی لیکن یہ زمین کے اندر سما گئیں اور زمین اوپر سے بند ہو گئی۔ عمر حیات خان صاحب چیئرمین کے بقول یہاں تین بہنیں اور ان کا ایک بھائی دفن ہے۔ قرب وجوار سے اولاد کی خواہش مند عورتیں یہاں حاضری دیتی ہیں اور دعائیں مانگتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی مرادوں کو پورا کر دیتا ہے (واللہ اعلم)

....

ایسے بزرگان دین جن کے مزارات مرجع خلائق ہیں لیکن ان کے حالات زندگی سے متعلق تاریخ بالکل خاموش ہے یا پھر چند روایات ہیں جو بار بار اکثر اولیاء کرام کے متعلق دہرائی جاتی ہیں۔ صحیح اور مستند حالات نہ مل سکے ہیں۔

۱	حافظ محمد فاضل شاہ	موچھ
۲	میاں ملوک علی شاہ	موچھ
۳	میاں نور حسین جانڈلو فقیر	کندیاں
۴	مولانا میاں محمد عظیم مفتی	ٹھٹھی
۵	میاں چراغ علی باہی	چھدرو
۶	میاں عاقل شہید	چھدرو
۷	میاں قلندر	چھدرو
۸	میاں نواب علی	مندہ خیل
۹	میاں نور محمد	مندہ خیل
۱۰	دادا نیک نام	کندیاں
۱۱	ہمت شاہ	ہمت شاہ والی (علی والی)
۱۲	مڑد بابا	مکڑ وال
۱۳	میاں سن میاں منظور	غنڈی
۱۴	شاہ قیصر	غنڈی
۱۵	میاں شیں	جال
۱۶	مسکین قلندر	پپلاں
۱۷	مولانا وارث شاہ	عیسیٰ خیل

۱۸	شیرن فقیر	عیسیٰ خیل
۱۹	پیر ختکی	درہ تنگ
۲۰	میاں عنایت	ٹھٹھی
۲۱	غوث شاہ بخاری	موسیٰ خیل
۲۲	پیر پشاوری	موسیٰ خیل
۲۳	موج علی	داؤد خیل
۲۴	سخی سلطان	ماڑی
۲۵	خواجہ نور محمد راؤ کتاب والا فقیر	ہرنولی
۲۶	حضرت بابا سونا سائیں	روکھڑی
۲۷	بابا بوٹا شاہ	روکھڑی

جن احباب نے میرے ساتھ اس کام میں خوب تعاون فرمایا ان کے نام نہ لکھنا بھی زیادتی ہے۔ ان تمام دوستوں اور احباب کا مشکور ہوں جن کے تعاون سے یہ کام مکمل ہوا۔

۱۔ جناب منظور حسین قریشی اسسٹنٹ ڈائریکٹر فشریز میانوالی
۲۔ جناب سید اصغر حسین شاہ زراعت افسر میانوالی
۳۔ جناب خالد حسین شاہ ایم سی بی میانوالی
۴۔ جناب ملک عمران بشیر میانوالی

۵۔ جناب حاجی محمد شفیق گورنمنٹ کالج برائے خواتین میانوالی

۶۔ جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن ہاشمی گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل

۷۔ جناب پروفیسر عبدالکریم قاسم پرنسپل گورنمنٹ کالج پپلاں

۸۔ جناب ملک محمد اقبال ماتک کلرک محکمہ تعلیم علووالی

۹۔ جناب ملک غلام عباس ماتک اسسٹنٹ محکمہ زراعت میانوالی

۱۰۔ حاجی محمد نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ میانوالی

۱۱۔ حاجی عبدالرحمٰن نگران دعوت اسلامی موسیٰ خیل

۱۲۔ جناب صوفی شیر محمد ریٹائرڈ SST گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی

۱۳۔ جناب محمد کوثر سیال کلرک محکمہ تعلیم بالاشریف

۱۴۔ جناب عبدالرزاق زراعت افسر چکوال

۱۴۔ جناب مولانا محمد خان سیالوی خطیب جامع مسجد لوہاراں والی کالاباغ

۱۵۔ میاں سعید انور شاہ کلرک گورنمنٹ کالج میانوالی

۱۶۔ جناب تصور حسین شاہ گورنمنٹ کالج لیاقت آباد

۱۷۔ جناب غلام مصطفیٰ محکمہ سوشل ویلفیئر موسیٰ خیل

۱۸۔ منشی محمد رمضان نامہ نگار میانوالی

۱۹۔ جناب محمد خان نیازی ڈرائیور سکنہ دلیلی والی موسیٰ خیل

۲۰۔ جناب حاجی یار محمد ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن سکنہ ڈھوک مہر محمد ڈھرنکہ ضلع میانوالی

ان محترم شخصیات کا خصوصی شکریہ جن کی لائبریریوں تک میری ہمہ وقت رسائی رہی

اور کتابوں کی فراہمی کے لئے ان کا تعاون شامل حال رہا

۱۔ جناب مولانا صاحبزادہ عبدالمالک مہتمم جامعہ اکبریہ میانوالی

۲۔ جناب مولانا طارق حسین شاہ صاحب دلے والی

۳۔ جناب گل بیگ خان نیازی سکنہ وانڈھا سلیم خیل ضلع میانوالی

۴۔ جناب پروفیسر سلیم احسن میانوالی گورنمنٹ کالج میانوالی

۵۔ جناب پروفیسر رئیس احمد خان عرشی گورنمنٹ کالج میانوالی

۶۔ جناب محمد اقبال خان نیازی تاجہ خیل موچھ

۷۔ حاجی محمد زمان کھوکھر ایڈووکیٹ گجرات

۸۔ جناب مہر نور محمد تھند لیہ

۹۔ جناب صاحبزادہ سید محمد منصور شاہ صاحب اویسی آستانہ عالیہ غوثیہ میانوالی

۱۰۔ جناب احمد شیر جوئیہ صاحب گورنمنٹ ہائی سکول پچاتھی جوئیانوالی

۱۱۔ جناب شرف الدین قادری صاحب انجینئر محلہ نور پورہ میانوالی

۱۲۔ جناب امیر عبداللہ خان نیازی آفیسر یونائیٹڈ بینک سکندر آباد ضلع میانوالی

۱۳۔ جناب امیر عبداللہ صاحب کلرک گورنمنٹ کالج آف کامرس میانوالی

۱۴۔ محمد کاشف فاروق شاہ واندھی گھنڈ والی میانوالی

....

کتابیات

اس کتاب کی تیاری کے لئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا

۱	نیازی قبائل کی داستان	ملک اکبر،نور محمد رازی
۲	انوار شمسیہ (ملفوظات خواجہ شمس العارفین)	مولانا امیر بخش منشی
۳	تاریخ نیازی قبائل	محمد اقبال خان تاجہ خیل نیازی (موچھ)
۴	تاریخ میانوالی	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
۵	میانوالی گزٹ 1915ء	
۶	تذکرہ دوست محمد خیل کاظمی سادات	علامہ حکیم سید عطا محمد شاہ کاظمی
۷	فتح مبین (سوانح حیات حضرت فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ)	شیخ الحدیث مولانا محمد رمضان
۸	جمال فقر (حالات خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمہ)	پروفیسر محمد اشفاق چغتائی مرحوم
۹	مراتب سلطانی	صاحبزادہ سید محمد عالمگیر شاہ
۱۰	مراۃ العاشقین (ملفوظات خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمہ)	سید محمد سعید زنجانی
۱۱	گھنڈ نامہ (سوانح پیر محمد اکبر شاہ گھنڈ والے)	مرتبہ: محمد آفتاب سہیل شاہ

۱۲	احوال حضرت علامہ نور الزمان علیہ الرحمہ (کوٹ چاندنہ)	کمپیوٹر پرنٹ قلمی و ذاتی معلومات علامہ سراج الزمان شاہ صاحب
۱۳	تذکرۃ الصدیقین (ملفوظات حضرت خواجہ زین الحق علیہ الرحمہ)	حضرت علامہ محمد الدین مکھڈوی
۱۴	شجرہ قادریہ نقشبندیہ (عبدالغفور باہی مٹھہ خٹک)	دائم اقبال دائم (منڈی بہاؤالدین)
۱۵	نکہت حق (تذکرہ مولانا شیر دل خان)	پروفیسر منیر بلوچ (بھکر)
۱۶	صد سالہ تاریخ دارالعلوم محمودیہ پپلاں 1905ء	پروفیسر عبدالکریم قاسم پرنسپل گورنمنٹ کالج پپلاں
۱۷	ذکر الصالحین	میاں محمد اکبر
۱۸	تذکرہ اکابر اہل سنت	مولانا عبدالحکیم شرف قادری مرحوم
۱۹	فیوضات حسنیہ (سوانح پیر غلام حسن سواگ شریف)	
۲۰	النور (تذکرہ نور الحسن نقشبندی) موانڑ والا	
۲۱	تذکرہ شیخ موسیٰ (علیہ الرحمہ)	علامہ شیخ محمد اقبال چشتی شیخ آباد عیسیٰ خیل

۲۲	ذکر ولی (حالات زندگی خواجہ احمد میروی علیہ الرحمہ)	حکیم مولوی سید کرم حسین شاہ
۲۳	ضیائے مہر	مولانا مشتاق احمد چشتی
۲۴	فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (جلد اول)	حاجی مرید احمد چشتی (جہلم)
۲۵	فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (جلد سوم)	حاجی مرید احمد چشتی (جہلم)
۲۶	ذکر ایام	علامہ حکیم سید عطا محمد شاہ کاظمی (دلے والی)
۲۷	فیضانِ میروی	نصر اللہ معینی
۲۸	تحفۂ ابراہیمیہ	
۲۹	مواہب رحمانیہ (جلد سوم)	خواجہ محمد اسماعیل مجددی
۳۰	فوائد عثمانی (حالات خواجہ عثمان دامانی علیہ الرحمہ موسیٰ زئی شریف)	
۳۱	سوانح حیات لعل شاہ (ونده شاہ بلاول)	
۳۲	انوار قمریہ (ملفوظات خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ)	مفتی غلام احمد سیالوی
۳۳	رسالہ بادبان (میانوالی نمبر)	
۳۴	مہر منیر (سوانح حیات پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ گولڑہ شریف)	

۳۵	تشفی السائل فی عرض الوسائل	پیر محمد شمس الزمان شاہ (بہاول پور)
۳۶	تحفۂ سعدیہ (حالات مولانا احمد خان خانقاہ سراجیہ)	
۳۷	شجرہ سادات سوانس (قلمی)	عبد القیوم شاہ (نیروبی کینیا)
۳۸	مناقب مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی	محمد صادق قصوری
۳۹	مجاہد ملت	محمد صادق قصوری
۴۰	نذر مجاہد ملت	محمد صادق قصوری
۴۱	رسالہ ضیائے حرم اشرف الاولیاء نمبر (اگست/ستمبر 2006)	
۴۲	رسائل مراد مزمل ملتان شریف	پیر صاحب حضرت علامہ محمد مزمل شاہ کاظمی
۴۳	شدہ مہر تاباں محمد علی (حالات مولانا محمد علی مکھڈوی علیہ الرحمہ)	مولانا محمد دین مکھڈوی
۴۴	رسالہ قطب دوران شاہ علاؤ الدین کاظمی روحانی مقام اور کرامات	حافظ نصر اللہ خان (موچھ)
۴۵	قلمی یادداشتیں	مولانا عنایت اللہ علوی (چکڑالہ)
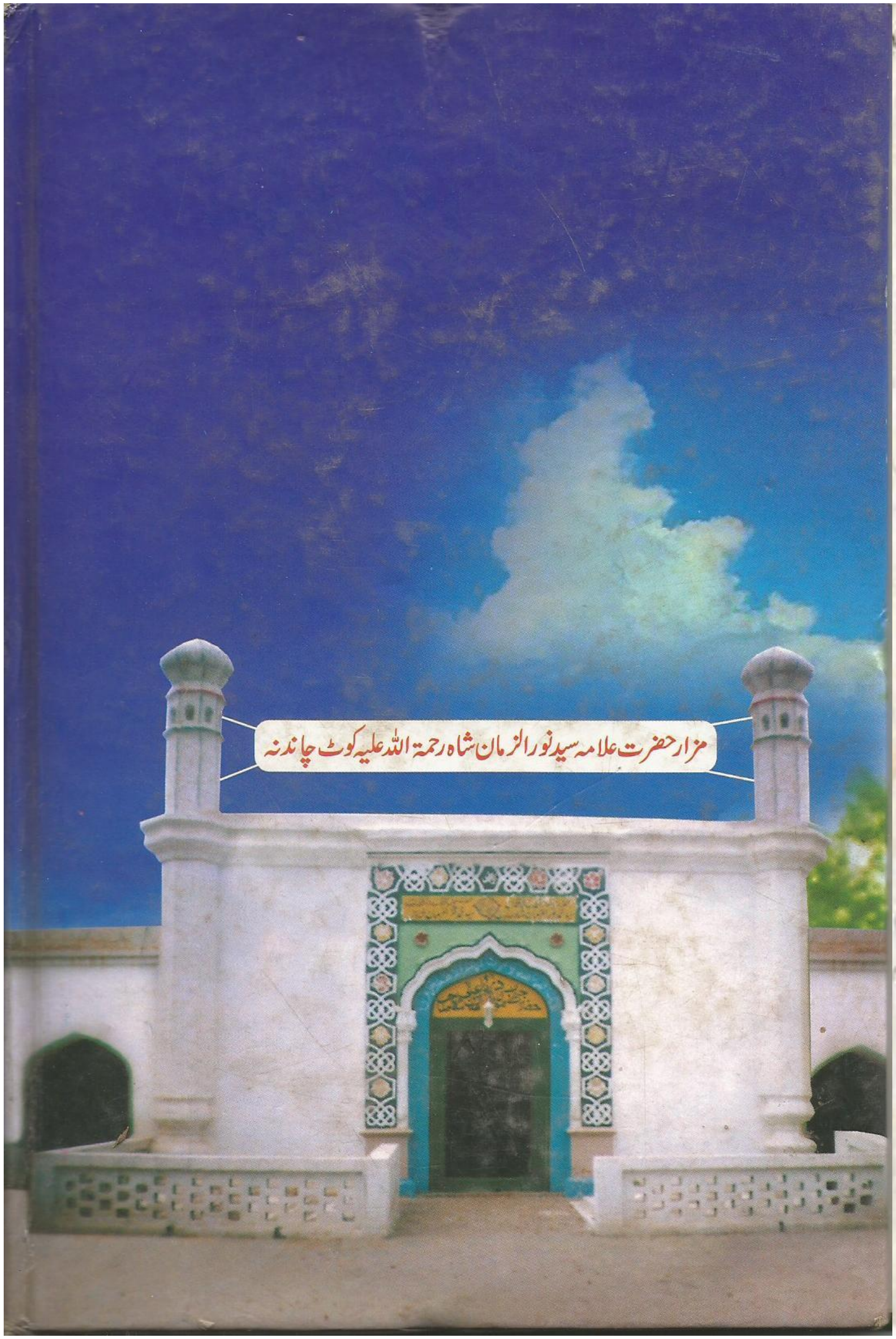
۴۶	گھنڈ نامہ قلمی نسخہ	فراہم کردہ مولانا محمد خان قادری اویسی (موچھ)
۴۷	تاریخ پپلاں (غیر مطبوعہ)	پروفیسر عبدالکریم قاسم پرنسپل گورنمنٹ کالج پپلاں
۴۸	غیر مطبوعہ مضامین	ماسٹر علم الدین (داؤد خیل)
۴۹	حیات مرشد	حاجی غلام قاسم شاہ (ترگ)
۵۰	جمال فقر	حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ عبدالمالک (میانوالی)
۵۱	تاجدارانِ موچھ حضرت شیر محمد غازی علیہ الرحمہ	علامہ ابوالشفاء پیر محمد خان قادری چشتی (موچھ)
۵۲	حالات زندگی پیر فتح محمد بھوروی علیہ الرحمہ	کرنل عبدالرشید بھٹی، قاضی حفیظ اللہ
۵۳	دیوان باری	محمد سعید قادری
۵۴	انوارِ سیال	حاجی مرید احمد چشتی (جہلم)